بعونِ صناعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

۷۴

اُردو کا کلاسیکی ادب

کُلیاتِ ذوق

جلد دوم

مرتبہ:

ڈاکٹر تنویر احمد علوی

ناشر

مجلسِ ترقی ادب ۲- نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

کلیاتِ ذوق جلددوم

*

طبع اول : مارچ ۱۹۶۷ء

تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ، ستارۂ امتیاز
ناظم مجلس ترقیِ ادب ، لاہور

مطبع : زرین آرٹ پریس لاہور

مہتمم : محمد ذوالفقار خاں ۔

سرورق : مطبع عالیہ ، لاہور

قیمت : چھ روپے پچاس پیسے

فہرست

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ

قصائد :

نمبر شمار — مصرع اول — صفحہ

رباعیات :

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ

نمبر شمار | مصرع اول | صفحہ

حصۂ دوم

غزلیات و قصائد بہ روایت آزاد

ردیف الف

غزلیات :

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ

نمبر شمار | مصرع اول | صفحہ

ردیف ی

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ

حواشی

ضمیمہ

کلیات ذوق

(جلد دوم)

مرتّبہ

تنویر احمد علوی

قصائد

بہادر شاہ ظفر

قصیدہ ۱

واہ وا کیا معتدل ہے باغِ عالم میں ہوا
مثلِ نبضِ صاحبِ صحت ہے ہر موجِ صبا

بھرتی ہے کیا کیا مسیحاؑ کا دم بادِ بہار
بن گیا گلزارِ عالم رشکِ صد دارالشفا

ہے گلوں کے حق میں شبنم مرہمِ زخمِ جگر
شاخِ بشکستہ کو ہے باراں کا قطرہ مومیا

ہو گیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق
لالہ بے داغِ سیہ پانے لگا نشو و نما

ہو گیا زائل مزاجِ دہر سے یاں تک جنوں
بیدِ مجنوں کا بھی صحرا میں نہیں باقی پتا

ہوتا ہے لطفِ ہوا سے اس قدر پیدا لہو
برگ میں ہر نخل کے سرخی ہے جوں برگِ حنا

پائی یہ اصلاح صفرا نے کہ دنیا میں کہیں
زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہیں ہے کہربا

ہر مزاجِ بلغمی میں ہوتی ہے تولیدِ خوں
چاندنی کا پھول ہو گر ارغوانی ، ہے بجا

نام کو اشیا میں ۔ ۔ تلخی رہی نے سمیت
بن گئی تریاک افیوں ، زہر میٹھا ہو گیا

کیا عجب جدوار کی تاثیر گر رکھے زقوم
کیا عجب گر آبِ حنظل دیوے شربت کا مزا

نیش کی جا نوش ہو دنبالۂ زنبور میں
کام میں افعی کے ہو مُہرہ بجائے آبلا

راحت و آرام کا اس دور میں ہے دور دور
چاہیے واقف نہ ہو دورانِ سر سے آسیا

موتیا بند آنکھ میں اپنے جو رکھتی ہے صدف
اب رکھے ہے روشنی مثلِ دلِ اہلِ صفا

آ گیا اصلاح پر ایسا زمانے کا مزاج
تا زبانِ خامہ بھی آتا نہیں حرفِ دوا

نسخے پر لکھنے نہیں پاتا ''ہوالشافی'' طبیب
کہتا ہے بیمار بس کر مجھ کو بالکل ہے شفا

فرق چاہا یاں تک اعضائے بدن سے درد نے
درد کے جو حرف ہیں وہ آپ بھی ہیں سب جدا

لاغروں کو ہو کہاں تاب و طاقت یہ شتاب
کیسے دو ہفتے ہلال اک شب میں ہو بدرالدجا

صبحِ صادق کے ہے گو سر میں سپیدی آ گئی
لیکن اس پیری میں بھی صادق ہے ایسی اشتہا

بھوک کی شدت سے اس کو اک نفس فرصت نہ ہو
قرص سے خورشید کے جب تک نہ کر لے ناشتا

رات بھر ٹھونگا کیا انجم کے دانے چرخ پیر
پھر جو دیکھا صبح کو اصلا شکم میں کچھ نہ تھا

پہنچی یہ تفتیح کی نوبت کہ نوبت خانے میں
لیتی ہے جی کھول کر کیا کیا ڈکاریں کرّنا

کوس پھولا ہے خوشی سے نفخ کا کیا دخل ہے
جوں حباب اس کے نہیں مطلق شکم میں امتلا

ہضمِ کامل اس قدر معدے نے پہنچایا بہم
جیّدِ الکیموس ہے جو حلق سے اترے غذا

ہے مزاجِ اہلِ عالم یہ قریبِ اعتدال
ساتوں اقلیمیں ہیں گویا اب بہ خطِّ استوا

رکھے گا تعویذ اور گنڈا کوئی کیوں اپنے پاس
باغِ عالم میں یہی عالم جو صحت کا رہا

دے گا طاؤس اپنے بال و پر سے سارے نقش دھو
پھینک دے گی توڑ کر گنڈا گلے سے فاختا

اس قدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج
نام گلشن میں نہیں ہے نرگسِ بیمار کا

واقعی کس طرح سے صحّت نہ اک عالم کو ہو
جب کہ ہو اس کی نویدِ غسلِ صحّت جاں فزا

وہ ولی عہدِ زماں مرزا محمد بو ظفر
اس کی قوّت گر ضعیفوں کو بنا دے اقویا

تقویت کا یہ اثر ہو عام جو ہیں برگ زرد
ہوں مقوّیِ دل و جاں مثلِ اوراقِ طلا

شادیِ صحّت سے اس کی آج ہو کر شاد شاد
تہنیت خوانی میں ہیں سرگرم سب مدحت سرا

میں بھی اس رشکِ چمن محفل میں وہ مطلع پڑھوں
بلبلِ تصویر سن کر بول اٹھے مرحبا

مطلع

آج ہے عالم میں وہ روزِ سعادت انتما
دے اگر زاغ و زغن بیضہ تو ہو پیدا ہُما

مژدۂ جاں بخشِ صحّت ہے ترا ماءالحیات
جس سے جوں سیمابِ کشتہ مردہ دل زندہ ہوا

ہے بقائے عمر سے تیری بقائے عمرِ خلق
ذات ہے تیری جہاں میں چشمۂ آبِ بقا

قطرہ افشانی سے آبِ غسلِ صحّت کی ترے
ہوں دُرِ خوش آب پیدا اس قدر قوّت فزا

ہوویں استعمال یاقوتی میں وہ موتی اگر
بخشے پیرانِ کہن کو نوجوانوں کے قوا

جسم کو مل مل کے دھویا تو نے جس دم وقتِ غسل
گردِ کلفت کو دلِ عالم سے گویا دھو دیا

دل عدوے سنگ دل کا تھا شقاوت سے جو سخت
زیرِ پا پامال ہوتا تھا برنگِ سنگِ پا

خوردۂ گل کو صبا لائی تصدّق کے لیے
دے گیا ابرِ بہاری نذر دُرِ بے بہا

شادیِ صحّت کا تیری کیا کہوں عالم کہ آج
جوشِ عشرت سے یہ عالم بن گیا عشرت سرا

چھیڑے تارِ شمع کو گر ناخنِ موجِ نسیم
بزم میں پیدا ہو تارِ سازِ مطرب کی صدا

لب پہ ساغر کے ہے جوں موج تبسّم موجِ مے
شورِ قلقل لب پہ ہے مینائے مے کے قہقہا

بزمِ تصویراتِ فانوسِ خیالی کی طرح
حلقۂ رقاصگاں ہے زیرِ گردوں جا بجا

کر رہا صحنِ چمن ہی میں ہے کیا طاؤس رقص
آشیانے میں ہے رقصاں طائرِ قبلہ نما

خانہائے چشم میں بھی پُتلیوں کا رقص ہے
ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا

چھوٹی آتش بازی ایسی جس کی گل کاری کو دیکھ
رات کو کہتے تھے آپس میں ثریّا و سُہا

صنعِ آتش باز پر حیرت زدہ ہوتی ہے عقل
سنگِ پارس سے کہیں باروت کو پیسا تھا کیا

ہوگئی تاثیر جس کی یہ کہ ہر گاریز سے
ریزۂ فولاد نکلے بن کے گل ہائے طلا

گنج چھٹتے تھے ستاروں کے عجب انداز سے
ماہ پاروں کا تھا گویا خندۂ دنداں نما

منہ ہے کیا جو رنگ سے مہتاب کے ہم تاب ہو
غازے سے ہر چند چمکے رنگِ روے مہ لقا

برج جو اُڑ کر ہوئے قندیلِ شب زیرِ فلک
برج تھے جتنے فلک پر سب کو روشن کر دیا

فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ اس کے روبرو
جشن جمشیدی کا کچھ مطلق نہیں رتبہ رہا

ہے زبانِ خامہ عاجز آگے بس تعریف میں
ذوق کہتا ہے اٹھا کر ذوق میں دستِ دعا

رکھے صحت سے ہمیشہ شافیِ مطلق تجھے
جو ترے بد خواہ ہیں وہ رنج میں ہوں مبتلا

قصیدہ ۲

(در شان حمید الدولہ)

آج ہے وہ روز عشرت آج وہ دن عید کا
ہوتے ہیں آ کر بغل گیر آشنا سے آشنا

عید ہے، گھر دوستوں کے جاتے ہیں ملنے کو دوست
ہے یہی رسمِ محبت، ہے یہی راہِ وفا

ہاں چناں چہ ایک میرے بھی شفیق و مہرباں
یار جانی ، دوستِ صادق محبّ با صفا

آئے میرے گھر وہ اور احوال میرا دیکھ کر
دیر تک حیراں رہے اور بعدِ حیرت یہ کہا

ذوق تُو تو اب تلک ووہی پریشاں حال ہے
ووہی اک کہنہ دوشالہ ووہی اک کہنہ قبا

ووہی اک یابو کہ ایڑوں سے نہیں چلتا قدم
ہر قدم پر ہے مٹا جاتا بہ رنگِ نقشِ پا

بلکہ اکثر تو پیادہ خاک سے آلودہ پاؤں
چاندنی پر پاؤں سے دیتا ہے چھاپے جا بجا

یہ ترا حال اور ،تُو نوّاب صاحب کا قدیم
دوست دار و خاکسار و خاکِ راہ و خاکِ پا

کون سے خدمت گذاروں میں ہوُا تجھ سے قصور؟
کون سا وہ امر تھا جو تُو نہیں لایا بجا ؟

کیا کچھ اُس کے دشمنوں سے تو نے کی تھی دوستی؟
کیا کچھ اُس کے مدّعی سے تو نے چاہا مدّعا ؟

یا کہ کچھ غائب میں اُس کی تو نے کی غیبت کہیں؟
یا کہ تُو اُس کی حضوری میں نہیں حاضر رہا

پھر جو ہے کم التفاتی اس قدر یہ کیا سبب ؟
کیا گنہ ، کیا جرم ، کیا تقصیر تو نے کیا کیا ؟

جب کوئی کہتا تھا تجھ کو چل دکن کی سیر کو
تاؤ تو مونچھوں پہ دے کر کہتا تھا یہ برملا

ہووے گی نواب کی جس دن ترقی خوب سی
دیکھنا میرے لیے اُس دن یہیں ہوتا ہے کیا

سو وہ دن اب تو ہوا بارے خدا کے فضل سے
پر خدا جانے رہا تیرے لیے دن کون سا

وہ نہیں ایسا کہ تھوڑا دے کے تجھ کو ٹال دے
اور یہ کہہ دے "ابھی جلدی نہ کر تو ٹھہر جا"

اس لیے تھوڑا سا دیتا ہے بہ قدرِ احتیاج
تا نہ شادی مرگ ہو جائے کوئی مسکیں گدا

جانتا ہے وہ کہ تُو نے اپنا فکرِ شعر میں
اس قدر لو ہو پیا قطرہ نہیں خوں کا رہا

تیری محنت پر ہی کیا اُس کو نہ ہووے گی نگاہ
تیری خدمت پر ہی کیا اُس کا نہ دل خوش ہووے گا

اُس کو سلطاں نے کیا ہے آج رکنِ سلطنت
تیرے دینے کے لیے ہاتھ اُس کا کیوں رکنے لگا

اور یہ بھی جانتا ہے، ہیں جو شاعر پیشہ لوگ
اگلے نوّابوں نے ہے کیا کیا سلوک اُن سے کیا

اور تو شاعر بھی ایسا جس کا شہرہ شہر میں
ہو رہا ہے کُو بہ کُو خانہ بہ خانہ جا بہ جا

آشنا تیرے ہزاروں اور لاکھوں تیرے دوست
جو ملے گا تجھ کو یہ پوچھے گا تجھ سے برملا

"کیا ہوا انعام تجھ کو، تُو نے کیا پایا صلا
کیا ہوئی تنخواہ تیری، کیا ترا منصب بڑھا؟

تو نہ بتلائے گا تو ہوں گے مکدّر دل میں وہ
اور بتلائے گا تو اُن کو نہ باور آئے گا

ہم نے مانا تُو ہے اک درویش خُو، قانع مزاج
جو میسّر آیا کھایا اور کیا شکرِ خدا

پر یہ خلقت پوچھنے والی تجھے کہا جائے گی
جس طرح ہو ، جان اپنی ان کے ہاتھوں سے بچا

جلد کر نوّاب سے احوال اپنا جا کے عرض
اور یہ جو کچھ حقیقت ہے یہ سب اُس کو سنا

پہلے خالق نے بنایا اُس کو دریاے کرم
پھر کرم سے اپنے کی طغیانیِ دولت عطا

آگے بھی موجوں کے بیڑوں میں رواں تھا اُس کا فیض
اب بھی جس دم لہر آئی ، دے گا دریا ہی بہا ''

جب سنے اُس آشنا کے منہ سے میں نے یہ کلام
و وہیں خدمت میں تری یہ کہہ کے میں حاضر ہؤا

مطلعِ ثانی

بحر و بر میں جھاڑ دے دامن اگر تو فیض کا
قطرہ دُرِ بے بہا ہو ، لعل سنگِ بے بہا

ہاتھ پکڑے جس کا تو ہاتھ آئے اُس کے دستِ غیب
جس کو چٹکی خاک کی دے ہو وہ صاحب کیمیا

تُو وہ دانا ، تیری دانائی کی داناے فرنگ
داد دیتے ہیں کہ ہاں اے آفریں اے مرحبا !

قابلِ حکمِ ریاست لائقِ نظم و نسق
کاملِ فہم و فراست صاحبِ ذہن و ذکا

پائے آرائش جو عالی شان مکان دیوانِ عام
کیوں نہ پائیں تجھ کو عالی پایہ عالی حوصلا

تجھ کو شاہنشاہِ دوراں اپنا فرزند لئیق
کہہ چکا ہے ، واہ وا تیری لیاقت واہ وا

ہوشیاری کا جہاں لشکر ہے سر لشکر ہے تو
خیر خواہی کا جہاں رستہ ہے ، تو ہے رہ نما

بخت کھاتے ہیں سدا اقبال کی تیرے قسم
کرتا ہے اقبال تیری عقل کی دائم ثنا

کوئی کیسا ہی اگر طرّار و خوش تقریر ہو
مات ہو جائے جو تو پوچھے جواب اک بات کا

دوست دارِ ملک و دولت خواہِ شاہِ دیں پناہ
ہوشیار و مردِ آخر بیں ، امیر و پارسا

دیکھتے ہیں ہم وہی بے ساختہ تیرا عمل
عام سے جو عالموں نے ہے کتابوں میں لکھا

کیا لکھوں تعریف تیری میری قاصر ہے زباں
لیک تیرے حق میں ہے یہ دم بدم دل سے دعا

عید ہو تجھ کو مبارک اور دولت ہو فزوں
اور بہ دولت تیری میرا بھی بر آئے مدّعا

قصیدہ ۳

پیری میں پر ضرور ہے جامِ شرابِ ناب
پائے فروغ صبح ، نہ بے نورِ آفتاب

تائب نہ ہو تو اس سے کہ ڈاڑھی ہوئی سفید
کر خوب مے کشی کہ یہ ہے سیرِ ماہ تاب

ہے پیرِ دل خنک کی ہوا پر بقائے عمر
یہ برف وہ نہیں جسے رکھیں نمد سے داب

ہستی کا اپنی کر نہ بھروسا حباب وار
تعمیرِ بے بنا ہے یہ اور خیمہ بے طناب

آئی ہے جب سے قالبِ خاکی میں تیری جان
غافل پئے سفر ہے اسی دن سے پا تراب

جو دم مزے سے گزرے غنیمت سمجھ اسے
گردش ہے آسماں کو ، زمانے کو انقلاب

ہر بازیِ فلک پہ تُو نوروز، روز کر
رکھ آفتابِ گنجفہ پر سال کا حساب

حاصل ہے کیا ہنر سے، دلا آئنے کو دیکھ
جوہر سے دل میں رکھتا ہے کیا کیا وہ پیچ و تاب

گر ہو سکے تو خاکِ درِ میکدہ ہو تُو
اس خاک داں میں تا نہ ہو مٹی تری خراب

آسودگانِ کنجِ خرابات کے لیے
جانا بہشت تک بھی ہے دوزخ کا اک عذاب

یاں تک ہیں بے دماغ نہ بولیں گے منہ سے وہ
دے گا جوابِ نامہ نکیرین کو جواب

رکھتا ہے چرخِ ابلہِ سعادت کو بد مذاق
گذران ہے ہما کی سرِ روزیِ کلاب

دیکھے جہاں کو دیدۂ عبرت سے تو اگر
جامِ جہاں نما ہے ہر اک کاسۂ حباب

ساقی جو تجھ کو عین عنایت سے جام دے
لے اور لگا کے آنکھوں سے پی جا اسے شتاب

گر بے حساب جام پہ جام آئیں تیرے ہاتھ
روزِ حساب تک تو پیے جا علی الحساب

مستی میں ایسا مطلعِ تازہ کوئی سنا
جامی بھی لکھے دل پہ جسے کر کے انتخاب

گلشن کو دے جو گریۂ مستانہ میرا آب
بیضوں سے بلبلوں کے ہو پیدا بطِ شراب

گل گونِ نشۂ مئے گل گوں یہ ہو مرا
پابوسِ آسماں روشِ حلقۂ رکاب

مستی مری سکھائے اگر جھومنے کی طرز
ٹپکے ہمیشہ ابر سے مستی بجائے آب

بے ہوشیوں میں ہیں مری وہ گرم جوشیاں
ہوتے ہیں جس سے طائرِ ہوش و خرد کباب

جاگ اُٹھیں وہ جو خواب عدم میں ہیں ہوش مند
مستی میں گر بلند ہو میری صفیرِ خواب

دُنہ پردۂ فلک کو اُٹھاؤں اک آن میں
ہو جاؤں میں جو عالمِ مستی میں بے حجاب

ہو وہ صواب دیدِ فلاطوں میں خم نشیں
کہہ بیٹھوں گر نشے میں کوئی حرفِ ناصواب

یہ ذہن کو ہے عالمِ مستی میں روشنی
ہر خشتِ خم ہے حکمتِ اشراق کی کتاب

ہر روز جامِ بادۂ روشن کا مجھ کو شغل
ہے مثلِ شغلِ آئینہ و شغلِ آفتاب

پرہیز یہ مرا ہے کہ تقوے سے ہے گریز
تقویٰ ہے میرا یہ کہ ہے توبہ سے اجتناب

لیکن ہے ابرِ رحمتِ باری سے درفشاں
دامانِ تر مرا ۔ روشِ دامنِ سحاب

مداح ہوں میں اس کا کہ ہے جس کے دور میں
شیبِ زمانہ کے لیے کیفیّتِ شباب

پیرِ فلک بنے ہے جوانِ سیاہ مست
ریشِ شعاعِ مہر پہ ہے ابر سے خضاب

مانندِ نافِ آہو اگر جام میں ہو خوں
اس کی شمیمِ فیض سے ہو جائے مشک ناب

اُس شاہ کے نمِ کرم و بوے خُلق سے
ہر خار بُن ہو ہمسرِ فوّارۂ گلاب

وہ بادشاہ جس کا بہادر شہ اسم پاک
ہے دُرجِ زمانہ کا یکتا درِ خوش آب

ظلِ اللہ خسروِ دیں دار، دیں پناہ
شاہِ بلند جاہ و خدیوِ فلک جناب

تیغ اُس کی وہ ظفر دم و نصرت اثر کہ ہے
گنجِ ہزار فتح کی مفتاحِ فتحِ باب

روشن دلی سے اُس کی عدو تیرہ بخت ہے
دزدِ سیاہ کار کو آفت ہے ماہتاب

ہر مغزِ جانِ کافرِ نعمت کے واسطے
مطبخ میں اُس کے پشۂ نمرود ہو زباب

ہے ابر میں بھی برق کا شعلہ مگر نہیں
اس میں دمِ وفورِ عطا گرمئی عتاب

کج خلقی اس کی طبع رواں میں نہیں ذرا
دریاے موج زن کو ہزاروں ہیں پیچ و تاب

پڑھتا ہوں میں وہ مطلعِ روشن حضور میں
جس کا نہ ہووے مطلعِ خورشید بھی جواب

شاہا تو وہ ہے نورِ مجسّم کہ آفتاب
کرتا ہے نور کو ترے سائے سے اکتساب

تلوار تیری ہے وہ غضب برقِ کفر سوز
ہے جس کی آنچ آتشِ دوزخ کا التہاب

جوہر سے تیری تیغ کے دکھلائے ہے قضا
سرکش کو لکھ کے حرف بحرفِ آیتِ عذاب

اللہ رے پاس داریِ اسلام و پاس شرع
اللہ رے تیری مصلحت ، اللہ رے احتساب

انگور زخم دل پہ نہ بدخواہ کے بند ہے
اس خوف سے کہ ہوتی ہے انگور کی شراب

کیسا ہی مے پرست ہو مانندِ چشمِ یار
مقدور کیا ، کرے قدحِ مے کا ارتکاب

بلکہ نہ لے دعائے قدح کا بھی منہ سے نام
بالفرض گر وہی ہو دعاؤں میں مستجاب

شاہا تری حمایت و دولت کے سایے میں
کنجشک رشکِ باز ہے ، رشکِ ہما غراب

کرتا ہے روز و شب کو برابر شہنشہا
میزانِ عدل سے تری میزاں میں آفتاب

خورشید کھینچتا ہے جو برجِ اسد پہ تیغ
چاہے ہے شیر جنگ وہ تجھ سے مگر خطاب

پہنچے ترے تکلّمِ شیریں کو شہد کیا
یہ شربتِ خضر ہے شہا وہ قئے زباب

چالاکی ایسی توسنِ چالاک میں ترے
شوخی ہے چشمِ یار میں عاشق میں اضطراب

کاوے میں یوں وہ جیسے کہ طاؤس وقتِ رقص
اڑنے میں یوں وہ جیسے کہ پرواز میں عقاب

چمکائے اک ذرا سرِ میداں جو تُو اسے
بے پر ہوا پہ جائے وہ جوں ناوکِ شہاب

کرتا ہے یوں ثنا کو دعا پر وہ اختصار
یا رب دعائے ذوق ہو مقبول و مستجاب

تا عید و عیدگاہ ہو اور خطبہ و نماز
تا خطبہ و نماز سے منظور ہو ثواب
ہر سال تجھ کو عید ہو فرّخ بہ عزّ و جاہ
ناکام ہوں عدو ترے اور دوست کام یاب

قصیدہ ۴

اے خدیوِ دادگر نامی ببر (کذا) فرّخ صفت
شاہِ والا جاہ، والا قدر، والا منزلت
رونقِ کشور ستانی، فرِّ چترِ خسروی
زینتِ تاجِ شہی، زیبِ سریرِ سلطنت
ابرِ احسان و عطا، سرچشمۂ جود و سخا
معدنِ حلم و حیا، کوہِ وقار و تمکنت
آسمانِ فضل و دانش، کوکبِ برجِ شرف
ماہِ اوجِ منزلت، مہرِ سپہرِ مکرمت
ہے ہلالِ عید تیرے جشنِ فرّخ کے لیے
دستِ تسلیم و لبِ مژدہ زبانِ تہنیت
جا بہ جا مسکا ہؤا ہے جامہ صبحِ جشن کا
ہے جو انبوہِ سعادت اور ہجومِ میمنت
تو وہ یوسف ہے کہ ہے عارض پہ تیرے جلوہ گر
حسنِ نیّت، خوبیِ ایماں، جمالِ معرفت
احتسابِ پاسِ دیں داری سے تیرے دیں پناہ
فسق کو ہے ضعف اور تقوے کو ہر دم تقویت
پُر فروغ اک جلوۂ انوارِ باطن سے ترے
دہ عقول و نہ سپہر و ہفت اختر، شش جہت
گلشنِ عالم نہ کیوں کر تازہ و تر ہو کہ ہے
ہم سرِ ابرِ بہاری تیرا ظلِ عاطفت

رو برو منصوبہٴ دانش کے تیرے مشتری
مہرۂ لب خوردہ ہے دور از بساطِ مرتبت

آب سے آتش ہے بے آسیب اور آتش سے خس
اللہ اللہ تیرا طرزِ اعتدالِ معدلت

فتنہ تیرے عہد میں جب سے ہؤا عزلت گزیں
گوشہٴ چشمِ بتاں ہے اس کو کنجِ عافیت

پھر نہ ہو فاسد مزاجِ عالمِ کون و فساد
ہو اگر اصلاح فرما تیری رائے مصلحت

اس لیے ہر امر میں تقدیر غالب آئے ہے
رکھتی ہے تدبیر سے تیری ہمیشہ مشورت

چارہ سازی سے ترحم کے ترے ہر اشکِ شمع
داغ پروانہ پہ ہے مرہم گذارِ مرحمت

کیا کہے توصیف تیری ذوق ہے قاصر زباں
لیک دیتا ہے دعا دل سے یہ پڑھ کر تہنیت

تا لبِ عاشق پہ ہو ہردم محبّت کا بیاں
تا کہ واعظ کی زباں پر ہو کلامِ موعظت

جشن فرّخ ہو تجھے ہر سال با عیش و نشاط
تختِ شاہی پر ہو تو فرماں روائے مملکت

قصیدہ ۵

شب کو میں اپنے سرِ بسترِ خوابِ راحت
نشہٴ علم میں سر مستِ غرور و نخوت

مزے لیتا تھا پڑا علم و عمل کے اپنے
تھا تصور مرا ہر امر میں تصدیق صفت

ہوگیا علم حصولی تھا حضوری مجھ کو
تھا مرا ذہن نہ محتاجِ حصولِ صورت

جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام
عقل کو تجربے کی اتنی ہوئی تھی کثرت

نہ غرض مجھ کو نتیجے سے نہ تھا شکل سے کام
تھی مری فکر کو ہر شکل خطا سے عصمت

ذہن میں سب مرے حاضر صُوَرِ علمیہّ
پر جتانی نہ تھی منظور مجھے علمیّت

چار و ناچار جو ترغیب سے یاروں کے کبھی
درس و تدریس پہ آ جاتی تھی مجھ کو رغبت

کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف میں صرف
کبھی تھی نحو میں ہر نحو مجھے محویّت

کبھی منطق کو تفوّق یہ مرے ناطقے سے
فوقِ حکمت ہو یہ فن گرچہ ہے تحتِ حکمت

کبھی میں کرتا تھا تصریحِ معانی و بیان
کبھی میں کرتا تھا توضیحِ نجوم و ہیئت

کبھی تقسیمِ فرائض کبھی تفہیمِ اصول
کبھی تعلیمِ عقائد بہ کتاب و سنت

کبھی تھا علمِ الٰہی کی طرف ذہن رسا
کبھی کرتی تھی طبیعی میں طبیعت جودت

کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانندِ حکیم
کبھی مثلِ متکلّم مجھے پاسِ ملّت

کبھی کرتا تھا قدم چرخ کا ثابت بجہات
اور کبھی کرتا تھا باطل بسماءؓ شقّت

کبھی انکارِ قیامت پہ میں لاتا تھا دلیل
کبھی تکرارِ تناسخ پہ مجھے سو حجت

حشرِ اجساد میں تھا گاہ تردّد مجھ کو
کبھی تھی عالمِ برزخ میں مجھے اک حیرت

کبھی تھی عرصۂ تدویرِ فلک کی مجھے سیر
کبھی میں ناپتا تھا سطحِ زمیں کی وسعت

کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش
کبھی مثبت مرے نزدیک زمیں کی حرکت

کبھی میں کرتا تھا اعراض میں جوہر قایم
کبھی میں کرتا تھا معلول سے ثابت علّت

کبھی منقول پہ مائل کبھی سوے معقول
کبھی میں فقہ پہ راغب کبھی سوے حکمت

کبھی میں حافظِ قرآن بہ علمِ تفسیر
کبھی میں قاریِ قرآن بہ علمِ قرأت

کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر
کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت

کبھی میں کرتا تھا 'قانون' سے تشریحِ علاج
کبھی میں کرتا تھا 'قاموس' میں تصحیحِ لغت

کبھی میں لون سے بینندۂ بیمار و صحیح
کبھی میں نبض سے دانندۂ ضعف و قوّت

گہ نباتات کی آگاہ میں کیفیّت سے
گہ جمادات کی معلوم مجھے خاصیّت

کبھی مشّائیوں سے کرتا تھا میں پیش روی
کبھی لے جاتا تھا اشراقیوں پر میں سبقت

کبھی میں نفیِ حقائق میں تھا سوفسطائی
کبھی میں معتزلی، باعثِ آزادیّت

کبھی میں جبری و مجبور بہ عقل و تدبیر
کبھی میں قدری و مختار بہ قدرِ طاقت

گہ ملاحد کی تھی تردید کلامِ الحاد
گہ وجودی و شہودی سے بیانِ وحدت

جوں مہندس کبھی مالوف بہ شکل و مقدار
جوں محاسب کبھی مشغول بہ ضرب و قسمت

کبھی حرفوں سے تھا مطلوب مثالِ جفّار
کبھی کچھ نقطے سے مقصود تھا رمّالِ صفت

خانۂ کیسہ سے خارج کبھی شکلِ داخل
شکلِ خارج تھی کبھی داخلِ بیتِ غربت

کبھی کرتا تھا قِرانِ مہ و زہرا پہ نظر
کبھی تھا دیکھتا مریخ و زحل کی رجعت

کبھی افسون و عزیمت کبھی تعویذ و طلسم
کبھی تجویزِ زکٰوۃ اور کبھی قصدِ دعوت

کبھی تھا علمِ قیافہ میں یہ ادراک مجھے
ایک صورت سے بیاں کرتا تھا میں سو سیرت

کبھی میں علمِ سرودی میں تھا ایسا مشغول
کہ نہ تھی ایک نفس ضبطِ نفس سے فرصت

سیمیا سے کبھی تصویر کشِ موہومات
کیمیا سے کبھی میں زر کشِ گنجِ دولت

کبھی میں شیخِ شیوخ اور کبھی شیخِ رئیس
کبھی علامہ، کبھی صوفیِ صافی طینت

کبھی میں قربِ فرائض سے تھا عالی درجہ
کبھی میں قربِ نوافل سے تھا والا رتبت

ماہرِ موسقی ایسا کہ ادا کرتا تھا
کبھی میں بارہ مقام اور کبھی چاروں مت

کبھی میں شاعرِ غرّا و ادب دانِ بلیغ
نظم میں نام مرا ، نثر میں میری شہرت

کبھی کرتا تھا عروضی کا بھی میں قافیہ تنگ
طبعِ موزوں کی دکھاتا تھا جو موزونیّت

کبھی پیشِ نظر انجیل و زبور و توریت
کبھی مصحف میں نظر میری سرِ ہر آیت

کبھی زرتشتیوں میں ایسا کہ سارے موبد
ژند و پاژند میں کرتے تھے مری تبعیّت

کبھی یہ آگہیِ شاستر و بید و پران
کروں اک بات سے پنڈت کی کتھا میں کھنڈت

کبھی میں نغز و معما میں نہایت ذی ہوش
کبھی اخبار و تواریخ میں صاحب خبرت

آخرش دیکھا تو "العلم حجاب الاکبر"
عاقبت پایا تو ہاں ابلہ کو اہلِ جنت

فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف
فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیّت

فائدہ کیا جو ہوئی آگہیِ ہر مذہب
فائدہ کیا کہ جو دیکھی کتبِ ہر ملّت

عقل سے گرچہ کیا مادّہ ایسا پیدا
کہ بہ ہر شکل ہو اک تازہ محلِ صورت

یا بنائی کوئی صورت کہ جسے دیکھ کے ہو
ہیکلِ روم سے بت خانۂ چیں تک حیرت

بے مقدّر نہ پڑے صورتِ بہبود نظر
دور آئینۂ دل سے نہ ہو زنگِ کلفت

پڑھوں اک مطلع برجستہ میں اس موقع پر
جس کو سن کر کہیں اَحْسَنْتَ سب اہلِ فطنت

مطلعِ ثانی

گر نہ دے صاحبِ جوہر کو مقدّر عزت
جوہرِ فرد ہے بالفرض تو کیا بے قسمت

کیا ہوا علم مقولہ سے اگر کیف کے ہے
لیک بے یاوری بخت نہیں کیفیت

قاضیِ چرخ بھی جو تو ہے تو کیا گر تیرے
مثلِ دہقانِ فلک رکھتے ہوں طالع نکبت

دورِ گردوں نہ موافق ہو تو ہو اور خفیف
جرِّ اثقال میں تو جتنی اٹھائے محنت

آگے برگشتگیِ بخت کے چلنے کی نہیں
نظری و عملی کوئی بھی تیری حکمت

گو فصاحت میں تو سحباں ہے ولے بے تقدیر
حرف مطلب پہ زباں کو ہو تری سو لکنت

گو ریاضی میں ہے صنّاع ، اگر بخت ہیں بد
نقشِ باطل ہے تری شکل وہ جس میں صنعت

کیا ہوا جانا اگر مسئلہ بیرِ و منار
پستیِ بخت سے جو تجھ کو نہیں ہے رفعت

کام تقویم نہ آئے ، نہ ترے اصطرلاب
طالعِ بد سے اگر نیک نہ آئے ساعت

علم سے ہو نہ کبھی چارۂ آزار نصیب
پورِ سینا ہے تو کیا سینے میں خوں ہے حسرت

سو دوائیں ترے نسخے میں ہوں پر بے تقدیر
نہ ہو بالخاصہ تاثیر ، نہ بالکیفیّت

علم ِ نیرنج سے گو بووے تو نخل ِ نارنج
بے مقدّر نہ ہو حاصل ثمر ِ خوش لذّت

علم سے جو سبق آموزِ ملائک تھا وہ دیکھ
بخت ِ بد سے ہؤا مستوجب ِ رجم و لعنت

ہؤا مسجودِ ملائک یہ ظلوم اور جہول
یعنی انسانِ قوی بخت و ضعیف الخلقت

گو تصوّف سے ہو تُو صوفیِ سجادہ نشیں
بے مقدّر نہ کرامت ہو ، نہ خرق ِ عادت

علم سے لاکھ ہو شیخی تری پر بے تقدیر
نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت

یہ مقالات مثال ِ قصص ِ مصنوعہ
ہوئے اک بار جو افسانۂ خواب ِ غفلت

لگ گئی آنکھ مری ، دیکھتا کیا خواب میں ہوں
کہ مجسّم نظر آتی ہے نوید ِ بہجت

اللہ اللہ رے حسن اُس کا کہ سر تا بہ قدم
تھا وہ خالق کا تماشاے ظہورِ قدرت

یاد کرتا قدِ رعنا کو ہے اُس کے زاہد
دمِ تکبیر جو کہتا ہے سدا ”قد قامت“

چشم ِ وحشی کو اگر اپنی وہ دکھلاے تو ہو
چشم ِ آہو سے ہرن نشۂ جام ِ وحشت

دل ِ شامت زدہ کے درپۓ تدبیر ِ ہلاک
زلف ِ واژوں تھی وہ رخسار پہ واژوں تبّت

آتشِ حسن سے اک شعلۂ سرکش بینی
موجۂ دودِ لطیف اُس کی بھوؤں کی حالت

فوجِ مژگاں وہ بلا ، ہووے صف آرا تو کرے
دستِ بیدادِ سے یک دست دو عالم غارت

چاہِ بابل وہ ذقن اور دھواں زلف کا عکس
دل گرفتارِ عذاب اُس میں ہو ہاروت صفت

لعلِ شیریں کی حلاوت پہ جو دے جاں عاشق
تو دمِ نزع بھی عنّاب کا چاہے شربت

نہ دمِ شرم تبسم سے لب اُس کے خوگر
نہ تغافل سے اُن آنکھوں کو نگہ کی عادت

کھول دے معنیِ معدوم کمر کی جنبش
وا کرے عقدۂ موہوم لبوں کی حرکت

شوخی و ناز کی تعریفہ میں اُس کی مطلع
وہ پڑھوں میں کہ جسے سن کے ہو دل کو فرحت

مطلعِ ثالث

شوخی اُس چہرے میں یوں گل میں ہو جیسے حمرت
ناز یوں چشم میں نرگس میں ہو جیسے نکہت

لبِ پاں خوردہ کی شوخی کے ہے آگے اک بات
گر لگاوے وہ مسیحا پہ بھی خوں کی تہمت

نازک اندام وہ اور سنگ دل اُن سے بھی سوا
آیا جن سنگ دلوں کے لیے ہے ”ثُمَّ قَسَتْ“

سیلی سینے پہ نہ تھی ، جعدِ پسِ پشت کا عکس
نظر آتا تھا صفائی سے الف کی صورت

چھپٹی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم
ایک عالم کا ہو دل لے کے بغل میں چھپت

اللہ اللہ رے تری تمکنت، اُف رے تمئیز
واہ رے تیرا تبختر، تری بل بے نخوت

قہر انداز، بلا ناز، قیامت طنّاز
سحر چشمک، ستم ایما و کرشمہ آفت

جا بہ جا عالمِ مستی میں قدم کو لغزش
دم بہ دم نشۂ صہبا سے زباں کو لکنت

آ کے اس رشکِ مسیحا نے کہا بالیں پر
"لاتنم، قم" کہ یہ غافل نہیں وقتِ غفلت

شور بختی سے نہ اتنا نمک افشاں ہو کہ ہو
بادۂ مے کدۂ عیش کی گم کیفیّت

کیا سبب، ہوتا کدورت سے نہیں کیوں خالی
دل ترا شیشۂ ساعت کی طرح اک ساعت

بزمِ ہستی میں تو ہنس بول، رہے گا کب تک
صورتِ شمعِ سحر سوختہ، روتی صورت

آتشِ دل سے تری گوشۂ تنہائی میں
بن گئی شعلۂ جوّالہ کمندِ وحدت

وقت ضائع نہ کر اُٹھ بسترِ اندوہ سے تو
چل درِ مے کدہ تک، ہے حرکت سے برکت

فکرِ باطل سے نہ کر دل کو خنک تُو اپنے
ہے تجھے مثلِ سحر یک دو نفس کی مہلت

دیکھ تو کیا اُفقِ مشرقِ انوار سے ہے
جلوہ افروز رخِ بانوے صبحِ عشرت

ادھمِ لیل سرِ عرصہ ہے برگشتہ عناں
اشہبِ یوم سبک سیر ہے سوے ساحت

جانبِ شرق ہے نوریِ فلق بال کشا
جانبِ غرب ہے پروازِ غرابِ ظلمت

چرخِ مینائی پہ اک سبز پری کا عالم
شفقِ صبح پہ اک لال پری کی حالت

نکہتِ گل جو ہوا میں تو ہوا عطر فشاں
تازگی گل کو چمن سے تو چمن کو نزہت

کھلے ہی جاتے ہیں سب غنچے، زہے جوشِ نشاط
لوٹے ہی جاتے ہیں گل، بل بے ہنسی کی شدت

آج یہ جوش پہ ہے رحمتِ باری کہ کہیں
نہ رہی کلفتِ عصیاں سے جہاں میں ظلمت

طفلِ نومشق کی مشقی کی طرح سو سو بار
دھووے مستوں کے سیہ نامے کو ابرِ رحمت

کہے یہ رند کہ او زہد فروش آگ نہ پھانک
مانگے گر بادۂ نو زہدِ کہن کی قیمت

قل ہوا زہد کا قلیا ہوئی زاہد کی تمام
سنتے ہی قلقلِ مینائے شرابِ عشرت

اس قدر سازِ طرب ساز کی آواز بلند
چھیڑیں گر تار کھرج کا تو ہو پیدا دھیوت

نغمہ بر لب کہیں مطرب پسرِ زہرہ جبیں
جام در دست کہیں مغبچۂ مہ طلعت

لے کے انگڑائی کہیں ہنسنے لگی رام کلی
اٹھی ملتی ہوئی آنکھوں کو کہیں اپنی لذت

چشمِ سرمست مئے ناز میں کاجل پھیلا
لبِ میگوں پہ مسی کی پڑی پھیکی رنگت

بے نمک آیا نظر حسنِ مہ و انجمِ چرخ
ہوگیا زرد رخِ شمع و چراغِ خلوت

چونکے مرغانِ سحر عرش سے ، آوازِ خروس
ہو گئی خواب کو آوازۂ کوسِ رحلت

باغِ عالم میں ہیں مرغانِ اولی الاجنحہ تک
مثلِ مرغانِ سحر نغمہ طرازِ عشرت

دی ہے مسجد میں مؤذن نے اذاں بہرِ نماز
با وضو ہو کے نمازی نے ہے باندھی نیت

ہوئی بت خانے سے ناقوس کی پیدا آواز
چلے جمنا کو برہمن کوئی لے کر مورت

اٹھے ہے خوار صبوحی کے لیے لے کے سبو
کہ عداوت ہے ، اگر کیجیے ترکِ عادت

اک طرف سے ہوئی گھڑیال کی آواز بلند
ایک جانب سے لگی آنے صدائے نوبت

سحرِ عید ہے ، کر عید کا سامانِ نشاط
روزِ شادی کی ہے آمد ، شبِ غم کی رخصت

آج وہ دن ہے کہ آغوش میں لے کر تجھ کو
کہے 'طوبیٰ لک' ہر شاہدِ طوبیٰ قامت

اب ہیں بیدار ترے بخت ، مددگار نصیب
اب قوی ہیں ترے طالع ، تری یاور قسمت

فکر کر تہنیتِ عید کا اس شاہ کی تُو
دور میں جس کے ہے ہر صبح صباحِ دولت

وہ شہنشاہ بہادر شہِ کسریٰ انصاف
خسروِ جم خدم و داورِ دارا حشمت

قوتِ ملت و دیں ، قامعِ کفر و الحاد
حامیِ شرعِ نبی ، ماحیِ شرک و بدعت
حکمِ شرعی سے کرے سلب وہ سب جذبۂ شوق
مردِ مجذوب سے گر ترک ہو سترِ عورت
کون اس کا نہیں وصّافِ صفاتِ نیکو
کون اس کا نہیں سرگرمِ ثنا و مدحت
سنتے ہی میں نے بھی وہ مطلعِ روشن لکھا
مطلعِ صبح کو ہو سامنے جس کے خجلت

مطلعِ رابع

مصحفِ رخ ترا اے سایۂ رب العزت
کھول دے معنیِ 'اتممت علیکم نعمت'
تیرا دروازۂ دولت ہے مقامِ امید
تیرا دیوانِ عدالت ہے محلِ عبرت
تیرا احسان بہارِ چمنِ صد رونق
تیری نیّت چمن آرائے ہزار امنیّت
تیرے عشرت کدے میں بار کسے غیرِ نشاط
تیرے خلوت کدے میں دخل کسے جز طاعت
صفحۂ علم پہ برجیس سے تُو ہمزانو
حجلۂ عیش میں ناہید سے تُو ہم صحبت
ماہ نو ایک فلک پر ترے نو بردوں میں
نُہ فلک نوکروں میں تیرے قدیم الخدمت
کیسۂ گوہرِ انجم ترا صرفِ انعام
طاقۂ اطلسِ گردوں ترا وقفِ خلعت
نیتِ نیک تری آئنۂ حسنِ عمل
عملِ خیر ترا ، جلوۂ حسنِ نیّت

ذہنِ عالی ہے ترا طائرِ شاخِ سدرہ
طبعِ رنگیں تری گل چینِ ریاضِ جنّت

ترا افضال جہاں کے لیے برہانِ کرم
ترا اکرام زمانے کو دلیلِ رحمت

علم ظاہر سے ہے یکساں تجھے دور و نزدیک
نورِ باطن سے برابر ہے حضور و غیبت

ذہنِ صافی ہے ترا پردہ درِ معنیِ غیب
موشگافی ہے تری کوہ شگافِ دقّت

عقل میں شمس ہے تو علم میں کانِ گوہر
فضل میں کعبہ ہے تو حلم میں کوہِ رحمت

تیری تدبیر پُر از دفترِ ہوش و فرہنگ
تیری شمشیر پُر از جوہرِ فتح و نصرت

دعوتِ صدق پہ لائے ترے ایماں تصدیق
دستِ ہمّت پہ کرے تیرے سخاوت بیعت

تجھ سے راضی ہے خدا اور خدا کا محبوب
تیرا حامی ہے نبی اور نبی کی عترت

عزم کو ہے ترے ہر عزم میں عزمِ بالجزم
قصد کو تیرے ہے ہر قصد میں قصدِ سبقت

قوتِ روحِ ملائک چمنِ قدس میں ہو
ذاتِ قدسی کا ترے عطر قبائے عفت

کیا اللہ نے جب تجھ سا ولی نعمت خلق
کیوں کہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکرِ نعمت

نطقِ شیریں سے ترے عام حلاوت ہو اگر
ثمرِ تلخ ہو حنظل کا سبوئے شربت

شوکتِ عقربِ جرّارہ کے مانند رہے
دلِ حاسد میں خلش گر ترا رشکِ شوکت

روشِ شیشہ ہر اک سنگ ہو ریزہ ریزہ
پڑے البرز پہ گر گرز کی تیرے ضربت

سر کشف وار چھپاتا ہے فلک زیرِ سپر
کیا غضب ہے تری شمشیرِ غضب کی ہیبت

آئے طوفاں جو ترے قہر کا طغیانی پر
کشتیِ نوح بھی اعدا کو ہو گرداب صفت

وہ تری تیغ کی بُرّش ہے کہ سایہ جس کا
کر دے اک دم میں ہیولٰی سے مفارق صورت

تیرا بدخواہ رہے حرز سے یاں تک محروم
دیں نہ تعویذ اُسے تا بہ نشانِ تربت

آسیا وار پھرے کیوں نہ فلک گردِ زمیں
تیرے توسن کے جو کاوے کے اُڑا جائے پھرت

کیا ترے فیل کے اوصاف لکھوں میں کہ وہ ہے
ابر رفتار ، جبل پیکر و گردوں رفعت

اس کی خرطوم ہے گر طرّۂ لیلٰی کی مثال
تو ہیں دندان صفا ساعدِ سیمیں کی صفت

کیا عجب گر ہو تپ و لرزۂ ہیبت سے تری
نبض کی طرح رگِ سنگ میں پیدا سرعت

آبِ بارانِ کرم ہے ترا وہ شربتِ خضر
برسے لالے پہ تو افیوں میں نہ ہو سمیت

عدل کے لفظ کو دیتا نہیں نقطہ کوئی
عدل سے تیری جو موقوف ہے رسمِ رشوت

عہد میں تیرے عجب کیا سرِ داغِ دلِ شمع
شعلے میں مرہمِ کافور کی ہو خاصیّت

پنجۂ گربہ سرِ بچۂ موش و کنجشک
ہے حمایت سے تری دایہ کا دستِ شفقت

دور انصاف میں گر تیرے ہو کشتہ سیماب
تو بلاشبہ پڑے دینی مسوّس کو دیت

دیا اللہ نے وہ قلبِ مصفّا تجھ کو
اے شہنشاہِ صفا ذہن و سراپا صفوت

فردِ تفصیلِ حوائج ہے رخِ حاجت مند
عرضِ حاجت کی نہیں سامنے تیرے حاجت

عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم
کہے عارف کہ یہ کثرت میں ہے ظاہر وحدت

لکھے گر خامہ ترا وصفِ شمیمِ اخلاق
تو ہر اک نقطہ ہو اک نافۂ مشکِ تبّت

منتہی ہوں نہ کبھی تیرے صفاتِ نیکو
گر بیاں کیجیے تا حشر صفت بعد صفت

ذوق کرتا ہے دعائیّہ پہ اب ختم سخن
کہ زباں کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں
با شکوہ و حشم و جاہ و بہ عمر و صحّت

خیر خواہوں کے ترے چہرے پہ ہو رنگِ نشاط
اور بد خواہوں کے رخسار پہ اشکِ حسرت

قصیدہ ٦

(قطعہ در تہنیتِ جشنِ نو روز)

خسروا ! سن کے ترا مژدۂ جشنِ نو روز
آج ہے بلبلِ تصویر تلک زمزمہ سنج

خبرِ عیش تری دے ہے چمن کو جا کر
زر گلِ پیکِ صبا پائے نہ کیوں کر پا رنج

بادۂ جوشِ جوانی کی ہے گویا اک موج
تنِ پیرانِ کہن سال پہ ہر چین شکنج

چند قطرے سے ہیں شبنم کے وہ بلکہ کمتر
آگے ہمت کے ترے گوہرِ شہوار کے گنج

حسنِ نیت سے ہے تُو یوسفِ مصرِ بخشش
دستِ حاتم میں بجا ہے کہ جو دیں تیغ و ترنج

شش جہت پر جو ہے غالب ترا سرپنجۂ امن
فتنے کو اٹھنے میں جوں نرد ہے کیا کیا شش و پنج

نہ بجھے آب سے آتش نہ خس آتش سے جلے
ایک سے ایک موافق کہ مرجان و مرنج

تیرے منصوبے کے تابع ہیں سب احکام نجوم
صفحہ تقویم کا گویا ہے بساطِ شطرنج

لایا ہے معنیِ رنگیں سے یہ لعلِ خوش رنگ
ذوق جو مدح و ثنا میں ہے ترے گوہر سنج

خسروا ! ہوتا ہے اس رنگ سے معلوم یہ رنگ
رنگِ نوروز جو ہے اب کے بہ رنگِ نارنج

بزمِ رنگیں میں تری رنگِ طرب ہو ہر روز
اور تری خاطرِ اقدس پہ کبھی آئے نہ رنج
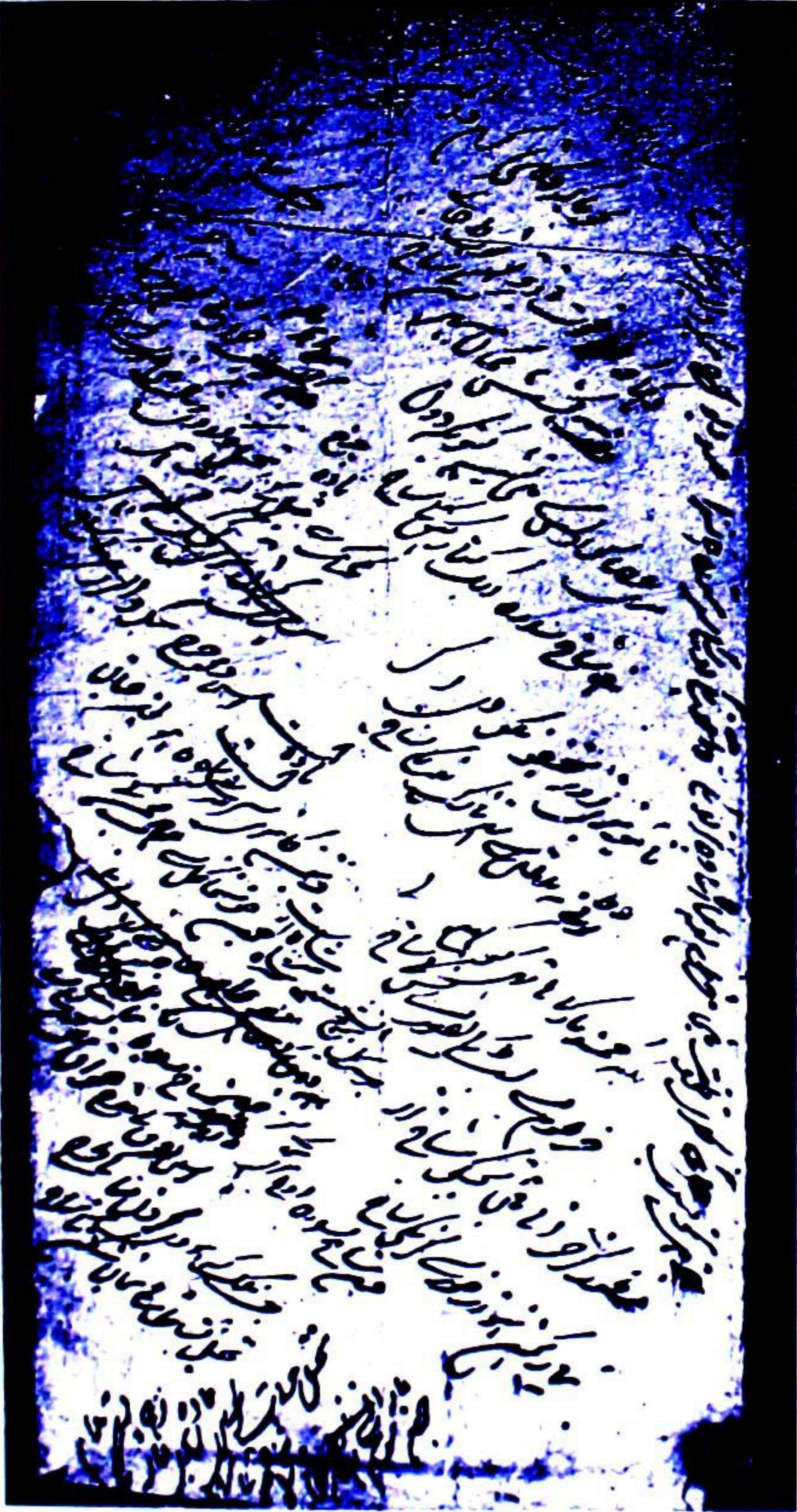
قصیدہ نمبر ۔ کے مسودے کا عکس

قصیدہ ۷

اس قد کو کیوں کہ کہیے نہالِ چمن کی شاخ
لائے گی وہ کہاں سے ادا بانک پن کی شاخ

ہے زلف تیری سنبلِ صحنِ چمن کی شاخ
قطروں سے پر عرق کے بنی یاسمن کی شاخ

ناف آس صبیح کی ہے کوئی نسترن کا پھول
تا ناف سیلی سینے سے ہے نسترن کی شاخ

دل باغ و عشق نخل کہ جس میں ہزار ہا
حسرت کے برگ الم کے ثمر ہیں حزن کی شاخ (کذا)

بے بہرہ انتفاع سے رہتے ہیں پُر جفا
ممکن نہیں کہ لائے ثمر کرگدن کی شاخ

کہتی تھی چوبِ دستۂ تیشہ کہ میری طرح
سوکھے گی نخلِ آرزوے کوہ کن کی شاخ

جب سے پڑا ہے باغ میں جھولا ترے لیے
ممنون باغ میں ہے نہایت رسن کی شاخ

لچکے ہے یوں کمر تری وقتِ خرامِ ناز
جنباں ہو جوں نسیمِ چمن سے سمن کی شاخ

حیراں ہوں دیکھ خال کو ابروے یار پر
گل نیلوفر کا لائی ہے کیوں کر ہرن کی شاخ

ہے اک ہجومِ پارۂ دل ہر مژے پہ یوں
لائے نکال کونپلیں جس طرح گھن کی شاخ

مسواک نے بڑھایا ہے زاہد کا اعتبار
ہے یہ بھی اس کے اک شجرِ فکر و فن کی شاخ

دیتی ھے سر پہ بلبلِ آتش نفس کو جا
رکھتی ہے کیا چمن ہوسِ سوختن کی شاخ

ہے نعش تیرے کشتۂ بے کس کی دشت میں
گویا کہ اک نشیمنِ زاغ و زغن کی شاخ

جز شمع استخوانِ جفا کیش زیرِ خاک
دیکھی سنی نہیں گُلِ صبحِ کفن کی شاخ

نے برگ ہے، نہ غنچہ، نہ گل ہے، نہ ہے ثمر
میں خشک طالعی سے ہوں گویا ہرن کی شاخ

ریشم کا لچھا ہاتھ میں اس کے نہیں دلا
وہ یاسمن کا سانپ ہے یہ یاسمن کی شاخ

تشبیہ کیوں کہ دوں نگہِ خوں فشاں سے میں
مرجاں کی شاخ کب ہے بھلا اس پھبن کی شاخ

باریک ہیں بتاتے ہیں جس کو تری کمر
یا کوئی موئے تن ہے و یا موئے تن کی شاخ

گل خوردہ تن مرا دمِ روئیدگیِ مو
ہے آشیانِ بلبلِ گلشن وطن کی شاخ

چھوٹے جلانے والوں سے وحشی نہ مر کے بھی
انجن کے کام آئے اگر ہے ہرن کی شاخ

بد خصلتوں کو کرتا ہے بالا نشیں فلک
اونچی ہے آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ

رہتے ہیں کشمکش میں پس از مرگ پر جفا
آخر کو زیرِ آرہ کٹی کرگدن کی شاخ

کہتی تھی چوبِ تیشہ مری طرح ایک دن
سوکھے گی نخلِ آرزوے کوہ کن کی شاخ

بیمار چشم، دل برِ آہو نگاہ کو
شاخیں بھی گر لگائیں تو لے کر ہرن کی شاخ

تاثیرِ بے کسی سے ہو سارا درخت خشک
ڈالے جو سایہ نعش پہ اس بے کفن کی شاخ

شاخِ نبات کو نئے قلیاں نہ منہ لگائے
ایسی مصاحبت سے لگے اس دہن کی شاخ

ہم سر ہے آج خضرِ ارم سیر سے شجر
ہم سر ہے آج یوسفِ گل پیرہن کی شاخ

ہے فیض سے وقار کہ میری نگاہ میں
جس شاخ میں ثمر ہے وہ ہے لاکھ من کی شاخ

دیوے خراش دل کو نہ کیوں کر وہ نازنین
رکھتی ہے خار سینکڑوں نازک بدن کی شاخ

دکھلائے باغ میں قدِ رعنا جو اپنا تُو
قمری کے حق میں دار ہو سروِ چمن کی شاخ

موذی کو سرکشی میں میسّر ہو اعتبار
نکلے ہے طولِ عمر سے مارِ کہن کی شاخ

ہوتی ہے وحشیوں پہ پس از مرگ بھی شکست
زور آزمائیوں کے لیے ہے ہرن کی شاخ

ہے سیبِ باغِ خلد کو کیا کیا نہ سرکشی
جب سے مشابہت سے لگی اس ذقن کی شاخ

ہر صید کی کمر سی گئی ٹوٹ جس گھڑی
ٹوٹی کماں دل برِ ناوک فگن کی شاخ

دکھلائے اس کے سرمۂ دنبالہ دار سے
آنکھ اس کی ہم کو نرگسِ ہاروت من کی شاخ

ابرو پہ تیرے خال ہے ، کیا زاغِ شوخ چشم
سمجھا ہے اپنی شاخِ نشیمن ہرن کی شاخ

ننگا ہی گاڑنا تھا مجھے کوے یار میں
ناحق یہ دوستوں نے نکالی کفن کی شاخ

لکھ ذوق اُس کی مدح کہ جس کی ثنا سے ہے
سرسبز تیرے گلشنِ باغِ سخن کی شاخ

وہ کون ؟ شاہِ اکبرِ ثانی کہ جس کو روز
مجری کرے ہے جھک کے نہالِ چمن کی شاخ

اُس کی دعا ے حرز پڑھے جوش غنچہ سے
تسبیح ایک لے کے عقیقِ یمن کی شاخ

پہنچا ہے اس کا مژدۂ صحت جو باغ میں
سجدے میں شکر کے ہے جھکی ناردن کی شاخ

گرمئی عدل اُس کی اگر ہو ستم گداز
پگھلے بہ رنگِ شمع ابھی کرگدن کی شاخ

اُس کے حضور میں پڑھوں وہ مطلع پُر بہار
مصرع کو جس کے دیکھ کٹے نسترن کی شاخ

تیری بہارِ فیض سے نخلِ کہن کی شاخ
سرسبز یوں ہے جیسے کہ سروِ چمن کی شاخ

تیرے سحابِ لطف سے سیراب ہو اگر
ہم سر ہو شاخِ نخلِ ارم سے ہرن کی شاخ

شاہا ! یہ تیرا دستِ سخا باغِ دہر میں
گویا کہ نکلی ہے کرمِ ذوالمنن کی شاخ

دکھلائے تو جو قوتِ بازو تو ٹوٹ جائے
وقتِ کششِ کمانِ سپہرِ کہن کی شاخ

تیرے عصا کو اس سے میں تشبیہ کیوں کہ دوں
ہے شاخِ سدرہ ایک کنارِ کہن کی شاخ

تائید تیری زور ضعیفوں کو دے اگر
ٹوٹے نہ پیل تن سے بھی نازک بدن کی شاخ

بلکہ کمند مار کے ہاتھی کو کھینچ لے
خرطوم سے لپٹ کے بہ صورت رسن کی شاخ

کر دے جو تو نہال تو لائے ابھی نکال
پرویں کا خوشہ گاوِ سپہرِ کہن کی شاخ

منظور اگر خزانے میں ہو تجھ کو شاخِ زر
تیّار ہو وہیں زرِ خور سے کرن کی شاخ

ہاتھی کو تیرے چاہیے لکڑی تو دشت میں
خرطوم سے آ کھاڑ دے وہ کرگدن کی شاخ

دانتوں کو اس کے دیکھ ہو لرزاں مثالِ بید
صد دیوِ کوہ پیکر و البرز تن کی شاخ

گل گوں سے تیرے بڑھ نہ سکے یک قدم صبا
سو تازیانے مارے نہالِ چمن کی شاخ

ہو تیرا حفظ گر چمن آرائے باغِ دہر
..... سبز ہو نخلِ کہن کی شاخ

مل جائے سارا خاک میں صرصر کا زور و شور
چھیڑے گر آشیانۂ مرغِ چمن کی شاخ

نالاں ہیں تیرے عدل سے خوں ریز اس قدر
مانندِ نے ہو گرمِ فغاں کرگدن کی شاخ

برسائے جب کہ لعل و گُہر تیرا دستِ جود
محتاجِ ابر ہو نہ نہالِ چمن کی شاخ

شاداب آبِ لعلِ یمن سے ہو مثلِ گل
سیراب ہووے آب سے دُرِ یمن کی شاخ
یاں تک ہے پاسِ شرع ترے عہد میں کہ اب
ساغر بہ کف نہ ہووے گلِ خندہ زن کی شاخ
پیدا ہو بادہ خوار کی تعزیر کے لیے
نخلِ کدوے تاک میں صورت رسن کی شاخ
جب تک کہ ہووے گردنِ مینا کی طرح سے
نخلِ نشاط ساقیِ پیماں شکن کی شاخ
نخلِ حیات تیرا تر و تازہ ہو مدام
جوں موسمِ بہار میں نخلِ چمن کی شاخ

قصیدہ ۸

ہیں مرے آبلۂ دل کے تماشا گوہر
اک گُہر ٹوٹے تو ہوں کتنے ہی پیدا گوہر
نظرِ خلق سے چھپ سکتے نہیں اہلِ صفا
تہِ دریا سے بھی جا ڈھونڈھ نکالا گوہر
رزق تو درخورِ خواہش ہے پہنچتا سب کو
مرغ کو دانہ ملا، ہنس نے پایا گوہر
پاک دنیا سے ہیں دنیا میں ہیں گو پاک سرشت
غرق ہے آب میں پر، تر نہیں اصلا گوہر
ہے دلِ صاف کو عزلت میں بھی گردوں سے غبار
گردِ آلودِ یتیمی ہوا تنہا گوہر
کور باطن کو ہو کیا جوہرِ دانش کی شناخت
کہ پرکھتا نہیں جز دیدۂ بینا گوہر
غیرِ پُر مایہ نہ کم مایہ سے ہو ضبطِ ہوس
بہ گیا ژالہ، ہوا لگ کے، نہ پگھلا گوہر

جوہرِ خوب کو درکار ہے آرائشِ خوب
خوب تو آب کی خوبی سے ہے ٹھہرا گوہر

سرکشی کرتے ہیں بے مغز نہ پُر مغز وقار
جز حباب آب سے سر کھینچے نہ بالا گوہر

ربط ناچیز سے کرتے ہیں کوئی پاک نہاد
ہو نہ ہم صحبتِ تارِ رگِ خارا گوہر

دل خراش اور ہے، طاقت دہ دل ہے کچھ اور
کہ نہ گوہر کبھی ہیرا ہو نہ ہیرا گوہر

فیض کو عالمِ بالا کی ہے شرط استعداد
قطرہ یک جا ہے طباشیر، ہے یک جا گوہر

صدق اور کذب پہ ہر نکتے کے ہے شرط نظر
کور کیا جانے یہ سچّا ہے کہ جھوٹا گوہر

صاف باطن کی ہو جب قدر کہ ظاہر ہو درست
مول بھی ٹوٹ گیا، صاف جو ٹوٹا گوہر

ہوتی غربت میں اگر قدر نہ خوش جوہر کی
تو کبھی کان سے باہر نہ نکلتا گوہر

خلشِ خارِ جنوں سے ہے پروتا کیا کیا
ہر قدم پر قدمِ آبلہ فرسا گوہر

دلِ عاشق میں کرے کیوں کہ نہ آنسو سوراخ
اسی الماس سے جاتا ہے یہ بیندھا گوہر

ذوق موقوف کر اندازِ غزل خوانی کو
ڈھونڈھ اس بحر میں اب تو کوئی اچھا گوہر

غوطہ دریائے سخن میں ہے لگانا بہتر
آگے تقدیر سے خرمہرہ ملے یا گوہر

اثرِ مدح سے اس خسروِ دریا دل کی
کر سخن قابلِ گوشِ دلِ دانا گوہر

وہ بہادر شہِ غازی کہ بہ رنگِ نیساں
روز برسائے ہے ابرِ کرم اس کا گوہر

جشن سے اس کے ہے اک فیض کا دریا جاری
بہتے پھرتے ہیں بہ رنگِ کفِ دریا گوہر

زیور آرا ہوں اگر آج چمن میں گل و سرو
بیضۂ قمری و بلبل ہوں عجب کیا گوہر

پہنچے گر گوشِ صدف تک یہ نویدِ عشرت
اتنا بالیدہ بہ خود ہو کہ ہو مینا گوہر

کہتا ہے قطرۂ نیساں بھی کہ اس دور میں کاش
ہوتا میں دانۂ انگور، نہ ہوتا گوہر

جدولِ آب نے کثرت سے حبابوں کی بھرے
مانگ میں مثلِ بتِ خویشتن آرا گوہر

ٹوٹا ہے کشمکشِ عیش سے جو صبح کا ہار
بکھرے شبنم سے ہیں گلزار میں کیا کیا گوہر

گل بشگفتہ میں یہ قطرۂ باراں سے بہار
بھر دیے درجکِ یاقوت میں گویا گوہر

موجِ گوہر میں بھی ہے طرزِ تبسم پیدا
کوئی دم میں روشِ غنچہ ہنسے گا گوہر

رخِ گل رنگ پہ ساقی کے عرق کا قطرہ
کیا تماشا ہے کہ بن جائے ہے مونگا گوہر

قطرۂ آبِ لطافت سے ہے ٹپکا پڑتا
گوشِ خوبانِ سمن بر میں مصفا گوہر

مدح حاضر میں کروں میں کوئی مطلع تحریر
آج ہے خامہ مرا منہ سے اگلتا گوہر

مطلعِ ثانی

آج وہ دن ہے کہ اے خسروِ والا گوہر
کوہ دے نذر تجھے لعل ، تو دریا گوہر

بحر و بر میں ہیں شہا تیرے مہیائے نثار
سیم سے زر تلک اور لعل سے لے تا گوہر

ہو ترے فیضِ قدم سے جو زمیں گوہر خیز
ہو نصیبِ صدفِ نقشِ کفِ پا گوہر

مشتری کہتے ہیں جس کو وہ اٹھا لایا چرخ
ٹوٹ کر جو تری سمرن سے گرا تھا گوہر

صبحِ اقبال و سعادت کا ستارہ چمکا
جو ترے طرّۂ دستار کا چمکا گوہر

تیرے آویزۂ سرپیچ کا اے قبلۂ خلق
صاف قندیلِ درِ مسجدِ اقصا گوہر

حلبِ خُلق میں ہے سینہ ترا آئینہ
عدنِ علم میں ہے قلبِ مصفّا گوہر

پرورش دیوے چمن کو جو ترا ابرِ کرم
موتیا میں عوضِ غنچہ ہو پیدا گوہر

ماہ کہنے کے لیے ہے نہ کہ گہنے کے لیے
تیرے گہنے کا کہوں کیا اسے زیبا گوہر

درفشانی سے تری اتنے گہر ہیں ارزاں
لکھتے ہیں نسخۂ مفلس میں اطبّا گوہر

قطعہ

عکس سے نیّرِ اقبال کے دریا میں ترے
ای محیطِ کرم و جود کے یکتا گوہر

آبِ گوہر ہو تہِ آب یہ اعجاز نما
کفِ دریا کو بنائے یدِ بیضا گوہر

کوہ کا زہرہ کرے آب تری ہیبت عدل
گر یہ من پائے کہیں سنگ نے توڑا گوہر

طبعِ نازک پہ تری بارِ گُہر ہو جو گراں
پوستِ بیضۂ ماہی سے ہو ہلکا گوہر

آبِ دریائے کرم سے ہو جو تیرے سیراب
ابرِ مُردہ سے برسنے لگیں کیا کیا گوہر

آج محفل میں تری وہ گُہر افشانی ہے
لگنِ شمع میں ہیں آنسوؤں کی جا گوہر

دستِ فرّاش میں جاروب ہے ریشِ فرعون
فرش پر تیلیوں میں اُلجھے جو صدہا گوہر

تیرے دورانِ حفاظت میں کہاں رنج و گزند
حق میں بیمار کے تبخانہ ہے لب کا گوہر

افعیِ زلف کے کاٹے کو ہے جوں مہرۂ مار
گوشِ خوباں میں نہیں زلفِ سمن سا گوہر

سینہ صاف کا تری ایک ہی نقشہ دریا
دلِ روشن کا ترے ایک نمونا گوہر

نقرۂ خنگ ترا ایسا بہ رنگِ شفّاف
روبرو جس کی صفائی کے ہو میلا گوہر

غرق دریائے جواہر میں ہے وہ کوہِ گراں
گل ہیں مہندی کی جھڑاں لعل پسینا گوہر

پیل تیرا ہے بلندی میں فلک سے افزوں
جھول میں جس کی ہیں انجم سے زیادا گوہر

لے کے خرطوم میں جو آب ہو وہ قطرہ فشاں
دیوے جوں ابرِ بہاراں ابھی برسا گوہر

ہے ترے قطرۂ پیکاں سے دمِ بارشِ تیر
جگرِ چاکِ عدو میں صدف آسا گوہر

تیرا نیزہ ہے وہ طائر کہ عوض دانے کے
مہرۂ پشت سے دشمن کے ہے چُنتا گوہر

شعلۂ برقِ غضب سے ترے شاہا تہِ آب
مثلِ مریخ ہو اک سرخ ستارا گوہر

مُہر داروں میں ترے ایک ہے ناچیز عقیق
آب داروں میں ترے ایک ہے ادنا گوہر

گرجے گردوں کی طرح سے وہ باآواز مہیب
جوہری جس کو کہ بتلاوے ہے گرجا گوہر

ہو تری کلکِ کرم جب کہ شہا گوہر بار
جیمِ محتاج کے دامن میں ہو نقطا گوہر

قطۂ قافِ قلم سے جو ہو تیرے ہم سر
قاف تک قاف سے ہو بیضۂ عنقا گوہر

سینہ صافی سے ترے ہووے صفا ایسی عام
دلِ کافر میں بھی ہو خالِ سویدا گوہر

ہو جو روشن گرِ عالم ترا نورِ دانش
موے چینی سیں پرویا کرے اعما گوہر

خسروا میں جو کہوں سب ترے اوصاف نکو
تو سدا منہ سے مرے پھول جھڑیں یا گوہر

ذوق کرتا ہے دعائیّہ پر اب ختم سخن
تاکہ ہو سنگ سے لعل، آب سے پیدا گوہر

تا رہے پنجۂ خورشید پہ ہر روز طلا
تا گرہ میں رکھے شب عقدِ ثریّا گوہر

دانۂ انجمِ گردوں سے پروے جب تک
رشتۂ کاہ کشاں میں شبِ یلدا گوہر

جب تلک جوشِ بہاراں سے ہوائے دمِ صبح
ٹانکے شبنم سے سرِ دامنِ صحرا گوہر

ہر برس جشن ترا تجھ کو مبارک ہووے
برسیں نیسانِ کرم سے ترے شاہا گوہر

دوستوں کو ہو ترے گنجِ گُہر روز نصیب
ہو نہ جز اشک سرِ دامنِ اعدا گوہر

قصیدۂ ۹

زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر
عیاں ہو خامے سے تحریرِ نغمہ، جائے صریر

زباں سے ذکر اگر چھیڑیے تو پیدا ہو
نفس کے تار سے آوازِ خوش تر از بم و زیر

ہؤا یہ باغِ جہاں میں شگفتگی کا جوش
کلیدِ قفلِ دلِ تنگ و خاطرِ دل گیر

کرے ہے وا لبِ غنچہ درِ ہزار سخن
چمن میں موجِ تکلّم کی کھول کر زنجیر

کچھ انبساطِ ہوائے چمن سے دور نہیں
جو وا ہو غنچۂ منقارِ بلبلِ تصویر

قفس میں بیضے کے بھی شوقِ نغمہ سنجی سے
عجب نہیں کہ ہو مرغِ چمن بلند صفیر

اثر سے بادِ بہاری کے لہلہانے میں
زمیں پہ ہم سرِ سنبل ہے موجِ نقشِ حصیر

نکل کے سنگ سے گر ہو شرارہ تخمِ فشاں
تو سبز فیضِ ہوا سے ہو وہ بہ رنگِ شعیر

زمیں پہ گرتے ہی لے آئے دانہ برگ و ثمر
جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابرِ سیاہ
کہ جیسے جائے کوئی بیلِ مست بے زنجیر

نہ خارِ دشت ہے نرمی میں خوابِ مخمل ہے
ہر ایک تارِ رگِ سنگ بھی ہے تارِ حریر

ہوا میں ہے یہ طراوت کہ دودِ گلخن بھی
برستا اٹھتے ہے آتش سے مثلِ ابرِ مطیر

یہ آیا جوش میں بارانِ رحمتِ باری
کہ سنگ سنگ میں سنگِ یدہ کی ہے تاثیر

ہر ایک خار ہے گل، ہر گل ایک ساغرِ عیش
ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر

ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوشاب
ہر اک گہر گہرِ شب چراغ پُر تنویر

کرے ہے صبح شکر خندہ اس مزے کے ساتھ
کہ جس طرح بہم آمیختہ ہوں شکّر و شیر

سنوارتی ہے جو شام اپنی زلفِ مشکیں کو
سوادِ مشکِ ختن پر ہے لاکھ آہو گیر

نہالِ شمع سے ہر شب چنے گلِ شبّو
بہارِ عیش میں گلچیں کی طرح سے گل گیر

ہنسے چراغ تو ایسے ہنسی میں پھول جھڑیں
حیا سے رنگِ گلِ آفتاب ہو تغئیر

رہے ہے چرخ پہ ہر صبح جوں صبوحی کش
بہ ایں درازیِ ریش آفتابِ ساغر گیر

عجب نہیں ہے کہ آرائشِ زمانہ سے
حنائی پنجے ہوں تاک و چنار و بید انجیر

چمن میں ہے یہ درختانِ سبز پر جوبن
کہ زہر کھاتے ہیں سبزانِ خطّۂ کشمیر

نہ کیوں کہ دیکھ کے گلشن کو یہ پڑھوں مطلع
کہ آئی ہے نظر اک قدرتِ خدائے قدیر

مطلعِ ثانی

ظہورِ نرگس و گل جلوۂ سمیع و بصیر
نسیم و نکہتِ گل مظہرِ لطیف و خبیر

شمیمِ عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگیں
کہ قرصِ عنبر اگر ہے زمیں تو گرد عبیر

حمل سے حوت تلک جا بہ جا ہیں تصویریں
بنا ہے عالمِ بالا بھی عالمِ تصویر

جہاتِ ستّہ سے بزمِ جہاں ہے وسعت خواہ
کہ ہے ہجومِ نشاط و سرورِ جمِ غفیر

زمانہ دشمنِ عشرت کا اس قدر قاتل
مہِ صیام کو دیکھے نہ کوئی بے شمشیر

ہوا ہے مدرسہ یہ بزم گاہِ عیش و نشاط
کہ 'شمس بازغہ' کی جا پڑھیں ہیں 'بدر منیر'

اگر پیالہ ہے 'صغریٰ' تو ہے سبو 'کبریٰ'
'نتیجہ' یہ ہے کہ سرمست ہیں صغیر و کبیر

زمینِ میکدہ یہ خندۂ نشاط انگیز
کہ لائے مے سے ہو دیوارِ قہقہہ تعمیر

دیا ہے رنج کو دھو تیرے غسلِ صحت نے
ضمیرِ خلق سے اے بادشاہِ پاک ضمیر

عجب نہیں یہ ہوا سے کہ مثلِ نبضِ صحیح
کرے اگر حرکتِ موج چشمۂ تصویر

شہنشہا! ترے یُمن شفائے کامل سے
جو لاعلاج مرض تھے وہ ہیں علاج پذیر

کہ چوبِ گل کو اگر ماریں بیدِ مجنوں پر
تو صورتِ بشرِ ہوش مندِ خوش تقریر

اشارہ فہم ہو ایسا کہ وہ بیان کرے
زبان برگ سے گونگے کے، خواب کی تعبیر

جو میلِ کحلِ بصارت ہو کلکِ خطِّ غبار
تو چشمِ دائرۂ عین بھی ہو چشمِ بصیر

نہ موج مے کو ہو پیچش نہ شیشہ لے ہچکی
گئی جہاں سے یہ بیماریِ فواق و زحیر

نہ برق کو تپِ لرزہ نہ ابر کو ہو زکام
نہ آب میں ہو رطوبت نہ خاک میں تبخیر

بدل گئی ہے حلاوت سے تلخیِ دارو
شرابِ تلخ بھی ہو مے کشوں کو شربت و شیر

وی ہے قوتِ تاثیر سے دوائے طبیب
غنی قبول کی دولت سے ہے دعائے فقیر

قطعہ

شکستِ دل کو ترے یُمن تندرستی سے
کرے درست اگر مومیائیِ تدبیر
تو موے کاسۂ چینی کو چارہ سازِ قضا
نکالے کاسۂ چینی سے مثلِ موے خمیر
کُھجائے سر جو کبھی مفسدانِ سرکش کا
علاجِ خارشِ سر ہو بہ ناخنِ شمشیر
بنا ہے نقشِ شفاخانۂ ہزار شفا
ہر ایک خانۂ تعویذ صاحبِ تکبیر
ہر ایک اسم عزیمت میں اسم اعظم ہے
ہر ایک نسخہ شفا میں ہے نسخۂ اکسیر
رہا نہ کوئی گرفتارِ رنج عالم میں
چھٹے جو تیرے تصدّق میں مجرمانِ اسیر
شہا ہے دم سے ترے زندگانیِ عالم
یہ تیرا دم ہے وہ اعجازِ عیسوی تاثیر
مثالِ خضر تو اے رہنماے ملّت و دیں
جہاں میں پیر ہو پر ہو کرامتوں سے پیر
تو وہ ہے حامیِ دنیا و دیں زمانے میں
کہ تجھ سے زیب ہے دنیا کو ، دین کو توقیر
کیا شہانِ سلف نے مسخّر ایک جہاں
کیے ہیں تو نے شہنشاہِ دو جہاں تسخیر
سحر سے شام تلک زرفشاں ہے پنجۂ مہر
نثار کرتا ہے ہر روز ایک گنجِ خطیر
فلک پہ کرتا ہے ہر شب ادا جو سجدۂ شکر
نشانِ سجدہ ہے زیبِ جبینِ ماہِ منیر

یہ روزبہ سے ترے ہے جوان جہانِ کہن
کبھے نہ کوئی دو شنبے کو بھی جہاں میں پیر

(قطعہ)

حیات بخشِ جہاں تیرا مژدۂ صحت
جو بخشے خلق کو عمرِ طویل و عیشِ کثیر

ہزاروں سال سرِ ہر صدی نکال کے دانت
ہنسیں اجل پہ جوانوں کی طرح مردمِ پیر

جہاں کو یوں تری صحت کے ساتھ ہے صحت
صحیح جیسے کہ قرآن ہو معِ تفسیر

یہ وہ خوشی ہے کہ فربہ ہوں جس سے روز بروز
ہلال بست و نہم کی طرح بدن کے حقیر

پڑھوں ثنا میں تری اب وہ مطلعِ روشن
کہ جس کا مطلعِ خورشید بھی نہ ہووے نظیر

مطلعِ ثالث

شہنشہا! وہ تری روشنیِ رائے منیر
عقولِ عشرہ کے انوار جس کے عشرِ عشیر

جو ہو نہ تابع امرِ "تشاور فی الامر"
تو عقلِ کل کو کرے تو نہ ہرگز اپنا مشیر

جو ہیں نکات و معانی بشر کی فہم سے دور
وہ تیرے ذہن میں موجود سب قلیل و کثیر

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظے میں تو یہ
نہ اپنا یاد ہے احساں، نہ اور کی تقصیر

جو ہے حیا متعلق تری نگاہ کے ساتھ
تو ہے صفائی کی جانب تری صفا کی ضمیر

ق

چلے نہ اشرفی آفتاب عالم میں
خطِ شعاع سے اس پر جو ہو نہ یہ تحریر

"ابو ظفر، شہِ والا گہر، بہادر شاہ
سراجِ دینِ نبی سایۂ خدائے قدیر

شہِ بلند نگہ، شہریارِ والا جاہ
خدیوِ مہر کلہ، خسروِ سپہر سریر"

رقم میں گر ترے انصاف کی قصور کرے
زبانِ خامہ عطارد کی ناک میں دے تیر

زمیں ہو سبز جو تیرے سحابِ بخشش سے
تو بوٹی بوٹی سے ہر خاک کی بنے اکسیر

ق

بہ چشم مہر اگر تیرا نیّرِ اقبال
کرے نگاہ سرِ آبِ جو و آبِ غدیر

تو فلس فلس سے ہو ماہیوں کے وقتِ شکار
نگینِ دستِ سلیماں بدستِ ماہی گیر

نہ ہے ثنا کے لیے تیری اختتام و تمام
نہ ہے دعا کے لیے تیری انتہا و اخیر

مگر یہ ذوقِ ثنا سنج و مدح خواں تیرا
غلام، پیرِ کہن سال اک فقیرِ حقیر

کرے ہے دل سے دعا یہ صدا فقیرانہ
سنا ہے جب سے کہ رحمِ خدا دعائے فقیر

الٰہی! آب پہ ہو تا زمیں، زمیں کو ثبات
زمیں پہ تا ہو فلک کو ہو تدویر

فلک پہ چھوڑے نہ تا دامنِ مسیح حیات
زمیں پہ خضر کی تا ہو فنا نہ دامن گیر
عطا کرے تجھے عالم میں قادرِ قیّوم
بہ جاہ و دولت و اقبال و عزت و توقیر
تنِ قوی و مزاجِ صحیح و عمرِ طویل
سپاہِ وافر و ملکِ وسیع و گنجِ خطیر
جہاں مسخر و عالم مطیع و خلق مطاع
فلک مؤیّد و اختر معین و بخت نصیر

قصیدہ ۱۰

ہے وہ مے داروے جاں ، نافعِ اعضا و حواس
کہ دلِ مردہ ہو زندہ ، تنِ بے حس حسّاس
قطرۂ مے سے ترقّیِ حواسِ خمسہ
یوں ہو جس طرح کہ اک نقطے سے ہوں پانچ پچاس
ہووے اس روغنِ کبریت سے مثلِ زرِ سرخ
رنگِ رُخسار جو کلفت سے ہو ہم رنگ نحاس
خشک مغزوں کو جو ہو بوے گلاب اس کی بُو
تر دماغ اتنا ہو دم لینے نہ دے فرطِ عطاس
قلبِ ماہیت اگر اس سے نہ بالکل ہو تو کیوں
قلبِ انساں میں تہوّر سے مبدّل ہو ہراس
اس کی دولت سے عجب کیا دلِ مفلس ہو غنی
کہ ہے یہ شربتِ دینار علاجِ افلاس
دیوے ساقی جسے اک جام وہ دعوے سے کہے
آج جو پاس ہے میرے نہیں جمشید کے پاس
اللہ اللہ رے تری مستی و بالا دستی
مست کو قصد کہ کر لولیِ گردوں سے مساس

سلسبیل آ کے اگر خلد سے ہو آبِ سبیل
کبھی سے نوش کہ بجھتی ہے کوئی اس سے پیاس

زندگانی سے ہے مقصود شراب و ساقی
اور باقی تو ہے سب وہم و خیال و وسواس

زندگی چند نفس ہے، کہو زاہد سے کہ تو
پاس کر عیش کا، کیا کرتا ہے پاسِ انفاس

بیٹھ گوشے میں نہ تو چھوڑ کے اس جلسے کو
دیکھ رندانِ خرابات نشیں کا اجلاس

سے نہیں برقعِ مینا میں، مگر جلوہ فروز
اک پری مہر لقا ہے شفقی رنگ لباس

اے خنک دل کبھی تو اس سے ہو سرگرمِ نشاط
غم کو جا دل میں نہ دے جی کو نہ رکھ اپنے اداس

دل جو گھر غم کا ہو کیا اس میں ہو سرمایۂ عیش
وہ مثل ہے کہ کہاں گھونسلے میں چیل کے ماس

دلِ پُر وسوسہ کی ہوتی ہے مے سے واشد
کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفلِ وسواس

میں یہ کہتا ہی تھا جو دل نے مرے مجھ سے کہا
توبہ کر توبہ، نہ کر اتنی زیادہ بکواس

ایسی مردار بد افعال کا تُو نام نہ لے
حامیِ شرع ہے وہ بادشہِ پاک انفاس

شاہِ دیں دار بہادر شہِ غازی جس نے
خانۂ توبہ و تقویٰ کو کیا محکم اساس

دور میں اس کے ہو گر مرتکبِ مے کوئی
کرے ہر قطرہ کلیجے میں خراشِ الماس

مے اگر آبِ بقا بھی ہے تو ہے وہ زہراب
جس کے پینے سے ہو جینے ہی سے میخوار کو یاس

دھووے اس عہد میں گر زخم کو مے سے جرّاح
تو رہے حشر تلک سوزش و درد و آماس

کہتے اس آبِ شر انگیز کو ہیں آج بشر
کہ یہ روغن ہے سرِ آتشِ شرِّ خنّاس

تا نہ باقی رہے مے اور نہ مے میں مستی
توڑتا سنگِ نمک سے ہے وہ شیشے کا گلاس

احتساب اس کا جو دے سنگ پہ شیشے کو پٹک
تو صدا ہو نہ بلند اس سے بہ جز حمد و سپاس

مدح حاضر میں پڑھوں اس کے میں کوئی مطلع
کہ سخن فہم و سخن رس کا ہے وہ قدر شناس

مطلع ثانی

نطقِ شیریں وہ ترا شہد کہ ہر درد کو راس
شان میں جس کی شہا 'فیہ شفاء للنّاس'

ہندوِ زلف کے ہے پاس سدا مصحف رخ
عہد میں تیرے ہے کافر کو بھی اسلام کا پاس

مومیائی ہو حمایت تری اس کے حق میں
سخت گیری سے فلک توڑے کسی کی گر آس

بوٹی اکسیر کی اور پارس اگر ہاتھ آوے
بل بے ہمت، ترے نزدیک یہ پتھر ہے وہ گھاس

چمن دہر میں نرگس بھی تری بخشش سے
رکھتی اک کاسۂ زریں ہے اور اک سیمیں طاس

کیا عجب فیض سے گر ابرِ کرم کے تیرے
بیدِ مجنوں میں ہو پیدا ثمرِ سیب و گلاس

تیری شمشیر کے آگے نہیں رکھتی ہرگز
مغربی تیغ مہ نو کی شہا رتبۂ داس

فیض تعلیم سے تیرے ہو جو منکر انسان
احمق۔ الناس اسے جانیے بلکہ نسناس

لوح تقدیر کے لکھے کو پڑھے حرف بہ حرف
تربیت سے تری امّی بھی ہو یہ حرف شناس

یوں ترا حاسد پُر عیب ہے عالم میں حقیر
اسپِ بد فال کوئی جیسے میانِ نخّاس

دیکھے آہو کو جو ضیغم تو وہیں عدل ترا
ڈھانک دے آنکھوں کو اس کی روشِ گاوِ خراس

زہے خورشید کے طالع کہ شعاع خورشید
دم تزئیں ترے گھوڑے پہ لگے جاے قطاس

ایسا چالاک کہ اس طرح سے اڑ جاتا ہے
جس طرح عاشقِ دل باختہ کے ہوش و حواس

پہنچے اس رخشِ فلک سیر، زمیں پیما کو
نہ منجّم کا خیال اور نہ مہندس کا قیاس

ترا ہاتھی ہے فلک، کاہکشاں ہے خرطوم
کان دونوں مہ و خور، دم ہے ذنب سر ہے راس

ذنب و راس وہ جن سے ہوں سیہ بخت عدو
ماہ و خور وہ کہ ہواخواہ ہوں روشن انفاس

رنگ ہاتھی کا سیہ اور ہیں دانت اس کے سفید
دھتا ہے دیکھ کے یہ ظلمت و نور اپنا قیاس

طرفہ صنعت سے لپیٹا ہے شبِ یلدا نے
صفحۂ صبحِ منوّر کو مثالِ قرطاس

ختم کرتا ہے سخن ذوق دعا پر اس طرح
تا ہوں دریا میں گُہر، کان میں پیدا الماس

تو شہِ بحر و بر اے شاہِ سکندر فر ہو
دے خدا عمرِ خضر تجھ کو حیات الیاس

عید ہر سال ہو فرّخ تجھے باعیش و نشاط
تو ہمیشہ رہے خوش اور ترا بدخواہ اداس

قصیدہ ۱۱

(بیان ذوق در مبارک بادیِ عید)

شاہا ترے حضور میں خواہاں صد شرف
گر عید یک طرف ہے تو نوروز یک طرف

یک سو کرے ہے تہنیت آغاز مشتری
یک سو ہے زہرہ نغمہ سرا لے کے چنگ و دف

فتنے کو امن کہتا ہے تیرا کہ لاتقم
عالم کو حفظ کہتا ہے تیرا کہ لاتخف

نیسانِ جود تیرا اگر ہو گُہر فشاں
ہو قدرِ دُرِ بیش بہا کم تر از خزف

تیرا دلِ صفا دمِ ایقان و معرفت
آگاہِ رمزِ لؤکشف و سر من عرف

تو باعثِ تفاخرِ شاہانِ روزگار
تو وجہِ اعتبار سلاطینِ با سلف

یہ ذوق کی دعائے اجابت قریں شہا
اس ساعتِ خجستہ میں ہے تیر بر ہدف

جب تک ہمیشہ عید کے دن عیدگاہ میں
بہرِ نمازِ عید مسلماں ہوں صف بصف

اور جب تک آفتاب بھی نوروز کو پھر آئے
طے کر کے سب بروج سوے خانۂ شرف
نوروز و عید دونوں ہوں فرخ تجھے مدام
با حرمتِ نبی و بہ حقِ شہِ نجف

قصیدہ ۱۲

ایک خورشید لقا طرفہ جوانِ ارشق
تابِ رخسارِ فلق سرخیِ رخسارِ شفق
وہ جبیں ماہ جبیں اُس پہ خط چینِ جبیں
تھی وہ انگشتِ نبی جس نے کیا ماہ کو شق
کرے دو ٹکڑے جگر کھینچ کے ابرو تلوار
باندھ کر کھینچ لے دل زلفِ مسلسل کی دہق
تیرانداز جو مژگاں تو ادا دشنہ گداز
چشم ابلق ، تو نگہ ترک سوارِ ابلق
غمزہ و ناز و کرشمہ وہ بلا غارت گر
کہ نہ چھوڑیں تنِ عشاق میں جاں ایک رمق
سرو قامت ، سمن اندام ، گلستاں رخسار
ہونٹ گل برگ ، دہن غنچہ و بینی زنبق
سرو قامت سے اگر اُس کے ہو طوبٰی سرکش
راست ہاں راست ہے یہ ''کُل طویل احمق''
شکر آمیختہ بادامِ مقشّر دندان
سیبِ فردوس زنخداں ، لبِ خنداں فستق
کھلنا اُس کے دہنِ تنگ کا ایسا مشکل
جیسے دشوار ہو مفہومِ کلامِ مغلق
مصحفِ روے کتابی کو جو دیکھو اس کے
تو کہیں صورتِ اخلاص نہ پاؤ مطلق

لوحِ رنگیں سے نہ زیبا ہو بیاض گردوں
تاکہ ہو سرخیِ شنجرف نہ خونِ ناحق

دست و بازو و بر و دوش عجب صبح بہار
پنجہ ، وہ پنجۂ خورشید و حنا رنگِ شفق

سینہ تا ناف صفا آبِ گُہر کا دریا
ناف اک عکس ذقن اس میں بجائے زورق

نازک ایسی کمر اس کی کہ سمجھنا مشکل
جس طرح شعرِ خیالی میں ہوں معنئی ادق

ہے گراں اس پہ نزاکت سے ، نہ باندھے ہرگز
گر ہو تارِ نظرِ دیدۂ عنقا منطق

اس کا زانو وہ مصفّا کہ اگر دیکھے اسے
آئنہ آبِ خجالت میں رہے مستغرق

کیا کہوں ساقِ بلوریں کی صفائی اس کی
شمع گر دیکھے اسے شرم سے آ جائے عرق

قد جو گلبن تو وہ پاؤں کے حنائی ناخن
نیچے گلبن کے پڑے بکھرے ہوئے گل کے ورق

آ کے بالیں پہ وہ طنّاز سراپا انداز
مجھ سے یہ کہنے لگا کیوں ہے تو غمگیں ناحق

مژدۂ عید سے ہے گلشنِ عالم میں بہار
نغمۂ عیش سے ہے بزمِ جہاں میں رونق

دوش پر سروِ لبِ جُو کے ہے اک سبز قبا
بر میں لالے کے بھی گلشن میں ہے گلگوں یلمق

جوش سبزہ سے ہے وہ فرشِ سرِ صحنِ چمن
کوئی مخمل اسے کہتا ہے کوئی استبرق

باغِ عالم میں ہے یہ جوشِ بہارِ عشرت
ٹپکے ہے نخل سے مستی میں ہمیشہ راوق

تو بھی کر تہنیتِ عید کا اس کی ساماں
کہ وہ ہے خسروِ دیں حامیِ دینِ برحق

وہ بہادر شہِ غازی کہ دمِ معرکہ ہوں
اس کے تیروں کے ہدف اس کے حسودوں کے حدق

مدح اس کی ہے مناسب تجھے بلکہ انسب
یعنی توصیف کے لائق ہے وہ بلکہ الیق

سن کے یہ میں نے لکھا مدح میں اس کی مطلع
جس پہ احسنت کہیں مجھ کو لبید و عمق

مطلعِ ثانی

تو ہے وہ نائبِ ختمِ رسل اے سایۂ حق
کہ ترے سایے میں ہے گلشنِ دیں کو رونق

مطلعِ ثالث

ابرِ رحمت کا ہے سایہ ترا اے سایۂ حق
کیوں کہ سایے میں ترے ہو نہ جہاں کو رونق

کس کا مقدور کہ سرتاب ترے حکم سے ہو
جو ترا امر ہے الحق جو کہے تو صدق

ذکرِ حق سے کوئی خالی نہیں، تیرا ہے وہ دور
کرتا میخانے میں ہے شیشۂ مے بھی حق حق

گر کرے نشو و نما نامیۂ فیض ترا
گل جو ہو شمع سے پیدا تو گلاب و زنبق

حرف ہیبت کا ترے کوئی زباں پر آیا
ہوگئی وقتِ کتابت جو زباں خامے کی شق

نطقِ شیریں سے ترے ہووے حلاوت گر عام
کام میں خلق کے بورا ہو بجائے بورق

ناتوانوں کو جو دے زور حمایت تیری
مارے لات آڑ کے سرِ پیلِ دماں بچۂ بق

کہتے ہیں برقِ جہاں جس کو وہ ہے ایک ادنا
توپ خانے میں ترے توپ پہ زریں بیرق

کوتہی جس پہ کرے کاہ کشاں کی بھی کمند
وہ تری ہمتِ عالی کا ہے عالی جوسق

قطرہ افشاں ہو اگر تیرا سحابِ ہمت
بوٹی اکسیر کی پیدا ہو بجائے سرمق

کرتا ادنیٰ کو جو اعلیٰ نہ ترا منصوبہ
پاتا شطرنج میں فرزیں کا نہ رتبہ بیذق

کرتا اک جست میں ہے ماہیِ گردوں کو شکار
طائرِ تیرِ ہوائی ترا مثلِ لق لق

(قطعہ)

اے شہِ داد گر! اے خسروِ انصاف پرست!
اللہ اللہ رے عدالت کا تری نظم و نسق

اتنا عالم میں حذر خوں سے ہے خوں خواروں کو
خونِ فاسد کو بھی ہرگز نہ کرے نوش علق

پرتو افگن ہو اگر روشنیِ طبع تری
برق آئینہ ہو اور سنگِ سیہ ہو ابرق

مشتری بھی ترے شطرنج کا ہے اک مہرہ
آفتاب ایک ترے گنجفے کا گر ہے ورق

قطعہ

ابر ہے گرچہ مثالِ نمدِ نم دیدہ
گر تری برقِ غضب جھاڑ دے اس پر چق مق
تو شتابے سے بھی جل اٹھے زیادہ وہ شتاب
آگ لگ جانے میں دیر اس کے نہ ہووے مطاق
تیرے توسن میں وہ جلدی کہ اگر چھیڑ دے تو
یوں وہ اڑ جائے کہ جیسے سرِ آتش زنبق

قطعہ

شمس کو پہنچے تری رائے سے یوں شرق میں نور
تو ہو مغرب میں گر اے پرتوِ نورِ مطلق
جس طرح روشنیِ قلب سے اہلِ اشراق
عرصۂ دور سے شاگرد کو دیتے ہیں سبق
ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر اس طرح
تاکہ ہوں ارض و سما دونوں طبق زیرِ طبق
ہووے ہر سال مبارک تجھے عیدِ رمضاں
اور دشمن کو رہے تیرے سدا رنج و قلق

قصیدہ ۱۳

ہے آج جو یوں خوش نما نورِ سحر رنگِ شفق
پرتو ہے کس خورشید کا نورِ سحر رنگِ شفق
یہ جوشِ نسرین و سمن یہ لالہ و گل کا چمن
گلشن میں گویا چھا گیا نورِ سحر رنگِ شفق
ہر سرو قد غنچہ دہن زیبِ چمن شانِ چمن
ہر سیم بر گلگوں قبا نورِ سحر رنگِ شفق
افشاں جبیں پر سر بسر مہتاب و انجم جلوہ گر
اور گورے ہاتھوں میں حنا نورِ سحر رنگِ شفق

ب پر تبسم ہے کہ ہے جوشِ بہار و موجِ گُل
دندانِ پاں خوردہ ہیں یا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر مجمعِ پیر و جواں اک طرفہ مشرق ہے کہ واں
روشن دل و رنگیں ادا نورِ سحر رنگِ شفق

جامِ بلوریں میں ہے یوں عکسِ شرابِ لالہ گوں
ہو جیسے کیفیّت فزا نورِ سحر رنگِ شفق

حسنِ گلِ مہتاب نے جوشِ گلِ سیراب نے
کیا باغ میں چمکا دیا نورِ سحر رنگِ شفق

دیکھے چمن میں برگِ گُل آلودہ شبنم سے جو کُل
خجلت سے پانی ہو گیا ، نورِ سحر رنگِ شفق

ہے شوق کو بالیدگی ، ہے ربط کو چسپیدگی
کس رنگ ہوں مل کر جدا نورِ سحر رنگِ شفق

ساقی مئے عشرت سے بھر ساغر کہ ہے اس رنگ پر
آب و ہوا جاے فضا نورِ سحر رنگِ شفق

جشنِ بہادر شاہ ہے ، روزِ علوے جاہ ہے
ہے اس لیے بہجت فزا نورِ سحر رنگِ شفق

وہ خسروِ روشن گُہر جس کو خجل ہوں دیکھ کر
ماہ و ثریّا و سہا ، نورِ سحر رنگِ شفق

اک صاف مطلع میں لکھوں اور وہ ثنا سے رنگ دوں
ہو دیکھ کر غرقِ حیا نورِ سحر رنگِ شفق

مطلعِ ثانی

روکش ہو تیرے رخ سے کیا نورِ سحر رنگِ شفق
ذرّہ ہے تیرے فیض کا نورِ سحر رنگِ شفق

اے آفتابِ عزّ و شاں تیری جبیں سے ہے عیاں
نورِ یقیں رنگِ حیا ، نورِ سحر رنگِ شفق

روشن بیانی سے تری رنگیں کلامی سے تری
شرمندہ ہوتا ہے سدا نورِ سحر رنگِ شفق

وہ سیم گوں ایواں ترا وہ سائباں رنگیں کھنچا
لیں وام اب جس سے صفا نورِ سحر رنگِ شفق

فانوسِ شیشہ لعل گوں روشن تری محفل میں یوں
گویا کہ شیشے میں بھرا نورِ سحر رنگِ شفق

انصاف نے تیرے شہا سیماب و آتش کو کیا
یوں جمع جیسے ایک جا نورِ سحر رنگِ شفق

تیری امان و حفظ سے ہو جائے حق میں شمع کے
نارِ خلیل آبِ بقا، نورِ سحر رنگِ شفق

خورشید تجھ سے فیض کو پہنچے تو مشرق میں نہ ہو
جز دُرّ و لعلِ بے بہا نورِ سحر رنگِ شفق

جس پر کہ تو ہووے غضب ہو اسکے حق میں کیا عجب
سیلِ فنا برقِ بلا، نورِ سحر رنگِ شفق

شمشیر کی تیری چمک خونِ عدو سے یک بہ یک
دکھلائے ہے روزِ وغا نورِ سحر رنگِ شفق

پیکان تیرا لالہ گوں منہ سُرخ سوفاروں کے یوں
گویا لگا کر پر اڑا نورِ سحر رنگِ شفق

جلوہ ہے تیری مہر کا شعلہ ہے تیرے قہر کا
ہے جس کو عالم جانتا نورِ سحر رنگِ شفق

اسپِ حنا بستہ ترا وہ نقرہ خنگِ بادپا
غیرت سے جس کی اڑ گیا نورِ سحر رنگِ شفق

اب ذوق کی ہے یہ دعا جب تک رہے شاہنشہا
خورشید و مہ، ارض و سما، نورِ سحر رنگِ شفق

جب تک لباسِ دہر کو صابون اور شنجرف ہو
زینت دہِ صبح و مسا نورِ سحر رنگِ شفق
ہر جشن فرخ ہو تجھے اس طرح آب و تاب سے
ہوں تیرے محتاجِ ضیا نورِ سحر رنگِ شفق
شاہا زمانے میں ہو تو باآبرو اور سرخ رُو
ہو جلوہ گر مشرق سے تا نورِ سحر رنگِ شفق
دشمن کا تیرے منہ ہو فق اور خوں بھرے دل ہو کے شق
دیکھے نہ وہ اس کے سوا نورِ سحر رنگِ شفق

قصیدہ ۱۴

طرب افزا ہے وہ نوروز کا نارنجی رنگ
دیکھ کر بھاگے جسے رنج ہزاروں فرسنگ
بل بے بالیدگیِ عیش کہ برگِ گل پر
قطرہ شبنم کا ہے مینائے شرابِ گل رنگ
واہ کیا گلشنِ آفاق میں ہے جوشِ بہار
چہچہے کرنے لگے بلبلِ تصویرِ فرنگ
کلکِ نقاشیِ قدرت سے گلستاں میں ہے آج
تختۂ لالہ و گل صفحۂ نقشِ ارژنگ
خسروا! تو نے کیا آج وہ جشنِ نوروز
دیکھ کر جس کے تجمّل کو ہو جمشید بھی دنگ
ہے تری بزمِ طرب میں پئے رسمِ نوروز
صورتِ بیضۂ رنگیں فلکِ مینا رنگ
مشک افشاں ہو جہاں میں جو تری نکہتِ خُلق
نافِ آہوئے ختن سے نہ ہو کم داغِ پلنگ
بلکہ ہو جوشِ بہارانِ کرم سے تیرے
کیا عجب شاخ میں آہو کی گلِ رنگا رنگ

تیرے انصاف سے ہے بزمِ جہاں میں شاہا
شمع گل گیر سے اور شمع سے محفوظ پتنگ
ہو اگر شعلہ فشاں تیری ذرا آتشِ قہر
تو سمندر رہے پانی میں بجائے خرچنگ

ق

زیرِ ران تیرے ہے وہ توسنِ چالاک کہ تُو
چھیڑ دے ایک ذرا اس کو جو وقتِ صفِ جنگ
یوں کرے جست کہ جیسے سرِ میدانِ نبرد
منہ سے اڑ جائے حریفوں کے ترے خوف سے رنگ
رکھتی سرعت ہے تپِ لرزۂ ہیبت سے تری
نبضِ محموم کی مانند جبل میں، رگِ سنگ
مرغِ دل کو ترے دشمن کے قفس ہے سینہ
اور جگہ چوب قفس کے ہے ترا تیرِ خدنگ
ہووے حاسد کو نہ آزارِ حسد سے صحت
تاکہ دارو نہ پیالے میں بھرے تیری تفنگ
مفسد و حاسد و غمّاز عدوے سرکش
زیرِ شمشیرِ غضب تیرے ہوں چاروں چورنگ
آ نہیں سکتے بیاں میں ترے اوصاف تمام
ہوتا ہے قافیہ سنجوں کا یہاں قافیہ تنگ
کرتا اس رنگ سے ہے ختمِ سخن دے کے دعا
ذوق جو ہے ترا مدّاح محبِ یک رنگ
گلشنِ دہر میں ہر سال مبارک تجھ کو
جشنِ نوروز بہ ہر رنگ بہ تاج و اورنگ
اور ترے حاسدِ بدبیں کو دکھائیں لاکھوں
خسروا! روز نئے رنگ فلک کے نیرنگ

قصیدہ ۱۵

حبّذا ساقیِ فرخ رخ و خورشید جمال
مرحبا مطربِ ہاروت فن و زہرہ خصال

بارک اللہ کہ دُر افشاں ہے تو اے ابرِ بہار
خیر مقدم کہ خراماں ہے تو اے بادِ شمال

للہ الحمد لبالب ہے مئے عیش سے جام
شکر للہ زرِ گل سے ہے چمن مالامال

جوشِ روئیدگیِ سبزہ سے ہو جائے گا سبز
گل زمینِ چمنِ حسن میں تا دانۂ خال

شررِ تیشۂ فرہاد سے پیدا ہوئے گل
بل بے جوشِ گلِ خود رو سرِ دامانِ جبال

جوش فوّارہ ہے واں کثرتِ تارِ بارش
سرِ مجنوں کے تھے آلودہ جہاں گرد سے بال

کیا عجب رحمتِ باری سے کہ وقتِ باراں
ابرِ مردہ سے بھی ہو قطرہ فشاں آبِ زلال

معجزِ باد سے مانند عصائے موسیٰ
شجرِ خشک بھی ہو جائے تر و تازہ نہال

ذوق مستی سے ہے طاؤس چمن میں رقاص
شوقِ آہنگ سے ہے سرو پہ قمری قوّال

شور بلبل بھی یہ رکھتا ہے نمک آج کہ گل
بن گیا کثرتِ شبنم سے نمک داں کی مثال

دیتی ہے طاقتِ پرواز یہ کیفیتِ مے
اس ہوا میں ہے بطِ مے کہ اڑوں بے پر و بال

ہے یہ وہ دور کہ ہر صوفیِ صافی مشرب
رقصِ مستاں میں رہے وجد کناں شامل حال

بے دموں کو ہو جو نے چارہ گرِ عیسیٰ دم
شمعِ مردہ کی رگِ تار سے کھولیں قیفال

پُتلیاں ناچتی ہیں چشم کے گھر میں بے ساز
جنبشِ دستِ مژہ دے ہے اس انداز سے تال

اللہ اللہ رے سرسبزیِ گلزارِ جہاں
آج یک رنگ ہے رنگ و روشِ خضر و بلال

ہوں قلم ہاتھ اگر کوئی لکھے خطِ غبار
صفحۂ دہر پہ کیا دخل کہ ہو گردِ ملال

روزِ جشن آج ہے اُس کا کہ جسے کہتی ہے خلق
نائبِ ختمِ رسل ، ظلِّ خدائے متعال

وہ بہادر شہ غازی کہ اگر تیغ اُس کی
اپنی دکھلائے چمک چرخ پہ کٹ جائے ہلال

وہ نکو خُو و نکو رُو و خجستہ منظر
وہ بلند اختر و فرّخ روش و فرّخ فال

وہ مسیحا دم و یوسف رخ و داؤد الحان
وہ سلیمان وش و موسیٰ کف و صالح اعمال

چمنِ خلق و نسیمِ کرم و ابرِ سخا
چشمۂ فضل و ہنر کانِ عطا ، بحرِ نوال

آسمانِ جاہ و عطارد قلم و مہر علم
مشتری دانش و مہ بینش و مریخ جلال

خسروِ جم حشم و داورِ کسریٰ انصاف
شاہِ دارا دل و سلطانِ سکندر اقبال

مدحِ حاضر میں پڑھوں اُس کی وہ مطلع جس سے
ہم سری کی نہ رکھے مطلعِ خورشید مجال

(مطلعِ ثانی)

ہو تری ایک نظرِ فیض سے ناقص کو کمال
مہر سے گر مہِ کامل ہو دو ہفتے میں ہلال

نیّرِ جاہ ترا وہ جسے تا دورِ فلک
نہ کسوف و نہ غروب و نہ ہبوط و نہ زوال

آگے بخشش کی ترے خرمن در یک دانہ
آگے ہمّت کے تری کوہِ طلا یک مثقال

ہووے جوں چادرِ مہتاب گلیم شبِ تار
رخِ پر نور جو تو پونچھ کے جھاڑے روماں

جام سے قطرہ جو ٹپکا تو معلّق ہی رہا
دستگیری نے لیا تیری جو گرتوں کو سنبھال

گر ترے قہر کی گرمی تپِ محرق بن جائے
لبِ دریا پہ حبابوں کی جگہ ہوں تبخال

قوتِ ماسکہ ممسک کے قوا سے گم ہو
فیضِ جاری سے ترے بخل کو یاں تک ہو زوال

حکمت آموز ترا علم جہاں ہو تو وہاں
نہ ارسطو کو ہو طاقت نہ فلاطوں کو مجال

ہو تری عقل سے عاجز دمِ بحثِ معقول
اک مقولے میں فقط فعل کے عقلِ فعّال

قطعہ

دم ہے کیا بادِ صبا میں کہ دمِ سیر جہاں
تیرے گلگونِ سبک سیر کے جاوے دُنبال

یوں ہی دو چار قدم خاک اڑا کر رہ جاے
اور پہنچ جاے کہیں سے وہ کہیں مثلِ خیال

ہے وہ ہیکل میں اگر دیو تو صورت میں پری
ہے اڑان اس میں ملک کی تو بشر کے سے خصال

جلد اتنا کہ جہاں عرصۂ جولاں اس کا
عہدِ مستقبل و ماضی کا وہاں ہے اک حال

زیبِ تن اس کے جو مہندی کا ہے ہر گل تصویر
پھرتا کاوے میں ہے وہ صورتِ فانوسِ خیال

اس فلک سیر کو جولاں جو کرے تو یہ ڈر
مزرعۂ سبز فلک ہو نہ مبادا پامال

قطعہ

تیرے ہاتھی کی بلندی کی طرف کی جو نگاہ
سر پہ اندیشے نے لی ہاتھ سے دستار سنبھال

کہکشاں کو وہ فلک پر سے زمیں پر پھینکے
نیشکر راہ میں مانگیں اگر اس سے اطفال

جیسے ماتھے پہ بزرگوں کے ہو سجدے کا نشاں
اس کی مستک پہ شہا جلوہ نما یوں ہے ڈھال

ہے جو اس فیل کی خرطوم سرافیل کا صور
آئے اعدا پہ قیامت سرِ میدانِ قتال

اس کے دانت ان کے لیے ہیں روشِ تیرِ شہاب
ہے جن اعدا کو سرِ اوج شیاطیں کے مثال

قطعہ

آب داری میں تری تیغ کی ہے برق کی موج
کیا تماشا ہے کہ ہے آب سے آتش سیال

تیری شمشیر کو ہے خونِ عدو روز مباح
یہ غلط تیسرے دن ہوتا ہے مردار حلال

طائرِ روحِ عدو کے لیے صیادِ اجل
سبزۂ تیغ میں جوہر سے لگا رکھتا ہے جال

طاقتِ دم زدن اس دور میں ہے کس کو رہی
دیکھ کر تیرا نسق اے شہِ فرخندہ خصال

پر ترا ذکر جو آتا ہے زباں پر تو نفس
لب پہ آ جائے ہے سینے سے پئے استقبال

ہو قوی دست اگر زورِ حمایت سے تری
شیر سے پنجہ کرے پنجۂ مژگانِ غزال

تقویت دیوے اگر پاسِ حفاظت تیرا
شعلۂ شمع کو صرصر سے نہ ہو اضمحلال

ہے ترے عہد میں فتنے سے زمانہ خالی
فیلسوف ہے حکیموں کی خلا کہنا محال

قطعہ

آتش و آب میں یہ ربط تری عدل سے ہے
دیوے ہیزم کو جلا کر کوئی پانی میں جو ڈال

کاکلِ موجِ دُخاں کے لیے آس کے دریا
لے تہِ آب سے شانہ پرِ ماہی کا نکال

خبرِ جملۂ عشرت ہے ترا جشن سعید
مبتدا جس کا شہا غرّۂ ماہ شوال

ہوتی ہے غیرتِ توصیف سے تیری شاہا
روشِ غنچۂ تصویر زباں منہ میں لال

بس دعا ہی پہ فقط ختم سخن کرتا ہے
یہ جو ہے **ذوق** ثناخواں ترا اور مدح سگال

جشن ہر سال ترا ہووے مبارک تجھ کو
رہے جب تک کہ زمانے میں حسابِ مہ و سال

قصیدہ ۱۶

لاتا نیرنگ سے ہے رنگ نئے چرخ محیل
واہ بگڑا ہے کچھ اس خم میں عجب رنگ سے نیل

ڈر زمانے سے وہ عیّار ہے یہ ہوش ربا
لاکھ بیہوشیوں سے جس کی بھری ہے زنبیل

ہے توکّل کا احاطہ وہ عزیمت کا حصار
کہ بہ جز حفظِ خدا جس کی نہ خندق نہ فصیل

گم ہوں ظاہر کی خرابی سے صفاتِ اصلی
زنگ دیتا ہے چھپا جوہرِ شمشیرِ اصیل

پیشِ دشمن نہ گذر حق سے، نہیں سانچ کو آنچ
بلکہ ہے آتشِ نمرود گلستانِ خلیل

ہوتے سیرت سے ہیں مردانِ دلاور ممتاز
ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے چیل

نہیں بے قیدِ علائق کسی عالم میں بزرگ
رسمِ تحریر میں بھی چھوٹے نہ زنجیر سے فیل

ہے تہِ خاک بھی قاروں کو سفر حشر تلک
نہیں تا تحتِ ثریٰ منزلِ آرامِ بخیل

عید یک روز جہاں میں، رمضاں ہے یک ماہ
بعد ہے کثرتِ تکلیف کے یاں عیشِ قلیل

کشتِ سبزِ فلکِ دوں سے نہ رکھ چشمِ ثمر
خوشۂ فیض سے بے بہرہ ہے یہ مزرعِ نیل

قابل انسان کی صحبت کے ہے انساں، نہ ملک
بن گیا پیش نبی صورتِ دحیا جبریل

جتنا خورشید تپے اتنی ہی بارش ہو سوا
ہووے کیوں کر تپشِ عشق نہ رحمت کی دلیل

عشق کھچوائے ہے اک زارِ جفاکش سے بہ زور
بارِ صد کوہِ الم بے عملِ جرِّ ثقیل

لگے نہ چرخ کو گر نالۂ عاشق کی ہوا
دم میں اجزائے دخانی کی طرح ہوں تحلیل

شمعِ کشتہ کے لیے ہے دمِ عیسیٰ آتش
سوزشِ عشق سے زندہ ہوں محبّت کے قتیل

معتبر ہے کہ کرے نالۂ دل دردِ اظہار
نالہ ہے دل کی زباں دل ہے موکّل یہ وکیل

دل کے ہے ایک ورق میں وہ حقیقت ساری
جس کا اجمال قضا اور قدر ہے تفصیل

جی میں ہے اور پڑھوں میں کوئی مطلع ایسا
مخزنِ گوہرِ معنی سے ہو جس کو تاویل

مطلعِ ثانی

کنجِ حیرت میں کروں علمِ خموشی تحصیل
یہ عجب مدرسہ ہے جس میں نہ ہے قال نہ قیل

درس توحید سے لوں ایک شفا کا نسخہ
بحث میں علت و معلول کی ہے عقل علیل

جلوہ افروزیٔ یک بدر دجٰی ہے اُس کو
شمعِ فانوس سمجھ خواہ چراغِ قندیل

فکر بیہودہ میں کس واسطے ہے تو پابند
کچھ نکال اپنے لیے ذوق نکلنے کی سبیل

خوابِ غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پیری
نہیں مہتاب، یہ ہے روشنیٔ صبحِ رحیل

عرصۂ عمر ہے وہ تار کھنچا اور ٹوٹا
کچھ اگر وقتِ معیّن کی طرف سے ہو نہ ڈھیل

وہی منزل ہے جہاں ٹھہرے حیاتِ گذراں
کہ پئے راہِ فنا کوئی نہ فرسخ ہے نہ میل

مشقِ اندوہ سے اک روز نہیں تو بے کار
تیرے ہفتے میں نہیں کوئی بھی روزِ تعطیل

غمِ عصیاں ہے تو ہے رحمتِ غفّار وسیع
فکرِ روزی ہے تو ہے رزق کا رزّاق کفیل

ہے تمنّائے زر و مال تو سب جائے گا چھوڑ
چھوڑ جانے کو تو کافی ہے فقط ذکرِ جمیل

پھر بہارِ چمنِ عمر میں دل گیر ہے کیوں
سیر کر سیر کہ ہے فرصتِ گل گشت قلیل

مژدۂ عید سے ہے دیکھ تو کیا رنگِ چمن
گل کی رنگیں ہے قبا غنچے کی رنگیں مندیل

ہوئے آراستہ ہیں آج بدل کر پوشاک
فصل سے باغ تلک، باغ سے لے تا بہ نخیل

نظر آتا ہے برنگِ لبِ ساغر جو ہلال
ٹپکا پڑتا ہے لبِ مست سے شوقِ تقبیل

گاہ ہے خم میں ہے گہ شیشے میں کیا کیا پئے سیر
روح کرتی ہے کسی مست کی قالب تبدیل

تہنیت خواں ہو تو آج اُس شہِ دریا دل کا
جس کے نزدیک ہیں اک قطرے سے کم قلزم و نیل

وہ بہادر شہِ والا نسب و پاک گہر
خسروِ چرخ سریر و شہِ خورشید اکلیل

ماہِ نو چشم زدن میں مہِ کامل ہو جائے
نظرِ مہر میں ہے اُس کی وہ نورِ تکمیل

نور معنی ہے بہ ہر شکل نتیجہ اس کا
اللہ اللہ رے زہے شکلِ شہنشاہ شکیل

مدحِ حاضر میں پڑھوں مطلعِ روشن ایسا
مطلعِ شمس کو بھی جس کے ہو واجب تبجیل

مطلعِ ثالث

بعدِ شاہانِ سلف رکھتا ہے تُو یوں تفضیل
جیسے قرآن پئے توریت و زبور و انجیل

تو ہے اس طرح سے عزت دہِ اولادِ تمور
جیسے موسیٰ شرف افزائے بنی اسرائیل

نور افزائے بصارت ہو اگر تیرا جمال
آئیں آنکھوں سے نظر معنیٔ 'اللہ جمیل'

روئے نیکو پہ ہے مائل تری خوئے نیکو
کہوں کیوں کر نہ کہ 'الحسن الی الحسن یمیل'

ہے جو انسان کے قالب میں ترا نور ظہور
برج خاکی میں ہے خورشیدِ فلک کی تحویل

دانش آموز ہو گر تربیتِ عام تری
بیدِ مجنوں کو بنا دے ابھی انسان عقیل

جوہرِ تیغِ اجل ایک ترے حکم کی نقل
تیرِ حکمی قضا حکم کی تیرے تعمیل

عہد میں تیرے جو ہو راہِ تعدّی مسدود
کھلے فعلِ متعدی سے نہ بابِ تفعیل

تشنۂ ذوقِ حلاوت ہوں نہ کیوں کر سیراب
تیری شیریں سخنی ہے انھیں شربت کی سبیل

نکتہ چینوں کے لیے نکتۂ برجستہ ترا
قابضِ طبعِ رواں ہے روشِ دانۂ بہیل

جب ہوں مرغانِ ہوا تیرے نشانِ بندوق
نسرِ طائر کو بھی سمجھے تو اک اڑتی ہوئی چیل
مہرۂ پشت عدو میں ترا تیرِ صف دوز
رشتۂ مہر میں تسبیح کے مانند دخیل
طائرِ روح عدو کے لیے بھر پرواز
تیر کی تیرے صدا جیسے کبوتر کو زفیل

قطعہ

وہ قیامت ہے تری فوج کہ شورِ محشر
دم نہ مارے کبھی سن پائے جو گھوڑوں کی صہیل
نالۂ بوق کی ہیبت سے رکھے پھونک کے پاؤں
کوچۂ صور سے گزرے جو دمِ اسرافیل

قطعہ

دوں ترے گھوڑے کو کیوں کر میں پری سے نسبت
نہ یہ صورت نہ یہ رفتار نہ یہ ڈول نہ ڈیل
گرم جولاں وہ کہاں ہو کہ رکھے ہے وسعت
نہ تو میدان تصوّر نہ فضائے تخیل
عرصۂ معرکہ میں گر تجھے اے شاہ سوار
اس سبک سیر سے منظور ہو کار تعجیل
دوڑے یوں جیسے ہوا، سم بھی نہ پانی سے ہو تر
اس کو پروا نہ ہو رستے میں ہے تالاب کہ جھیل

قطعہ

کوہِ البرز کو سائے میں دبا لے اپنے
ہے وہ اے شاہِ فلک جاہ تری رفعتِ فیل
حملہ آور ہو وہ جس دم تو بے جان عدو
اس کی خرطوم ہو دستِ کششِ عزرائیل

تُو جو محراب عماری میں ہؤا جلوہ نما
اُس کے دانتوں پہ یہ خرطوم سے سوجھی تمثیل

خانۂ قوس میں خورشید جہاں تاب آیا
دن ہیں کوتاہ ہوئے اور ہوئی رات طویل

عدل نے تیرے کیا روے زمیں کو گل زار
آج تک عدل میں تیرا نہ ہؤا کوئی عدیل

یہ نہیں جوشِ گل و لالہ نکل آیا ہے
داد خواہی کے لیے خاک سے خون ہابیل

واسطے دیدۂ بدبیں کے ہے یہ عین صلاح
ہو تری نوک سناں سرمۂ کوری کی جو میل

تیر برسائے عدو پر جو کماں دار قضا
کم نہ فوّارے سے ہو تیروں کے اُس کی مندیل

رہزنِ نطفۂ بدخواہ ہو اول ہی اجل
آ سکے پشتِ پدر سے نہ کبھی تا احلیل

محکمے میں ترے انصاف کے ہوں ہاتھ قلم
دے اگر بھول کے بھی کوئی سرِ حرف کو چھیل

ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ
ہو گراں خاطرِ نازک پہ مبادا تطویل

عید ہر سال ہو فرّخ تجھے با جاہ و جلال
ہوں قوی پایہ ترے دوست بہ صد قدر جلیل

جو ضلالت سے ہوں گمراہ وہ اے ظلّ خدا
ذلِّ اقدام سے ہوں خاک مذلت پہ ذلیل

قصیدہ ۱۷

(ھواللہ اکبر)

مانعِ سیرِ گلستاں نہیں قفس کی تیلیاں
مارتی ہیں جان مرغانِ محتبس کی تیلیاں (کذا)

ہڈیاں ہیں اس تنِ لاغر میں خس کی تیلیاں
تیلیاں بھی وہ جو ہوویں سو برس کی تیلیاں

گو رگِ گل سے ہوں بلبل کے قفس کی تیلیاں
خار ہیں نظروں میں پر اس محتبس کی تیلیاں

رخصتِ پرواز گر دیویں قفس کی تیلیاں
آشیاں کی جا کے پھر دیکھ آؤں خس کی تیلیاں

جوش گریہ میں ہوا یہ استخوان تن کا حال
. . . . پانی میں خس کی تیلیاں

شعلۂ آواز سے میرے قفس کی تیلیاں
یوں جلیں جوں برق سے جل جائیں خس کی تیلیاں

کام خنجر کا کیا کرتی ہیں خس کی تیلیاں
چور یکی ہوتی ہیں واقع میں مگس کی تیلیاں (کذا)

گر سرِ سیلابچی رکھتے ہو خس کی تیلیاں
لیجیے مژگاں کی مجھ بےدسترس کی تیلیاں

میں ہوں دیوانہ کسی کے موے خط کا ہم دمو
مجھ کو مارو چوب گل کی جائے خس کی تیلیاں

نام دینے کا ہو جس کو موت کی جھاڑو ہی دے
تیر ترکش جان کو ہوں . . . . خس کی تیلیاں

ہے دوائی اس شجر کے واسطے تازہ خزاں
پتے نچ کر رہ گئیں خالی سرس کی تیلیاں
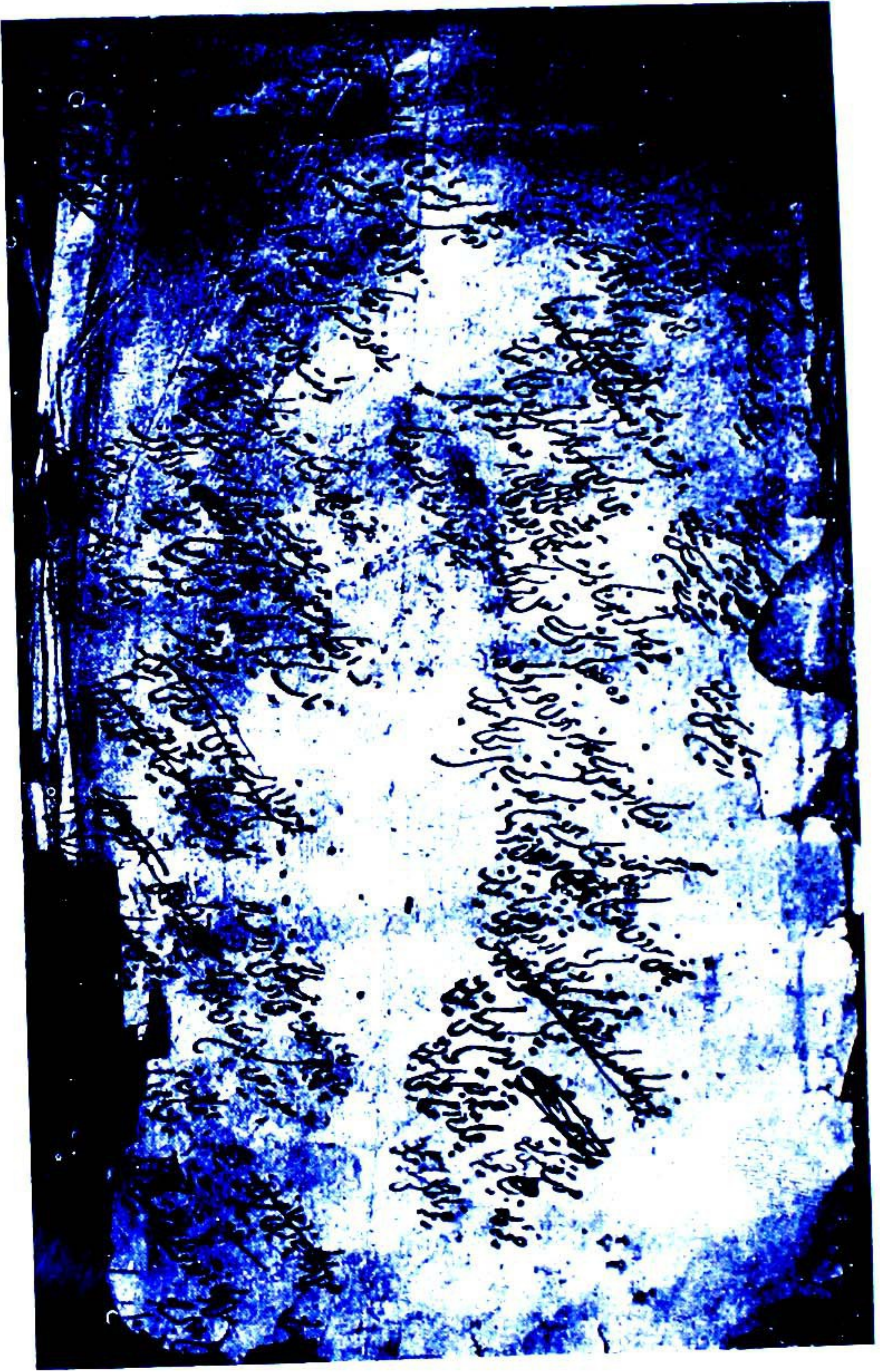
قصیدہ نمبر ۱۷ کے مسودے کا عکس

سوزِ غم سے یوں سلگتے ہیں تمھارے ناتواں
جوں جلی رکھی ہوئی بارہ برس کی تیلیاں

یوں ہو قبرِ کشتۂ مژگاں کے گنبد کا پتا
چاہیے رکھیں جگہ زریں کلس کی تیلیاں

ہینگے دنبالِ سمندِ ناز تیرے ناتواں
تاب کیا لائیں لکدکوبِ فرس کی تیلیاں

طرز نالہ مجھ سے سیکھیں تو جلا دیں دشت میں
صوت ققنس وار آوازِ جرس کی تیلیاں

لے چلا دنیا سے دل یا روغن زرد اے حریص
اس میں کیوں رکھی ہیں جاروبِ ہوس کی تیلیاں

دل سے یوں لپٹیں وہ مژگاں جس طرح کنجشک کو
لپٹے ہیں تاثیر سے لاسے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کی تیلیاں

میں ہوں اے صیاد خوگر سبزۂ گلزار سے
سبز تو رنگوائیو میرے قفس کی تیلیاں

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مژگاں کہ آنسو کے کبوتر نے مرے
جمع کی تنکوں کی جا چن چن کے خس کی تیلیاں

چبھ گئے یادِ رگِ گل سے جگر میں نیشتر
دیکھ کر صیاد یہ نازک قفس کی تیلیاں

چاہیے وہ نازک دماغی سے نہ تار زلف حور
چلونیں ہوویں مکانِ بادرس کی تیلیاں

مان کہنے کو مرے صیاد ، زیبائش کو تو
مت بنا پیتل کے تاروں سے قفس کی تیلیاں

جو ہے مرغِ خوش نوا اُس کے قفس کے واسطے
چاہییں صندل کی چوبیں اور خس کی تیلیاں

قبر پر گر کشتگانِ خال کے بھیجے ہے گل
گل کے دوے میں لگا شاخِ عدس کی تیلیاں

لے چلی میری ہوائے شوق جو ان کو اڑا
بن کے ٹانگیں قاصدانِ زود رس کی تیلیاں

چق ترے دالان کی نازک بہت ہے نازنیں
کیا لگائیں اس میں ہیں پائے مگس کی تیلیاں

ہوں حمایت میں اگر اُس داد رس کی تیلیاں
پھر ہوا و نار کے رہویں نہ بس کی تیلیاں

چشمِ ذلت سے دکھاتا ہے خطوطِ مہر کو
اس کا خیمہ تاب سے زرّیں کلس کی تیلیاں

خیمۂ حاسد گو ہوں گی دشت میں روز وغا
وہ جلا کر آگ سے نعلِ فرس کی تیلیاں

اس کے ابرِ فیض سے سرسبز ہوں جوں برگِ کاہ
خشک ہوویں گرچہ کتنے ہی برس کی تیلیاں

پیش بندوق اس کے ہوویں یوں حریفانِ نبرد
جوں ہوں روکش اژدرِ آتش نفس کی تیلیاں

چمکے گر مشرق سے اس کا شعلۂ خورشیدِ قہر
جل اٹھیں مغرب میں شہرِ اندلس کی تیلیاں

لے عذوبت اس کے آبِ فیض سے گر وام ابر
دشت میں سیراب ہوں بوندوں سے . . . کی تیلیاں

نیزہ فوج اس کی ستاروں کو کرے یوں منتشر
جس طرح سے فوج کو مور و مگس کی تیلیاں

اس کے دست قہر دشمن سوز سے دشمن کو خوف
تاب کیوں کر لا سکیں آتش کی ، خس کی تیلیاں

اُس کے دریاے غضب میں یوں ہیں اعداے ضعیف
جس طرح طوفان میں ہوں خار و خس کی تیلیاں

عدل اس کا ناتوانوں کی حفاظت گر کرے
قوتِ بازو سے ہوں . . . .

. . . .
ہیں رکھی گویا کہ سنگِ باد رس کی تیلیاں

ٹھہریں طغیانی پہ کیوں . . . .
جوں روانی سے رہیں آبِ ارس کی تیلیاں

قصیدہ ۱۸

خسروا ! جلوہ ترا وہ طرب افزاے جہاں
کہ تجھے دیکھ کے ہو عید بھی قرباں قرباں

قطعہ

حکم دے تُو جو شہا واسطے قربانی کے
سعد ذابح بھی کرے ایسا چُھری کو برّاں

گاوِ گردوں نہ فقط خوف سے اُس دم کانپے
بلکہ ہو زیرِ زمیں گاوِ زمیں بھی لرزاں

تو جو ہو حامیِ اسلام تو بت خانے میں
بت کرے قصدِ نماز اور کہے ناقوس اذاں

نیّرِ جاہ شب و روز ترا جلوہ فروز
مہر تاباں کبھی ظاہر ہے کبھی ہے پنہاں

قطرہ افشاں ہو اگر تیرا سحابِ ہمت
لے کے پنجے میں گُہر بحر سے نکلے مرجاں

اور گُہر بھی ہوں وہ خوش آب جنھیں دیکھ کے دور
طرفۃ العین میں ہو کاہ ربا کا یرقاں

قطعہ

نطق شیریں ترا وہ ہے کہ ثنا میں اُس کی
تر زباں موجۂ دریا ہو۔ اگر ایک زماں

آبِ دریا میں ہو یہ جوشِ حلاوت پیدا
لبِ دریا بھی بہم ہو کے ہوں دونوں چسپاں

اس قدر تابعِ فرماں ہے زمانہ تیرا
ہو نہ گلشن میں بھی روئیدہ گلِ نافرماں

ہو کے سرسبز بہارانِ کرم سے تیرے
شاخ پر گل چمنِ دہر میں ہو شاخ کہاں

بلکہ حیرت کی نہیں جا کہ سرِ شاخِ خدنگ
روشِ غنچۂ گل ہووے شگفتہ پیکاں

وہ ترا زور حمایت ہے کہ جس کے باعث
ناتوانوں کو بھی ہے دہر میں یہ تاب و تواں

ہل سکیں پھر نہ جگہ سے کبھی گر باندھ رکھیں
ایک تارِ نگہِ مور سے سو پیلِ دماں

دیگِ مطبخ پہ تری یہ فلکِ پُر انجم
کیا عجب صورت سرپوش ہو گر قطرہ فشاں

پیل تیرا گلِ سوسن کا بڑا ایک انبار
گلِ مہتاب کے گلدستے ہیں اس کے دنداں

اُس کی خرطوم کسی دل برِ لیلیٰ وش کی
جعدِ مشکیں ہے کہ ہے کاکلِ عنبر افشاں

لکھوں شوخی جو ترے توسنِ چالاک کی میں
اشہبِ خامہ میں بھی ہو موجِ رمِ برقِ جہاں

وقت کاوے کے دمِ معرکہ راکب اُس کا
سرِ حاسد کو رکھے صورتِ گوے و چوگاں

اے فلک جاہ ترے در کے ہیں وہ ذرۂ خاک
جن سے خورشید چنے اپنی جبیں پر افشاں

طبعِ رنگیں میں ترے وہ چمنِ لالہ و گل
روبرو جس کے ہے گلزارِ ارم خارستاں

عید اضحیٰ تجھے ہر سال مبارک ہووے
تجھ پہ ہو سایۂ حق اور ترے سائے میں جہاں

تیرے ہاتھوں سے کہاں ہو جو سعادت اندوز
کیا تعجب ہے کہ ہو رشکِ ہما زاغِ کماں

قہر نازل ہو فلک سے جو ترے اعدا پر
چشمۂ مہر ہو مانندِ تنورِ طوفاں

اس طرح عدل سے ہے تیرے بہم آتش و آب
جس طرح آئینے میں عکسِ رخِ شعلہ رخاں

تیرے احساں سے ہر انساں ہے غلامی میں تری
سچ کہا ہے کہ "الانسان عبید الاحسان"

دل میں ہے جوشِ مضامیں تو نہایت لیکن
دل حوادث سے زمانے کے ہے بےتاب و تواں

ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر تیری
کیا لکھے وہ ترے اوصاف کہ قاصر ہے زباں

قصیدہ ۱۹

پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسماں
کھائے اگر ہزار برس چکّر آسماں

ہے بادۂ نشاط و طرب سے لبالب آج
اک عمر سے پڑا تھا تہی ساغر آسماں

دیکھے نہ اس طرح کا تماشا جہان میں
گر ہو تمام چشم تماشا گر آسماں

اِترا رہا ہے عطر سے عیش و نشاط کے
سچ ہے زمیں پہ پاؤں رکھے کیوں کر آسماں

افراطِ انبساط سے ہے کیا عجب اگر
مثلِ حباب جامے سے ہو باہر آسماں

شادی کی اس کی دھوم ہے آج آسماں تلک
تابع زمانہ جس کا ہے ، فرماں بر آسماں

فرزند شاہ یعنی جواں بخت ذی وقار
تسلیم کو ہے جس کی جھکاتا سر آسماں

ہے اس کی بارگاہ میں مانندِ چوب دار
حاضر عصائے کاہکشاں لے کر آسماں

اس بیاہ کی نوید سے ہے اس قدر سرور
ہے پیر ، پر جوانوں سے ہے بہتر آسماں

پھرتا ہے اہتمام میں شادی کے رات دن
مقدور کیا کہ ٹھہر سکے دم بھر آسماں

فردِ حساب صرف سے اس بیاہ کے ہو کم
گو لاکھ جمع و خرچ کا ہو دفتر آسماں

توروں کی پخت مطبخِ عالی میں اس قدر
ہے جس کا ایک تودۂ خاکستر آسماں

اس روشنی کی چند دکھا دیجے پنجیاں
نازاں ہے آفتاب کے پنجے پر آسماں

اک اک کنول کو وقت تماشائے روشنی
سمجھے ہے نورِ چشم مہ و اختر آسماں

ابرِ بہار و دودِ چراغاں سے نو بہ نو
ہوں سات آسماں کی جگہ ستر آسماں

چشمِ قمر میں اور بھی ہو روشنی دو چند
کاجل لگائے اُس کے دھوئیں سے گر آسماں

کر ڈالے پارہ پارہ فلیتوں کے واسطے
مہتاب کو سمجھ کے کہن چادر آسماں

یہ کہنہ و سیاہ، وہ خوش رنگ و نو بہ نو
فائق ہو کیا سبوچۂ ساچق پر آسماں

ٹھلیوں میں ہیں وہ نُقل پڑے اس کا عکس گر
لے کہکشاں کی مانگ میں موتی بھر آسماں

آرائش ایسی اور وہ گل ہائے رنگ رنگ
ادنٰی سا جن میں غنچۂ نیلوفر آسماں

بنوائے اُس میں پھول طلائی و نقرئی
لے لے کے ماہ و مہر سے سیم و زر آسماں

نقارخانے کی ہے چراغاں سے وہ شکوہ
گویا ہے اک زمیں پہ پُر از اختر آسماں

قطعہ

کرتا ہے رقص تخت پہ نقارخانے کے
شہنائی کی صدا کو جو سن سن کر آسماں

آوازۂ دمامۂ نوبت سے گونج اُٹھا
وہ جو سب آسمانوں کے اوپر ہے آسماں

دولھا دلھن کی ہے یہ علامت سہاگ کی
آیا ہے اک سہاگ پُڑا بن کر آسماں

جائے عجب نہیں ہے کہ عطرِ سہاگ کے
شیشے کے شیشے بھر کے لنڈھا دے گر آسماں

یا رب ہمیشہ دولھا دلھن میں رہے سہاگ
جب تک کہ ہووے نیچے زمیں اوپر آسماں

مہندی کے وصف لکھنے کے قابل نہیں کہ ہے
نیلا سا ایک کاغذِ بے مسطر آسماں

جو برج اُڑے ہے اُڑ کے وہ ہوتا ہے یہ بلند
رکھ لے ہے سر پہ مثلِ گلِ احمر آسماں

کرتا رہا برات کی شب، شام سے نثار
شبنم کی جائے صبح تلک گوہر آسماں

پہنچے براتیوں کے نہ ہرگز ہجوم کو
انجم سے لاکھ جمع کرے لشکر آسماں

عیش و طرب کو مژدہ کہ کرتا جہاں میں ہے
زہرہ سے اب قرانِ مہِ انور آسماں

ہنگامِ بزمِ عقد ستاروں کے واسطے
کیا کیا سجے ہے اوج و شرف کے گھر آسماں

بدبیں کی ہے نظر کے جلانے کے واسطے
انجم سپند، آگ شفق، مجمر آسماں

جس وقت سہرہ باندھ کے دولھا ہوا سوار
کیا کیا بلائیں لیتا تھا جھک جھک کر آسماں

کرتا تھا ''ان یکاد'' کو دم پڑھ کے دم بدم
دولھا کے صبح دم رخِ روشن پر آسماں

ایسا نہیں جہاں میں کوئی نخلِ آرزو
لایا ہو آج جس میں نہ برگ و بر آسماں

کرتا ہے شاخِ خشکِ تمنا کو نخلِ سبز
درپردہ مثلِ پردۂ بازی گر آسماں

شادی کا اُس کے نورِ بصر کے ہے اہتمام
کرتا ہے جس کا روز طوافِ در آسماں

وہ شاہ نام ور کہ بہادر شہ اُس کا نام
ہو حکم سے نہ اُس کے کبھی باہر آسماں

وہ آفتابی اُس کی ، خجل جس سے آفتاب
وہ چتر اُس کا ، جس سے نہ ہو ہمسر آسماں

مطلع پڑھوں حضور میں ، میں وہ جسے کہے
مطلع سے آفتاب کے بھی برتر آسماں

مطلعِ ثانی

تجھ سا زمیں پہ دیکھے جو فرّخ فر آسماں
قرباں نہ کیوں زمیں کے ہو پھر پھر کر آسماں

طالع سدا مساعد و عالم سدا مطیع
کوکب ہمیشہ یار ترا یاور آسماں

نہ آسماں سے رتبہ ترا یوں بلند تر
جس طرح کوہسار سے بالا تر آسماں

خطبے کے واسطے ترے نامِ بلند کے
گر مشتری خطیب ہو تو منبر آسماں

وہ بحر بے کراں ہے تری ہمتِ وسیع
ہے بلبلا سا ایک کنارے پر آسماں

دریاے قہر تیرا جو طوفاں کرے بپا
بہہ جاے مثلِ کشتیِ بے لنگر آسماں

قد پر ترے وہ راست قباے علوِ جاہ
زیبندہ جس کے واسطے بالا بر آسماں

تیری گہر فشانیِ دستِ کرم سے ہے
گویا کہ ایک دامنِ پر گوہر آسماں

چمکائے تیغِ تیز کو اقبال گر ترا
ہو مصقلہ ہلال تو صیقل گر آسماں

یوں دل میں تیرے جلوۂ ذاتِ محیطِ حق
آ جائے جیسے آئنے کے اندر آسماں

سرعت میں تیرا رخش فلک سیر جوں شہاب
رفعت میں بھی ہے پیلِ جبل پیکر آسماں

شاہا عجب نہیں ترے شبدیز کے لیے
بنوائے ماہِ نو سے رکابِ زر آسماں

پہنچا نہ اس کے کاوے کے انداز کو کبھی
کھاتا رہا زمیں پہ سدا چکّر آسماں

انجم ہیں کیا شرر ترے نعلِ سمند کے
ہے بلکہ تیرا گردِ رہِ لشکر آسماں

قطعہ

مانا اگر بلندیِ شان و شکوہ میں
ہاتھی سے تیرے ہو بھی گیا ہم سر آسماں

پر اس کے نقشِ پا کے مقابل بنا سکے
چار آفتاب ایک جگہ کیوں کر آسماں

یہ ذوق کی دعا ہے کہ جب تک زمانے میں
منسوب ہر ستارے سے ہووے ہر آسماں

بزمِ نشاط و عیش رہے تیرے گھر میں روز
لائے ہمیشہ تیری مرادیں بر آسماں

مارے جگر میں حاسدِ بدخواہ کے ترے
تارِ خطوطِ مہر سے سو نشتر آسماں

قصیدہ نمبر ۲۰ کے اختتام پر ذوق کی تحریر کا عکس

قصیدہ ۲۰

وہ ابر دُر فشاں ہے چمن میں کہاں کے
عاشق نہال کیوں نہ ہوں عاشق نہال کے

ہے چشمِ مہر و ماہ میں اب یہ جو روشنی
روشن ہیں دونوں نور سے اُس کے جمال کے

یک ذرہ چشمِ مہر سے گر وہ نظر کرے
بھر جائیں پل میں لعل سے دامن جبال کے

ہے اُس کے آگے بحر بھی کشتی بہ کف گدا
کھولے نہیں صدف ہی نے کچھ لب سوال کے

کشتی گدا کی کشتیِ پُر زر ہو آن میں
دستِ عطا سے اُس شہِ دریا نوال کے

ہیں اُس کے در کے خاک نشیں اس قدر غنی
خواہاں وہ ملک کے ہیں نہ جویا ہیں مال کے

دنیا نے خاکساری اسے دی ہے نذر میں
مٹی خمیر کی ہے یہ گھر میں کلال کے

جس وقت اُس کا حکم کرے منع انقطاع
رہ جائے ارّہ چوب پہ دنداں نکال کے

دل جس کا اس کے زورِ حمایت سے ہے قوی
وہ پیر زال سمجھے ہے رستم کو زال کے

ہیبت وہ اُس کی ہیبتِ حق جس کو دیکھ کر
جا بیٹھے چھپ کے شیر بھی گھر میں شغال کے

ہوں اُس کی بوے خلق سے خوشبو جو گل تمام
پھر کیا عجب کہ پھول معطر ہوں ڈھال کے

اُس کی شمیمِ لطف سے ہو دم میں مشک بو
ہے وہ جو خون جام میں نافِ غزال کے

تل بھر گھٹے بڑھے نہ زمانے میں رات دن
چاہے اگر زمانے کو وہ اعتدال کے

ہو شکرِ ثنا سے اگر اُس کی کامیاب
لب بند۔ ہوویں طوطیِ شیریں مقال کے

کرتے ہیں جانور بھی ہمیشہ اسی کا ذکر
نکلے ہے پیر پیر سدا منہ سے لال کے

جی چاہتا ہے ہو کے مخاطب بیاں کروں
اوصاف ایسے شاہِ کرامت خصال کے

اے سیّدِ جلال کے خورشیدِ پُر جلال
قربان جائیے ترے جاہ و جلال کے

تو شمعِ بزمِ خاص کہ پیدا کیا تجھے
صانع نے اپنے نور کے سانچے میں ڈھال کے

گردوں بھی پست ہو کے ہوُا خوب منفعل
رتبے کو دیکھ کر ترے اوجِ کمال کے

انجم جنھیں سمجھتے ہیں لوگ اپنے زعم میں
قطرے جبیں پہ ہیں عرقِ انفعال کے

اے شاطرِ زمانہ تصدّق ہوُا ہے چرخ
شطرنجِ عشق میں ترے گھوڑے کی چال کے

دیکھا جو تیرے فیض کو جاری تو رہ گیا
دریا بھی منہ بھنور کے گریباں میں ڈال کے

جو دیکھے تیرے ظرف کو اُس کی نگاہ میں
جامِ جہاں نما ہے برابر سفال کے

ہے گرچہ تو جنوب میں لیکن ترا جال
روشن سوا جہاں سے قطبِ شمال کے

سنتے ہیں جاں نثاروں سے جب تیرا ذکر خیر
گویا اذان سنتے ہیں منہ سے بلالؓ کے

سر تا قدم ہیں شوق ترے طالبِ جمال
مشتاق روزہ دار کھڑے ہیں ہلال کے

ساعت بقدرِ روز ہے اور روز ہفتہ وار
ہر ہفتہ ماہ ، ماہ برابر ہے سال کے

بے تاب اس قدر ہیں ترے اشتیاق مند
جیسے طیورِ تازہ گرفتار جال کے

مرغِ نظر کے ساتھ اڑا چاہتی ہے چشم
مژگاں سے دونوں بازوؤں پر پَر نکال کے

جاتا ہے دوڑ دوڑ کے تیری طرف خیال
دھو دھو کے پاؤں پیچھے پیکِ خیال کے

شاہا ! یہ تیرا ذوق ہے امیدوارِ لطف
ہو حال پر نگاہ اس آشفتہ حال کے

تا جلد اس کا کوکبِ طالع پئے طلوع
آ جائے گھر میں اوج کے ، گھر سے وبال کے

کر دے تو پاسِ نام سے اپنے اسے نہال
جوں غنچہ دل گرفتہ ہے باعث ملال کے

دنیا میں ساتھ چین کے ہو زندگی بسر
ایمان اس کے ، ساتھ ہو وقت انتقال کے

اور اٹھے صبحِ حشر شفق وار سرخ رو
یہ رنگِ دوستی سے محمدؐ کی آل کے

قصیدہ ۲۱

(در مدح ابو ظفر بہادر شاہ)

ساون میں دیا پھر مہِ شوّال دکھائی
برسات میں عید آئی قدح کش کی بن آئی

کرتا ہے ہلال ابروے پُر خم سے اشارہ
ساقی کو کہ بھر بادے سے کشتیِ طلائی

ہے عکس فگن جام بلوریں سے مئے سرخ
کس رنگ سے ہوں ہاتھ نہ مے کش کے حنائی

کوندے ہے جو بجلی تو یہ سوجھے ہے نشے میں
ساقی نے ہے آتش سے مئے تیز اڑائی

یہ جوش ہے باراں کا کہ افلاک کے نیچے
ہووے نہ ممیز کرۂ ناری و مائی

پہنچا کمکِ لشکرِ باراں سے ہے یہ زور
ہر نالے کی ہے دشت میں دریا پہ چڑھائی

ہو قلزمِ عمّاں پہ اب جو متبسّم
تالاب سمندر کو کرے چشم نمائی

ہے کثرتِ باراں سے ہوئی عام یہ سردی
کافور کی تاثیر گئی جوز میں پائی

سردیِ حنا پہنچے ہے عاشق کے جگر تک
معشوق کا گر ہاتھ میں ہے دستِ حنائی

عالم یہ ہوا کا ہے کہ تاثیرِ ہوا سے
گردوں پہ ہے خورشید کا بھی دیدہ ہوائی

کیا صرف ہوا ہے طرب و عیش سے عالم
ہے مدرسے میں بھی سبقِ صرفِ ہوائی

خالی نہیں مے سے روشِ دانۂ انگور
زاہد کا بھی ہر دانۂ تسبیح ربائی

جو آئنۂ دل ہے وہ عاشق کی بغل میں
گویا کہ ہے مینائے مئے کاہ ربائی

کرتی ہے صبا آ کے کبھی مشک فشانی
کرتی ہے نسیم آ کے کبھی لخلخہ سائی

تھا سوزنیٔ خار کا صحرا میں جہاں فرش
سبزے نے وہاں مخملِ خوش رنگ بچھائی

آرائشِ گل کے لیے ہے جامۂ رنگیں
زیبائشِ غنچہ کے لیے تنگ قبائی

ہے نرگسِ شہلا نے دیا آنکھ میں کاجل
برگِ گلِ سوسن نے دھڑی لب پہ جمائی

ابرو پہ کرے قوسِ قزح وسمہ تو خورشید
سرخیِ شفق سے کرے ریش اپنی حنائی

رخسارۂ گل چیں کا ہے سرخی سے یہ عالم
جوں وقتِ غضب چہرۂ ترکانِ خطائی

کیا ساغرِ رنگیں کو کیا جلد مہیّا
نرگس نے تو سرسوں ہی ہتھیلی پہ جمائی

ہوتی متحمل نہیں اک ساغرِ گل کی
شاخِ گلِ احمر کی نزاکت سے کلائی

اعجازِ نواسنجیِ مطرب سے چمن میں
ہر خار کی ہے نوکِ زباں شعر نوائی

حیرت کی نہیں جائے کہ دیوارِ چمن پر
ہر طائرِ تصویر کرے نغمہ سرائی

شاہا ! ترے جلوے سے ہے یہ عید کو رونق
عالم نے تجھے دیکھ کے ہے عید منائی
کہتے ہیں مہِ نو جسے ، ابرو نے وہ تیری
کی آئینۂ چرخ میں ہے جلوہ نمائی

پرتو سے ترے جامِ مئے عیش سرِ بزم
لے ساغرِ جمشید کرے کار روائی
ٹپکے لبِ ساغر سے وہ قطرہ کروی شکل
ہو مثلِ فلک جس میں تماشائے خدائی

کیا علم سمائے ترا سینے میں فلک کے
دریا کی کہاں ہو سکے کاسے میں سمائی
پڑھتا ہوں ترے سامنے وہ مطلعِ موزوں
و احسنت ، کہیں سن کے بھائی و سنائی

یوں کرسیِ زر پر ہے تری جلوہ نمائی
جس طرح سے مصحف ہو سرِ رحلِ طلائی
رکھتا ہے تو وہ دستِ سخا ، سامنے جس کے
ہے بحر بھی کشتی بہ کف از بہر گدائی

گمرہ کو ہدایت جو تری راہ پہ لاوے
رہزن بھی اگر ہو تو کرے راہ نمائی
تا ناخنِ شمشیر نہ ہو ناخنِ تدبیر
دشمن کی ترے ہو نہ کبھی عقدہ کشائی

خورشید سے افزوں ہو نشاں سجدے کا روشن
گر چرخ کرے در کی ترے ناصیہ سائی
عکسِ رخِ روشن سے ترے جوں یدِ بیضا
کرتا ہے کفِ آئینہ اعجاز نمائی

کرتا ہے تری نذر سدا نقد سعادت
ہے مشتریِ چرخ کی کیا نیک کمائی

اک مرغِ ہوا کیا ہے کہ سیمرغ نہ چھوڑے
گر سر بہ ہوا ہووے ترا تیرِ ہوائی

ہر کوہ اگر کوہ صفا ہو تو عجب کیا
ہو فیض رساں جب ترے باطن کی صفائی

ہو بلکہ صفا ایسی دلِ سنگِ صنم میں
ہر بت میں کرے صورتِ حق جلوہ نمائی

ہر شعر غزل میں ترے معنیِ شفا ہیں
قربان غزل کی ترے دیوان شفائی

مانع جو ہؤا دست درازی کو ترا عدل
پروانے کو بھی شمع نے انگلی نہ لگائی

زنجیر میں جوہر کی رہی تیغ ہمیشہ
خوں ریز کو ہو عہد میں تیرے نہ رہائی

دیتا ہے دعا ذوق کہ مضمون ثنا میں
ہے ذہن رسا کو یہ کہاں اس کے رسائی

ہر سال شہا ہووے مبارک یہ تجھے عہد
تو مسندِ شاہی پہ کرے جلوہ نمائی !

مسدس دعائیہ

سریر آرائے گردوں جب تلک سلطانِ خاور ہو
قمر دستورِ اعظم صدرِ اعلیٰ سعدِ اکبر ہو
عطارد میر منشی ، زہرہ ناظر آسماں پر ہو
زحل میرِ عمارت ترکِ گردوں میرِ لشکر ہو
سرِ ہفت آسماں جب تک کہ دورِ ہفت اختر ہو
الٰہی یہ بہادر شاہ شاہِ ہفت کشور ہو

رہے نامِ سلیماں تا نگینِ حکم رانی سے
رہے نامِ فریدوں تا درفشِ کاویانی سے
رہے دارا کو تا نام آوری تاجِ کیانی سے
سکندر تا ہو نامی سکۂ کشور ستانی سے

ترا اے خسروِ والا حشم عالم مسخر ہو
سریرِ سلطنت پر تو ہمیشہ دادگستر ہو

بخارِ ارض سے تا ابر ہو اور ابر میں پانی
رواں پانی سے تا دریا ہو اور دریا کو طغیانی
زمیں میں تا ہو کان اور کان میں ہو جوہرِ کانی
پئے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی

تری شمشیرِ جوہر دار میں نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضے میں بحرِ پُر گُہر ہو کانِ پُر زر ہو

رکھیں تا عُود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر میں
گلِ تر تا ہو گل داں میں تری ہوتا گلِ تر میں
رہے تا مشکِ اذفر نافہ میں، بو مشکِ اذفر میں
صدف میں تا ہو گوہر اور تا ہو آب گوہر میں

ترے ابرِ کرم سے باغِ عالم تازہ و تر ہو
شمیمِ لطف سے تیری جہاں یکسر معطّر ہو

طریقِ رہبری میں خضر ہو جب تک ہدایت فن
سہارا ہووے تا بحرِ غریقِ الیاس کا دامن
رہے ادریس تا قطعِ تعلق سے جناں مسکن
مسیحا کا ہو بالا خانہ تا خورشید سے روشن

چراغِ عمر سے تیرے جہاں سارا منوّر ہو
فروغِ اسلام کا ہو رونقِ دینِ پیمبر ہو

شفق گل گونہ ہو جب تک سحر کے روئے نیکو کو
کرے آراستہ تا شام اپنے موئے گیسو کو
ثریا نورتن تا کہکشاں کے ہووے بازو کو
کرے وسمے سے تا قوسِ قزح سبز اپنے ابرو کو

لبِ پاں خوردہ دشمن کے لہو سے تیرا خنجر ہو
سرِ بدخواہ فندق تیری انگشتِ سناں پر ہو

گلستاں میں ہو تا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا
نیستاں میں ہو تا نَے اور نَے سے نغمہ ہو پیدا
نہالِ تاک میں انگور ہو، انگور میں صہبا
نشہ صہبا میں ہو اور نشہ ہو جب تک نشاط افزا

شرابِ عیش سے خالی کبھو تیرا نہ ساغر ہو
ہمیشہ جشنِ جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو

رہے تا کام دیں داروں کو احکامِ شریعت سے
خوشی تا حاجیوں کو ہووے کعبے کی زیارت سے
رہے تا عابدوں کو شوق محرابِ عبادت سے
نمازِ اہلِ سنت تا ہو مسجد میں جماعت سے

ترا خطبے میں ہو نام اور خطبہ زیب منبر ہو
ترا حامی ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ ہو

قلم تا راستی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئیں
قلم زن تا ہو مشک افشاں و کاغذ خط سے مشک آگیں
زباں پر تا سخن ہو اور سخن میں معنیِ رنگیں
سخن تا داد چاہے اور تا اہلِ سخن تسکیں

ترا مداح دائم خسروا! ذوقِ سخن ور ہو!
ہمیشہ تہنیت خواں ہو، دعا گو ہو، ثنا گر ہو!

قصیدہ

ھواللہ اکبر

شاہا جمال و حسن کے تیرے کہوں میں وصف کیا
ظاہر میں تو ظلِّ خدا باطن میں تو نورِ خدا
جلوہ ترے دیدار کا ہے اس قدر فرحت فزا
حسنِ مقدس کو ترے جس نے کہ دیکھا یہ کہا

صلِّ علٰی صلِّ علٰی صلِّ علٰی صلِّ علٰی

انوار سے عرفان کے روشن وہ تیرا سینہ صاف
پہنچے ہے جس کی روشنی اک قاف سے لے تا بہ قاف
خورشید و مہ کو روبرو تیرے کہاں مقدور لاف
کرتے ہیں دونوں روز و شب آ کر ترے در کا طواف

اے قبلۂ روشن دلاں ! اے کعبۂ اہلِ صفا !

ہے تیری نسبت فریدوں کمتر از دو ہمتاں (کذا)
نصفت کو تیری دیکھ کر کسریٰ کی بھی ہو کسرِ شاں
تو وہ سکندر قدر ہے اے فخر شاہانِ جہاں
تیرے ضمیرِ صاف کو پہنچے ہے جامِ جم کہاں

وہ جام ہے گیتی نما ، یہ آئینہ ہے حق نما

اللہ رے دریا دلی تیری دمِ جود و کرم
ہے دل ہی دل شاہنشہا تو سر سے لے کر تا قدم
آگے تری بخشش کے ہے دریا کہیں رتبے میں کم
اک آن میں تو بخش دے سو گنج دینار و درم

پیسہ بھی دے سکتا نہیں وہ فلس ماہی کے سوا

تیری بہارِ لطف سے ہو دشت بھی رشکِ چمن
پیدا ہوں خارِ خشک سے گلہائے نسرین و سمن
تیرے سحابِ فیض سے اے ظلِّ ربِّ ذوالمنن
جس جا کہ موجِ ریگ ہو، دریا وہاں ہو موج زن

اور دامنِ ہر موج میں لاکھوں ہوں دُرِّ بے بہا

جس پر عنایت ہو تری اس کو نہیں پروائے زر
جس کا کہ تو حامی ہو کیوں اس کی شکستہ ہو کمر
اللہ نے تجھ کو کیا بے چارگاں کا چارہ گر
اے خسروِ والا گُہر تیری تلطف کی نظر

ہے مفلسوں کو کیمیا، ٹوٹے دلوں کو مومیا

تیری ثنا کب ہو سکے اے خسروِ والا نگاہ
پر یہ دعا ہے ذوق کی حق میں ترے شام و پگاہ
جب تک زمیں ہو اور فلک اور ہوں فلک پر سہر و ماہ
ہر سال تجھ کو عید ہو فرخ، شہا! با عزّو جاہ

بد خواہ تیرا ہو سدا رنج و الم میں مبتلا

مخمس

در پر ترے جھکا کے، شہا! سر ہلالِ عید
ٹھہرا کلیدِ رزق سے ہم سر ہلالِ عید
رکھے جب ایسے طالعِ یاور ہلالِ عید
شہرت نہ دیوے عید کو کیوں کر ہلالِ عید

مارے ہے چوبِ کوس فلک پر ہلالِ عید

شاہا ہلالِ عید کے جب دیکھنے کو تُو
دیوانِ خاص میں متجلّی ہو قبلہ رُو

ابرو کو تیرے دیکھ اے شاہِ خجستہ خُو
حیراں ہو کیوں نہ عقل کہ دیکھا نہیں کبھُو
اک آسماں پہ ، ایک زمیں پر ہلال عید

بخشش کے روبرو تری اے خسروِ زماں
کمتر ہے نیم قطرے سے دریائے بے کراں
تیرا سحابِ ابر اگر ہو گُہر فشاں
یہ موج زن ہو آبِ گُہر تا بہ آسماں
کشتی میں اپنی ڈال دے لنگر ہلالِ عید

گھوڑا ترا ہے وہ کہ شہا ! جس کے سامنے
اُڑتے ہیں ہوش عرصۂ میداں میں برق کے
کاوا لگاوے جس گھڑی چمکا کے تُو اُسے
سو چرخ ، چرخ کھائے تو ہرگز نہ ہو سکے
اُس کی رکابِ زر کے برابر ہلالِ عید

جس وقت عید گاہ کی جانب خوشی خوشی
بہرِ نمازِ عید سواری تری چلی
مجرے کے واسطے ترے اے نائبِ نبی
محرابِ عید گاہ بھی یک بار بن گئی
سر کو ادب سے اپنے جھکا کر ہلالِ عید

رخ تیرا آفتاب ہے اے سایۂ خدا
روشن ہے جس کے نور سے ہم ارض و ہم سما
جیغہ تری کلاہ پہ ہو کیوں نہ خوش نما
ہے یہ ترے جمالِ مبارک کا معجزا
نکلا ہے آفتاب کے اوپر ہلالِ عید

مدح و ثنا کو تیری اب اے شاہِ نیک نام
کرتا ہے تیرا ذوق دعائیہ پر تمام
عیدِ صیام ہووے مبارک تجھے مدام
ہووے مئے نشاط سے لب ریز تیرا جام
جب تک ہو صورتِ لبِ ساغر ہلالِ عید

مخمس در مدح

خسروا چڑھ کے سرِ گنبدِ دوّار ہلال
خود لبِ عجز سے کرتا ہے یہ اقرار ہلال
حاضرِ خدمتِ عالی ہے بہر کار ہلال
گرز بردار ہے خورشید، کہاں دار ہلال
آسماں لے کے سپر چلتا ہے، تلوار ہلال

دستِ ہمت ترا خورشید سے ہے بالا تر
تری بخشش سے ہے نیساں عرقِ شرم میں تر
آئے تیرے درِ دولت پہ گدایانہ اگر
اپنے کاسے میں بھرے چرخ وہیں لعل و گہر
اور کشتی میں بھرے درہم و دینار ہلال

ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ
عید ہر سال ہو فرّخ تجھے با حشمت و جاہ
تیری دولت سے ہوں خورسند ترے دولت خواہ
اور جو حاسد ہیں ترے واسطے اُن کے ہر ماہ
چرخ پر تیز کرے خنجرِ خوں خوار ہلال

سہرا

اے جواں بخت ! مبارک تجھے سر پر سہرا
آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک
کشتیِ زر میں مہِ نو کی ، لگا کر سہرا

تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید
رخِ پُر نور پہ ہے تیرے منوّر سہرا

وہ کہے صلِّ علیٰ یہ کہے سبحان اللہ
دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

تا بنے اور بنی میں رہے اخلاص بہم
گوندھیے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

گونج ہے گلشنِ آفاق میں اس سہرے کی
گائیں مرغانِ نوا سنج نہ کیوں کر سہرا

روئے فرخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار
تارِ بارش ہے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئیں ہے دمِ آرایش
سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

اک گُہر بھی نہیں صد کانِ گُہر میں چھوڑا
تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا

پھرتی خوشبو سے ہے اتراتی ہوئی بادِ بہار
اللہ اللہ رے پھولوں کا معطّر سہرا

سر پہ طرّہ ہے مزیّن تو گلے میں بدّھی
کنگنا ہاتھ میں زیبا ہے تو سر پر سہرا

رونمائی میں تجھے دے مہ و خورشید فلک
کھول دے منہ کو جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا

کثرتِ تارِ نظر سے ہیں تماشائیوں کے
دمِ نظّارہ ترے روئے نِکو پر سہرا

دُرِ خوش آبِ مضامیں سے بنا کر لایا
واسطے تیرے ترا ذوق ثنا گر سہرا

جس کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دے اُس کو
دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخن ور سہرا

قطعہ در مدحِ میرزا شاہ رخ بہادر

میرزا شاہ رخ بہادر نے
قصدِ صید افگنی کیا جس دم

خونِ نخچیر سے ہؤا سارا
دامنِ دشت لالہ زار ارم

نہ بچا اس شکار افگن سے
صید کوئی سوائے صیدِ حرم

مرغ و سیمرغ اور غزال و پلنگ
ہوئے مسکن پذیر دشت عدم

ہے جگر گوشۂ بہادر شاہ
ہو بہادر نہ کیوں وہ نیک شیم

سمجھے شیر آپ کو ہزار غنیم
اس کے پر سامنے ہے مثلِ غنم

شیر گردوں بھی اُس کے لشکر میں
پائے ہرگز نہ قدر شیرِ علم

رہے مانند شیر قالیں کے
اوجِ ہمت سے اُس کے زیرِ قدم

ہاتھ میں جب تفنگ لی اُس نے
ہم سرِ اژدہاے آتش دم

کئی شیرِ ژیاں شکار کیے
اُس غضنفر شکار نے پیہم

ہے بجا گر دلاورانِ جہاں
کھائیں اُس کی دلاوری کی قسم

جب کہ اس جرأت و شجاعت کو
چاہا اس طرح دل نے کیجے رقم

تا رہے یادگار عالم میں
وصفِ عالیِ صاحبِ عالم

لکھی اے ذوق میں نے یہ توصیف
مع تاریخ ثانیِ رستم

۱۲۶۱ھ

رباعیاتِ مدح

شاہا تجھے با دولت و بخت فیروز
فرّخ ہو سدا جہاں میں جشن نوروز

ہووے شرف اندوز ترے طالع سے
ہر سال حمل میں مہرِ عالم افروز

خورشید سے یک روز جہاں میں نوروز
اور تجھ سے جہاں روز مسرّت اندوز

ہے تجھ کو زمانے میں شرف دوازدہ ماہ
ہے مہر جہاں تاب کو یک ماہ یک روز

کہتی ہے یہ فیروزیِ رنگِ نوروز
تو ہو صفِ اعدا پہ مقرر فیروز

ہو دشمنِ سرکش کے لیے 'سہم الموت'
اے شاہِ عدو کش ترا تیر دل دوز

قطعہ

دعا ہے ذوق کی ہو خلعتِ ولی عہدی
مبارک آپ کو با آفتابی و کرسی

یہ آفتابی و کرسی خدا کرے فرخ
بحقِ 'سورۂ والشمس' و 'آیۃ الکرسی'

اشعارِ متفرقات قصائد و قطعات وغیرہ

مطلع

فصل گل آج ہے وہ سلطنت آرائے طرب
کہ ملا باغ میں بلبل کو ہزاری منصب

ہے اگر لیلئی سیاہی تو ورق عذرا عذار
خط ترا شیریں ہے شاہا اور قلم شاخِ نبات
ہو گیا خورشید مالامال ونہی نور سے
دی جو تو نے دولتِ انوارِ دانش کی زکوٰت
ہاتھ میں بندوق لے جس وقت تو بہرِ شکار
شیرِ گردوں کو ہو مشکل ہاتھ سے تیرے نجات

اشعار قصیدہ

آگے تیری طبعِ موزوں کی ہے اک فعلِ عبث
یہ جو کرتے ہیں عروضی فاعلاتن فاعلات

فیض سے تیرے نہ کیوں کر اک جہاں سرسبز ہو
ذات ہے تیری شہا! سرچشمۂ آبِ حیات

عہد میں تیرے نکالے دانت گر سینِ ستم
کام لے زنبور کا خامے سے دستِ معدلت
گر پڑے پاؤں پہ تیرے مہر آ کر سایہ وار
آفتابی سے جو تُو کہہ دے کہ اس کو روک مت

اشعارِ قصیدۂ ناتمام

خسروا نیّرِ اقبال کی تیرے خورشید
کھائے ہے وقتِ شرف عز و شرف کی سوگند

تاب کیا نجم سعادت سے ہو تیرے ہم سر
منزلِ اوج پہ چمکے مہِ تاباں ہر چند

دمِ تحویل یہ کہتے ہیں عناصر چاروں
چار چند آپ کا ہو مرتبہ بلکہ صد چند

پرورش امن کے سایے میں کیا کرتا ہے
شیرِ نر بچۂ آہو کو بجائے فرزند

قصرِ دولت سے ترے مرغِ نظر ریختہ بال
بامِ حشمت پہ ترے کاہکشاں نصف کمند

فرد

کوہ اور آندھی میں ہوں گر آتش و آب و خاک و باد
آج نہ چل سکیں گے پر آتش و آب و خاک و باد

تا کہ یہ گبر اور ہنود طاق پرست ہوں باز
چھوڑ دیں شرک پوجنا آتش و آب و خاک و باد

کرے ہے مہرِ علی دل کو صاف پُر انوار
طلوع شمس پہ موقوف ہے وجودِ نہار

علی سے کیوں کہ نہ ہو زیر لشکرِ کفّار
علی ہے شکلِ علی اور علی ہے حرفِ جار

پر نہیں پر ترا توسن وہ پری ساں پرّاں
سیر کہ جس کے لیے قاف سے لے کر تا قاف

ہو قوی دست ترے زور سے اسلام اگر
کھینچے شمشیر سرِ کفر پہ پھر مرکزِ کاف

پاتا گرداب سے ہے گردۂ نانِ آبی
تیری بخشش سے جو دریا کا معیّن ہے کفاف

دستِ ہمّت نے ترے کھوئی روپے کی یہ قدر
چٹکیوں میں ہیں اڑاتے اسے کیا کیا صرّاف

کروں اگر رقمِ تہنیت کا آج آہنگ
تو نکلے میرے قلم سے صدائے بربط و چنگ

ترا وہ زورِ حمایت ہے، پاؤں کو اپنے
کرے ہے شیر کی چربی سے مالش آہوئے لنگ

شہا ترے رخِ روشن کو کس سے دوں تشبیہ
کہ مہر و مہ کو گہن لازم آئینے کو زنگ

مطلع

ہیں وہ لعلیں خسروا! تیرے سر اورنگ گل
جس پہ کھاتا ہے چمن میں تختۂ اورنگ گل

دیتا ہے تیری فوج میں نقّارہ جب فلک
آتا ہے صاف چوب کی صورت نظر ہلال

قصیدۂ ناتمام در منقبت

لکھوں جو میں کوئی مضمونِ ظلمِ چرخِ بریں
تو کربلا کی زمیں ہو مری غزل کی زمیں

یہ حال ہے مرا ضعفِ دماغ سے کہ مجھے
صدائے صورِ قیامت ہے ہر مگس کی طنیں

زمانہ عربدہ پرداز و بختِ بد ناساز
ستارہ بر سرِ پرخاش و چرخ بر سرِ کیں

عجب نہیں ہے کہ راہب خطِ چلیپا سے
بناوے تیرے طویلے کے واسطے خرزیں

اشعارِ قصیدۂ ہفت دہ زبان

جب کہ سرطان و اسد مہر کا ٹھہرا مسکن
آب و ایلولہ ہوئے نشو و نمائے گلشن

جوشِ روئیدگیِ سبزہ پہ یاد آتی ہے
آیت ''انبتہ اللہ نباتاً حسناً''

جس طرح شعلے کا عالم ہو بہ فانوسِ خیال
خوف سے یوں ترے لرزاں ہے عدو زیرِ کفن

نام کو اللہ اکبر کیا ترے تاثیر ہے
ہر اذاں میں شامل اور داخل ہر تکبیر ہے

حصۂ دوم

غزلیات و قصائد بہ روایتِ آزاد

ردیف الف

۱

رہے نام محمدؐ لب پہ یا رب اول و آخر[1]
اُلٹ جائے بوقت نزع جب سینے میں دم میرا

محبّت اہلِ بیت مصطفٰی کی نور برحق ہے
کہ روشن ہو گیا دل مثلِ قندیلِ حرم میرا

دکھائی مجھ کو راہِ شرع اصحابِ پیمبر نے
چراغِ راہ ہے اکرامِ اصحابِ کرم میرا

کہیں شاہِ نجف کے عشق میں دل میرا ڈوبا تھا
کہ ہے دُرِّ نجف ہو کر چمکتا دُرِّ یم میرا

رہے گا دانہ افشاں مزرعِ اُمید بخشش میں
غمِ آلِ نبی سے دانۂ ہر اشک نم میرا

شہِ بغداد کا خطِّ غلامی ذوق رکھتا ہوں
نہ کیوں دل اس خطِ بغداد سے ہو جامِ جم میرا

۲

مری خواری کے رتبے کا کمالِ اوج تو دیکھو
کہ ہے چرخِ زحل بھی سایۂ بختِ دژم میرا

وہ ہوں میں آتشیں گل تازہ نخلِ شمعِ اُلفت کا
نہیں ہے کوئی گل چیں غیرِ مقراضِ ستم میرا

۱- ن : الف الحمد رب العالمیں کا ہے قلم میرا
یہ مصرع اس غزل کے مطلع میں مصرع ثانی کے نسخے کے طور پر ملتا ہے۔

روان ریگِ رواں ہے جائے آبِ اشکِ مژگاں سے
کدورت بار ہے دیکھو سحابِ رنج و غم میرا

وہ ہوں میں آہوئے وحشی رمیدہ دامِ ہستی سے[۱]
کہ ہے اک کوچۂ رم جادۂ دشتِ عدم میرا

جھپکتی آنکھ شب جوں حلقۂ زنجیر کیا میری
طلسمِ خوابِ ہندی تھا سرِ زلفِ الم میرا

کہوں میں سو دہن سے حرفِ قطعِ آرزوئے دل
لبِ ہر زخم پر ہے جوں لبِ شمشیر دم میرا

مری افسردہ حالی گر ہو جنس آرائے دل سردی
عجب کیا شیرِ برفیں ہو اگر شیرِ علم میرا

پھپھولا کام افعی میں ہے واں اب تک جہاں ٹپکا
قضا کے جام سے یک قطرۂ زہراب غم میرا

ہؤا روشن چراغِ کعبہ زاہد جس کے شعلے سے
اسی آتش کا رکھتا ہے شررِ سنگِ صنم میرا

مری صورت کے معنی ہیں 'نَفَخْتُ فِیہِ مِنْ رُوحِی'
حدوثِ بے ثبات، اثبات کرتا ہے قدم میرا

تخیل نے مرے باندھا طلسمِ تازہ کیفیت
نہ کیوں ہو کاسۂ سر ذوق رشکِ جامِ جم میرا

شعر

کیا ہم نے سلام اے عشق تجھ کو
کہ اپنا حوصلہ اتنا نہ پایا

اشعار

سرو عاشق ہو گیا اس غیرتِ شمشاد کا[۲]
غل مچایا قمریوں نے بھی مبارک باد کا

۱۔ ن : رمیدہ سایۂ ہستی سے ہوں وہ آہوئے وحشت۔
۲۔ یہ مطلع در اصل ناسخ کا ہے۔

سلسلے میں لفظ و معنی کے نہ آیا دل کبھی
ابجدِ عالم میں گویا تھا الف آزاد کا

اشعار

عالم ہے زندگی میں زمانہ شباب کا
گلشن میں برگ برگ ہے پھول آفتاب کا
اے گل رخو نہ چھیڑنا دامن سحاب کا
دیکھو چھلک رہا ہے کٹورا گلاب کا

شعر

آنا ہے گر تو آؤ کہ سینے سے جل کے اب
آنکھوں میں آکے ٹھہرا ہے دمِ انتظار کا

۳

کہتا وحشت سے یہ ہے جامۂ پیری میرا
دیکھ کپڑا ہوں پرانا ابھی جل جاؤں گا

عقل سے کہہ دو کہ لائے نہ یہاں اپنی کتاب
میں ہوں دیوانہ ابھی گھر سے نکل جاؤں گا

اے صنم در پہ نہیں دیر میں جا بیٹھوں گا
کچھ میں بچہ تو نہیں ہوں کہ مچل جاؤں گا

کہتا پیراہنِ گل ہے یہ نزاکت سے نسیم
ہاتھ مجھ کو نہ لگانا کہ نکل جاؤں گا

شعر

جان کے دل میں سدا جینے کا ارماں ہی رہا
دل کو بھی دیکھا کیے یہ بھی پریشاں ہی رہا

۴

اُن سے کچھ وصل کا ذکر اب نہیں لانا اچھ
وہ جو کچھ کہویں تو تم بھی کہے جانا اچھ

تم نے دشمن ہے جو اپنا ہمیں جانا اچھا
یارِ ناداں سے تو ہے دشمنِ دانا اچھا

پھول گل مہندی کے لالا کے نہ ہاتھوں میں ملو
خونِ عاشق نہیں مرقد پہ بہانا اچھا

طائرِ جاں کے سوا کوچۂ جاناں کی طرف
نامہ بر کون ہے جو کیجے روانا اچھا

طاقِ ابرو کے تصور میں دلا کھینچ نہ آہ
سمتِ کعبہ کو نہیں تیر لگانا اچھا

بدگماں دیکھو کچھ اس میں بھی نہ ڈالیں رخنہ
روزنِ در سے نہیں آنکھ لڑانا اچھا

آتشِ عشق ہے سینے میں دبی دیکھ اے چشم
اب نہیں دامنِ مژگاں کا ہلانا اچھا

بیٹھ رہ کر کے قناعت کہ بہ شکلِ مہِ نو
چھوڑ آدھی کو نہیں ساری کو جانا اچھا

مرغِ دل نے نگہِ یار سے پوچھا اڑ کر
پھر بھی کہنا کہ لگاتے ہیں نشانا اچھا

یاں تو دم میں نہیں دم اور وہ لیے تیغ دو دم
کہتے ہیں دیکھو نہیں دم کا چرانا اچھا

طرہ شمشاد دکھاتا ہے تری زلفوں کو
لاؤ آرا کہ یہی اس کو ہے شانا اچھا

ساقیا! ابر ہے آیا تو بڑھا خم پر ہاتھ
کہ گھٹا میں نہیں ہمت کا گھٹانا اچھا

جل کے گر قطرۂ خوں دل کا ہؤا اشک آلود
تو نہیں نیمچہ مژگاں سے گرانا اچھا

گردشِ عمر میں تسبیحِ سلیمانی کا
آج اک ہاتھ لگا ہے مرے دانا اچھا

سامنے یار کے اے ذوق بہا نا آنسو
ہے تو چاہت کے جتانے کو بہانا اچھا

۵

جل اُٹھا شمع نمط تارِ رگِ جاں میرا
آہ روشن نہ ہؤا کلبۂ احزاں میرا

ہلتے دیکھا جو لبِ زخم تو بولا قاتل
آج تیرا ہے دہن اور نمک داں میرا

کر کے بسمل مجھے کس ناز سے کہتا ہے وہ شوخ
دیکھ تر کیجو نہ خوں سے کہیں داماں میرا

اے جنوں دن سے سوا رات کو روشن کر دے
مہرِ گردوں ہو جو داغِ دلِ سوزاں میرا

خارِ وحشت سے کہو چھوڑ دے دامن دل کا
ہے خطِ جادہ ترا چاکِ گریباں میرا

دھیان میں آئینۂ رخ کے گئی جان نکل
رہ گیا ہائے کھلا دیدۂ حیراں میرا

اے جنوں تو بھی ہو دنیا میں یونہی خانہ خراب
خاک در خاک کیا خانۂ ویراں میرا

نظمِ معنی کا بکھر جائے ابھی حرف سے حرف
باندھیں گر اہلِ سخن حالِ پریشاں میرا

خندۂ جام کو مینا کے لبوں پر رکھ دو
دیکھو پھر ہنستا ہے کیا کیا لبِ خنداں میرا

اپنا رونا مجھے ہنسنے سے مبارک ہو ذوق
دیکھ ۔ خنداں ہو جو وہ دیدۂ گریاں میرا

٦

رکھتے تھے جو کشورِ کسریٰ و قیصر زیرِ پا
ہے انھی کا آج سر با تاج و افسر زیرِ پا

تم چلو رکھ کر جو میرا دیدۂ تر زیرِ پا
پل ہوں بحرِ اشک پر ، مژگاں سراسر زیرِ پا

خاک ساری کو ہماری مل گئی اکسیرِ عشق
اب تو پارس ہوگا جو آئے گا پتھر زیرِ پا

ہے نمازِ کشتۂ قامت بجائے جانماز
اے قیامت ! لا بچھا دامانِ محشر زیرِ پا

زیردستی پر بھی ہے موذی سے لازم احتراز
جب دبے گا سانپ ، کاٹے گا مقرر زیرِ پا

ہیں ترے مجنوں کے مژگاں وادیِ وحشت کے خار
راہ آنکھوں کے نکل آئے ہیں چبھ کر زیرِ پا

فاتحہ عاشق کا دیتا ہے تو واجب ہے ادب
اپنے کفشِ پا کو رکھ لے پا سے باہر زیرِ پا

میر ہوں وہ کشتی شکستہ بحرِ الفت میں صبا
ایک تختہ رہ گیا ہے جس کا بچ کر زیرِ پا

قصرِ تن کو ذوق سب غارت کرے گا ایک دن
چیونٹیوں کا پھر رہا ہے یہ جو لشکر زیرِ پا

۷

دشمنِ جاں یک بہ یک سارا زمانہ ہو گیا
ہائے تاثیرِ محبّت یہ ستم کیا ہو گیا

تم میں تھا یا مجھ میں تھا دل پھر کہو کیا ہو گیا
دل کے جانے کا تو عالم کو اچنبھا ہو گیا

جس کو اے ظالم تری مژگاں کا کھٹکا ہو گیا
سوکھ کر ایسا ہؤا دبلا کہ کانٹا ہو گیا

ہم نے اُن سے دوستی کی ، وہ ہیں کرتے دشمنی
دیکھو کیا سوچا تھا ہم نے اور وہاں کیا ہو گیا

بادۂ گلگوں نے رنگتِ رخ کو روشن کر دیا
پہلے تھا گل رنگ مکھڑا پھر بھبوکا ہو گیا

جب اُٹھا تابوت تیرے کشتۂ حسرت کا آہ
شورِ ماتم تھا کہ اک عالم میں برپا ہو گیا

تم نے کل عزمِ سفر کا ہم کو بھیجا تھا پیام
لو سفر یاں آج دنیا سے ہمارا ہو گیا

پھر چلو اے حضرتِ دل ہو چکا ملنا بس اب
آج گھر میں غیر کے پھر اُن کا رہنا ہو گیا

مرنا جینا اک جہاں کا ہے نگاہوں پر تری
جس نظر سے آنکھ بھر کر تو نے دیکھا ، ہو گیا

خط لکھا مجھ کو تو اس میں نام بھی پورا نہ تھا
کیا کہوں قسمت کا لکھّا آج پورا ہو گیا

وہ تو خود شعلہ تھا جب میں نے کہا ہو شعلہ خُو
اس لطیفے سے بھڑک کر آگ دونا ہو گیا

غیر کے گھر ہم سے تُو آڑ کر اگر پہنچا تو کیا
تیرے جانے کا تو اک عالم میں چرچا ہو گیا

گرم ہو کر آتا ہے منہ پر مرے طفلِ سرشک
دیکھ کیا اے چشمِ تر! ابتر یہ لڑکا ہو گیا

کر دیا تیغِ نگہ نے ایک عالم کا ہے خون
نام بدنام اے صنم! ناحق قضا کا ہو گیا

یادِ زلفِ عنبریں میں رات یہ آہیں بھریں
گنبدِ گردوں سیہ سارے کا سارا ہو گیا

ذوق نے ہو زلف کو چھیڑا تو لے مجھ سے قسم
تُو نے خود چھیڑا اُسے اور برہم اتنا ہو گیا

۸

کوہ کے چشموں سے اشکوں کو نکلتے دیکھا
اے صنم! پر ترا پتھر نہ پگھلتے دیکھا

ضعف سے سینے میں آتا ہے مرا دم جس طرح
ریگ کو شیشۂ ساعت میں نہ چلتے دیکھا

تھا میں اس باغ میں نخلِ گلِ آتش بازی
پھولتے دیکھا مگر آہ نہ پھلتے دیکھا

اُس رخ و زلف کے آگے نہ ہوا مہ کو فروغ
آگے کالے کے دیا کس نے ہے جلتے دیکھا

اے صبا! جنبشِ سبزہ کے سوا کس کو بھلا
مورچھل گورِ غریباں پہ ہے جھلتے دیکھا

جو چڑھا اوجِ فنا پر وہ گرا سایہ نمط
پاؤں اس کوٹھے سے ہے سب کا پھسلتے دیکھا

کوے جاناں میں ہے دل جیسا گیا قابو سے
ہم نے بچے کو بھی ایسا نہ مچلتے دیکھا

زلف کہتی ہے دُرِ گوش سے دکھلا دے کوئی
گر سرِ بیضہ سے ناگن کو ہو ٹلتے دیکھا

کج ادائی گئی کب ہم سے ترے ابرو کی
شاخِ آہو سے ہے خم کس نے نکلتے دیکھا

اشک کو لیتا نہ دامن میں تو کیا کرتا میں
گہوارے میں یہ لڑکا نہ سنبھلتے دیکھا

جا چھپا شرم سے ظلمات میں جو آبِ حیات
تجھ کو دانتوں پہ مسی ہے کبھی ملتے دیکھا

کوے جاناں سے ہم اور خلد سے آدم نکلے
اُن کو دیکھا نہیں پر ہم کو نکلتے دیکھا

خانۂ دل کے سوا آتشِ غم سے اے **ذوق**
سامنے آنکھوں کے گھر کس نے ہے جلتے دیکھا

۹

برنگِ گل صبا سے کب کھلا دل گیر دل میرا
کہ ہے باغِ جہاں میں غنچۂ تصویر دل میرا

خط و عارض کا تیرے رات دن جو دھیان رکھتا ہے
تلاوت کرتا ہے قرآنِ باتفسیر، دل میرا

ورق پر سینے کے کھینچا ہے تارِ اشک سے مسطر
کرے گا شرحِ دردِ عشق کچھ تحریر دل میرا

سنبھالے رکھ ذرا اے آسماں دیکھ اپنے دامن کو
زمیں پر کھینچتا ہے نالۂ شب گیر دل میرا

بتوں کی سرد مہری نے کھلا دی زعفراں لیکن
کرے کیا گرم جوشی، ہو گیا کشمیر دل میرا

تری چشمِ فسوں گر نے کہاں سیکھا تھا یہ جادو
کیا ہے اک نگہ میں اے پری تسخیر دل میرا

تصوّر میں کسی تیغِ نگہ کے کشورِ اُلفت
ہؤا تسخیر کر کے صاحبِ شمشیر دل میرا

بتو گر حسن کی دولت سے تم ہو بن گئے پارس
ہؤا ہے کیمیائے عشق سے اکسیر دل میرا

کبھی منّت کی زنجیر اُن کو پہنے اس نے دیکھا تھا
ہے اب تک پہنے تارِ اشک کی زنجیر دل میرا

نشاں تو رہنے دے قاتل ذرا سا خوں لگا دوں میں
قیامت میں ترا تا ہووے دامن گیر دل میرا

بتوں کا عشق ہے گر **ذوق** تو ساری خدائی میں
کرے گا شہر شہر اک دن مجھے تشہیر دل میرا

۱۰

چاہے عالم میں فروغ اپنا تو ہو گھر سے جدا
دیکھ چمکے ہے شرر ہوتے ہی پتّھر سے جدا

کیجو مشّاطہ نہ سبزہ گوشِ دل بر سے جدا
بدنما ہے، گر رکھیں مینا کو ساغر سے جدا

دل مرا یا رب نہ ہو زلفِ معنبر سے جدا
سر جدا ہو تن سے، یہ سودا نہ ہو سر سے جدا

لکّھے شرحِ سوزشِ ہجراں جو تیرا بے قرار
ہو تڑپ کر جوں شرر ہر نکتہ دفتر سے جدا

فندقِ پائے نگاریں کا ہوں میں سودا زدہ
قطرۂ خوں بھی نہ ہوگا نوکِ نشتر سے جدا

شیشۂ دل میں ہے کیا چمکا شرارِ عشقِ یار
شیشہ گر رکھ تو بھی شیشے کو نہ اخگر سے جدا

خطِ شرحِ ناتوانی ہو گیا اُڑتے ہی آہ
جوں پرِ کمزور، بازوئے کبوتر سے جدا

حضرتِ آدم کو شیطاں نے نکالا خلد سے
غیر نے ہم کو کیا ہے کوئے دل بر سے جدا

۱۱

لخت دل اور اشکِ تر دونوں بہم دونوں جدا
ہیں رواں دو ہم سفر دونوں بہم دونوں جدا

میں نہ چکوا ہوں نہ وہ چکوی پھر آخر کس لیے
رہتے ہیں شب تا سحر دونوں بہم دونوں جدا

وصل کی شب نگہتِ گل کی طرح ہم اور وہ
رہتے ہیں باہم دگر دونوں بہم دونوں جدا

شکلِ عکس و آئنہ تیرا خیال اور میرا دل
آئینے ہیں سیم بر دونوں بہم دونوں جدا

ذوق ہیں سینے میں اوراقِ جلاجل کی طرح
دل جگر با شور و شر، دونوں بہم دونوں جدا

۱۲

لعل لب و دندانِ صنم کا دل نے جب سے خیال کیا
صمٌ بکمٌ کہہ کے ہے گویا ہم نے زباں کو لال کیا

لے گا دلا اُس عشق سے کیا تو، جس نے ہے کوہ و صحرا میں
مجنوں کا یہ حال کیا، فرہاد کا ہے وہ حال کیا

پھرتا ہے تو اے چاند کے ٹکڑے بسکہ شب و روز آنکھوں میں
دل نے روشن ہو کے شبِ فرقت کو ہے روزِ وصال کیا

آتشِ گل ہوئی روشن واں، یاں چمکا ہمارے دل کا جنوں
موسمِ گل نے کیا ہنگامہ گرم ہے اب کے سال کیا

سادہ رخوں سے کی جو محبت تیری ہی تھی یہ سادہ دلی
منہ چڑھ کر اُس شوخ کے اپنا کالا منہ اے خال کیا

مُوقلم ایسا لاؤں کہاں سے جو یہ کرے تحریر انھیں
حال تو دیکھو تم نے مجھے ہر موئے تن ہے وبال کیا

نامۂ یار کو رکھ دیجو تو ہم دم میرے زیرِ کفن
نامہ جوابِ نامہ ہے اپنا واں جو کسی نے سوال کیا

شمع نمط یاں خارِ جنوں کی آنگلی پگھلی جاتی ہے
آبلوں میں تیزاب تھا گر تو ناحق کیوں پامال کیا

۱۳

ہجر میں کیا کیا مرض ہے سنگ دل پیدا ہؤا
ہولِ دل پیدا ہؤا ، آزارِ سل پیدا ہؤا

تیرہ بختی بھی آسی دن اپنی روشن ہو گئی
روے تاباں پر تمھارے جب تھا تِل پیدا ہؤا

یا الٰہی کیا کہوں تیری عنایت کے سوا
میں نے کیا ایسا کیا جو ایسا دل پیدا ہؤا

غیر کے چھلئے سے واں تو نے جو گل کھائے تو یاں
داغِ تازہ داغِ دل کے متصل پیدا ہؤا

اُس لبِ لعلیں پہ ہے یہ جلوۂ رنگِ مسی
یا کہ نافرسان و لالہ مشتمل پیدا ہؤا

کر کے وعدہ رات کو جو راہ سے تو پھر گیا
وہم کیا دل میں یہ اے پیہاں گسل ! پیدا ہؤا

خاک ساری نے آسی دن روشنی پائی تھی ذوق
آدمِ خاکی کا جس دن آب و گل پیدا ہؤا

۱۴

رکھ دل جلوں کی خاک پہ تو با فراغ پا
سوزِ دروں وہی ہے پہ ہوں گے نہ داغ پا

تو باغ میں رکھے اگر اے رشکِ باغ پا
پھر آئے واں خزاں تو وہیں ہوویں داغ ہا

غزل نمبر ۱۴ کے مسودے کا عکس

وہ اور میرے گھر میں رقیبوں کو لے کے آئے
بلبل کے آشیاں میں رکھے حیف زاغ ، پا

گر کوے یار میں نہیں ملتا پتا تو پھر
تو کوے زلفِ یار میں دل کا سراغ پا

روئے گی پھوٹ پھوٹ کے ہر چشمِ آبلہ
جوشِ جنوں میں رکھ نہ سوے کوہ و راغ پا

ہم دل جلوں کی خاک پہ رکھیو نہ تو قدم
اس سے تو ڈال دیجو میانِ آجاغ پا

اس گل سے گر اجازتِ پابوس ہو نصیب
ہو جائے چوم چوم کے دل ، باغ باغ ، پا

اچھلے ہے شیخ وجد میں اس طرح بار بار
جس طرح بدلگام ہو گھوڑا چراغ پا

ساقی کا دورِ چشم ہو گر برکنارِ آب
پائے حباب آبِ رواں سے ایاغ پا

ہے جی میں آب جو نمط اے سروِ خوش خرام
دھو دھو پیا کریں ترے سب بے دماغ پا

اے ذوق کیوں چمن میں وہ گل جائے جس کے ہوں
رنگِ حنا سے غیرتِ صد پائیں باغ پا

اشعار

جو بار آسمان و زمیں سے نہ اٹھ سکا
تو نے غضب کیا دلِ شیدا اٹھا لیا

ہو گیا نامۂ شوق ان کو سب از بر میرا
کھا گئے ذبح جو وہ کر کے کبوتر میرا

کچھ رازِ نہاں دل کا عیاں ہو نہیں سکتا
گونگے کا سا ہے خواب ، بیاں ہو نہیں سکتا

سبزہ خط سے خضرِ طریقت رکھتا رسمِ خط ہے جدا
خطِ بتاں ہے خطِ الٰہی لکھے موسیٰ پڑھے خدا

اشعار

کرتا ہے جب نالہ اپنا عالمِ بالا کی سیر
فلک پر کہکشاں کو خطِ جادہ جانتا ہے
آفتابِ حسن کو کیا خاکساروں کا ہو درد
پا فتادہ کا ہے درد ازپا فتادہ جانتا

اشعار

اگر رقیباں نہ سر اپنا سنانِ یار پر دیکھا
تو سر بازی کا اپنے کیا تماشا اپنا سر دیکھا
جہاں باریک بین و ناتواں ہیں اس قدر دیکھا
ہلال انتیسویں کا سب کو منظورِ نظر دیکھا

اشعار

رہے گا تشنہ لب ، سیراب یہ بسمل نہ ہووے گا
میسر جب تک آبِ خنجرِ قاتل نہ ہووے گا
کوئی اے لالہ رو اس حسن کا قائل نہ ہووے گا
اگر مُہرِ گواہی میرا داغِ دل نہ ہووے گا

شعر

آدمی گر ہو مکدر کیا قصور ادراک کا
خاک کا پتلا ہے یہ ، کچھ تو اثر ہو خاک کا

شعر

دل کی طپش سے زخم جگر کا رات جو ٹانکا ٹوٹ گیا
طائرِ جاں جو رشتہ بہ پا تھا فرصت پاکر چھوٹ گیا

شعر

آج غصے سے ادھر کو دستِ قاتل اُٹھ گیا
بس بھروسا زندگی کا ہم کو اے دل! اُٹھ گیا

ردیف ج

اشعار

سخت جانی سے ہوں لاچار وگرنہ مجھ سے
نہ تو خنجر کو ہے آزار، نہ تلوار کو رنج

سن کے فریاد قفس میں مری خوش ہوں بے درد
یہ نہ پوچھیں کہ ہے کیا مرغِ گرفتار کو رنج

اشعار

ابرو پہ اُس کے خال ہے کیا زاغ شوخ چشم
سمجھا ہے اپنی شاخِ نشیمن، ہرن کی شاخ

دکھلائی اُس کے سرمۂ دُنبالہ دار نے
آنکھوں سے ہم کو نرگسِ ہاروت فن کی شاخ

صیّاد میں چمن سے ہوں مانوس[1]، چاہیے
چوبِ قفس بھی ہو تو نہالِ چمن کی شاخ

سوفار کا دہن جو ہُوا خونِ دل سے سرخ
تیر اُس کا بن گیا ہے گلِ خندہ زن کی شاخ

بھر تصدق آئے رگِ گل کو لے صبا
کرنے لگے نثار گہر یاسمن کی شاخ

گر تیرا حفظ ہووے چمن بند روزگار
آبِ مژہ سے سبز ہو سروِ چمن کی شاخ

آخر یہ دستگیریِ تیشہ نے پھل دیا
کی قطع نخلِ آرزوے کوہ کن کی شاخ

۱- مطبوعہ میں 'مایوس' ہے جو سہو کتابت ہے۔

شعر

دم گھٹتا ہے سینے میں دمِ شدّتِ گریہ
باراں کی علامت ہے جو ہو جائے ہوا بند

ردیف ر

۱۵

دل سینے میں کہاں ہے ، نہ تُو دیکھ بھال کر
اے آہ ! کہہ دے تیر کا نامہ نکال کر

ہوں سرد ہو چکا ، نہ دوبارہ حلال کر
میں اور دم چراؤں گا ، یہ تو خیال کر

عاشق کے خوں سے اپنے پرِ تیر لال کر
دکھلا دے شاخِ خشک میں کونپل نکال کر

تیرے مریض نے کئی نقلِ مکاں کیے
آخر کو روح تن سے گئی انتقال کر

شہ رگ پہ اپنی زندگی و موت میں ہے لاگ
آ تیغِ یار ! قصہ یہ تو انفصال کر

آترے گا ایک جام بھی پورا نہ چاک ہے
خاکِ دلِ شکستہ نہ صرف اے کلال کر

لے کر بتوں نے جان جب ایماں پہ ڈالا ہاتھ
دل کیا کنارے ہو گیا سب کو سنبھال کر

سینہ ہمارا وادیِ وحشت سے[1] اے جنوں (کذا)
ہر داغ پر تصورِ چشمِ غزال کر

گر چاہتا ہے مثلِ مہِ چاردہ فروغ
آ پھر کے شہر شہر میں کسبِ کمال کر

پوچھو چلے ہیں کون سے کعبے کو اہلِ درد
ملکِ فنا ہے ، جائیں ذرا دل سنبھال کر

۱- یہاں ’ سے ‘ کی جگہ ’ ہے ‘ ہونا چاہیے -

تصویر اُن کی حضرتِ دل کھینچ لائے گر
رکھ دیں گے ہم بھی پاؤں پہ آنکھیں نکال کر

قاتل ہے کس مزے سے نمک پاشِ زخمِ دل
بسمل ذرا تڑپ کے نمک تو حلال کر

دل کو رفیق عشق میں اپنا سمجھ نہ ذوق
ٹل جائے گا یہ اپنی بلا تجھ پہ ٹال کر

۱۶

خدنگِ دنبالہ کھایا لیکن نہ لایا شکوہ کبھی زباں پر
کہ بوسہ اُس چشمِ سرمہ سا کا، ہے مُہر گویا مری زباں پر

لگا کے باتوں میں اُن کو لائیں جو حرف مطلب کا کچھ زباں پر
تو ایسی کہہ دیں ٹھکانا جس کا لگے زمیں پر نہ آسماں پر

تپِ محبت میں سخت جانی کا یہ اثر ہے دلِ طپاں پر
کہ شکلِ سوہان پڑ گئے ہیں ہزاروں کانٹے مری زباں پر

خلش یہی خار خار غم کا رہا تو مرقد پہ میرے سبزہ
یقیں ہے مانندِ برگِ خرما اُگے گا نشتر لیے زباں پر

کہا یہ سو بار دل کو رو کر حریف مت ترک چشم کو کر
سو آخرش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہا ہے مژگاں کی ہر سناں پر

وہ چشم و ابرو تمہارے زیبا کہ قاب قوسین جن سے ادنٰی
یہ خالِ پیشانی کیوں تمہارا نہ فرق[1] لے جائے فرقداں پر (کذا)

کہے ہے داغِ جنوں کہ چمکوں جو تیرے سرپر بہ دشت وہاموں
چراغِ وحشت سرائے مجنوں کروں میں روشن چراغ داں پر

بنا بگولے کو برج آسا قریب ناقہ کے قیس پہنچا
پر آترے محمل سے کیوں کہ لیلٰی کہ پردہ کھلتا ہے سارباں پر

کہاں رہی مجھ میں جاں ہے باقی کہ ہے دھواں ہو کے لب پہ آئی
جو ذوق آنسو کی بوند ٹپکی ہمارے داغِ دلِ طپاں پر

۱۔ 'فرق' سہو کتابت ہے۔ 'فوق' ہونا چاہیے۔

شعر

جو ترے دوست پہ تجھ بن ہے گزرتی ظالم
وہ مصیبت نہ ہو دنیا میں کسی دشمن پر

شعر

دلِ شوریدہ سر نے خاک اڑا کر
بیاباں رکھ لیا سر پر اٹھا کر

شعر

خفا تو ہو نہ وقتِ ذبح میرے تلملانے پر
کہوں کیا لوٹتا ہوں میں ترے بازو دبانے پر

ردیف س

اشعار

ہے جو قسمت میں تو دریا بھی کبھی ہو جائے گا
آ گیا ہے اپنا قطرہ بھی کنارِ یم کے پاس
دیکھو فیّاضِ ازل نے کیا دیا آنکھوں کو فیض
کاسہ در کف ہو کے یم آتے ہیں اُن کی نم کے پاس

ردیف گ

اشعار

بینی و عارض و ابرو سے ہیں شاخ و گل و برگ
یوں عیاں اس چمن رو سے ہیں شاخ و گل و برگ
بینی اور وہ دہنِ خندہ زن اور نازک لب
لکھے گویا قلمِ مو سے ہیں شاخ و گل و برگ

شعر

آئینۂ فلک میں ہے عکسِ چراغِ دل
خورشید ہو نمود ہؤا بل بے داغِ دل[1]

ردیف م

اشعار

سرد مہری کا تری ہو جو خنک دل کشتہ
ہووے گل گشت سے کیا اس کا دل اے گل رو گرم
تابشِ نارِ جہنم سے سوا اس کو لگے
ہمرہِ بادِ سحر بوئے گلِ شبّو گرم

ردیف ن

۱۷

سلام کرتے ہیں اُن کو جدھر کو دیکھتے ہیں
اور اُن کو دیکھو ذرا وہ کدھر کو دیکھتے ہیں

یہ لوگ کیوں مرے عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں
اُنھیں تو دیکھیں ذرا وہ کدھر کو دیکھتے ہیں

نہ خیر و شر کو نہ عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں
جدھر کو آپ نہ ہوں ہم اُدھر کو دیکھتے ہیں

میں چپکا دیکھ رہا ہوں جگر کے داغوں کو
کہ چارہ گر اُنھیں وہ چارہ گر کو دیکھتے ہیں

ان آہوؤں سے کہو دیکھیں میری آنکھوں کو
جو آب جُو میں گلِ نیلوفر کو دیکھتے ہیں

ہے اُن کی چشم کی گردش پہ گردشِ عالم
جدھر ہو اُن کی نظر سب اُدھر کو دیکھتے ہیں

۱- یہ شعر در اصل انشا کا ہے۔

ہماری وصل کی شب ہے و یا شبِ محشر
کہ اٹھ کے صبحِ قیامت سحر کو دیکھتے ہیں

ہوا کے گھوڑے پہ کس برق وش کو دیکھا تھ
کہ طمطراق پہ ہم کرّوفر کو دیکھتے ہیں

پڑے گا سایۂ زلف اس پہ بھی ضرور کبھی
کہ پیچ و تاب تمھاری کمر کو دیکھتے ہیں

ہم اُن کو کوٹھے پہ چڑھ کر ہیں ڈھونڈتے مہِ عید
کدھر کو چاند ہے اور ہم کدھر کو دیکھتے ہیں

خدا کا بندہ ہو زاہد خدا کو دیکھ ذرا
کہ زر کے بندے زمانے میں زر کو دیکھتے ہیں

اُدھر شفق میں ہے شام اور ادھر ہمیں دیکھو
ابھی سے دم بدم اُٹھ کر سحر کو دیکھتے ہیں

نہ پوچھو شغل اسیری میں ہم غریبوں کا
کبھی قفس کو کبھی بال و پر کو دیکھتے ہیں

یہ کس کو دیکھ فلک سے گرا ہے غش کھا کر
پڑا زمیں پہ جو نورِ قمر کو دیکھتے ہیں

سوالِ جوہرِ آئینہ ہے بہ چشمِ پُر آب
کہ منہ پہ خاک ملے کیوں ہنر کو دیکھتے ہیں

بہار کو ہیں دکھاتے ستارۂ سحری
تمھارے کان میں جب ہم گہر کو دیکھتے ہیں

فنا کی راہ میں پتھر جو بن کے بیٹھے ہیں
انھی کو دیکھ کے ہنستے شرر کو دیکھتے ہیں

وہ خاک اڑائیں گے بازارِ عشق میں آ کر
کہ پہلے ان کے سود و ضرر کو دیکھتے ہیں

بنا کے چشم کے دنبالہ پر وہ خالِ سیاہ
سنانِ ترک نظر پر سپر کو دیکھتے ہیں

عرق کے قطرے نہیں دیکھتے ہیں اس رخ پر
ستارے دھوپ میں ہم دوپہر کو دیکھتے ہیں

الٰہی آگ یہ سینے میں ہے کہ آفت ہے
عرق کی جا پہ نکلتے شرر کو دیکھتے ہیں

زیادہ سر ہو جو دشمن تو ہم سمجھتے ہیں
تڑپتا خاک پہ مارِ دو سر کو دیکھتے ہیں

نگیں کو دیکھ لیں چاہیں جو نام عالم میں
کہ سینہ کاوی میں یاں نام ور کو دیکھتے ہیں

خراشِ ناخنِ وحشت سے چارہ گر میرے
شکستہ بخیۂ زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

اٹھائی آنسوؤں نے کس پہ آج ہے تسبیح
سفر ہے جاں کا جو فالِ سفر کو دیکھتے ہیں

کسی کی کاوشِ مژگاں سے برسرِ مژگاں
ٹپکتا قطرۂ خونِ جگر کو دیکھتے ہیں

دکھا دو تم لبِ میگوں پہ خندۂ نمکیں
کہ یاں تو ساغرِ مے میں شکر کو دیکھتے ہیں

عیار نقد محبّت کا دیکھ سختی پر
لگا کے ذوق کسوٹی پہ زر کو دیکھتے ہیں

شعر

ذوق تو اس اس بحر میں ایسے گلِ مضموں بہا
جا بجا لگ جائے اک پھولوں کا خرمن آب میں

۱۸

اشعار غزل و قصیدہ

ہووے تو اے مہر وش جب پرتو افگن آب میں
ہو سراپا فلس ماہی ماہ روشن آب میں

عکس زلف یار اور آئینہ رخسار یار
کھینچے ہیں شام و سحر تصویر سوسن آب میں

تو جو دریا میں لڑا چھینٹے تو نیساں شرم سے
پانی پانی ہو گیا اے شوخ پُر فن آب میں

مردم دیدہ ہیں اپنے زندہ آب اشک سے
مردم آبی ہیں ان کا ہے نشیمن آب میں

بھول مت علم کتابی پر کہ آخر کب تلک
ناؤ کاغذ کی بہے اے طفل کودن آب میں

تو لب دریا ہنسے آ کر جو اے رشک بہار
ڈالے بھر بھر کر صبا پھولوں کے دامن آب میں

لے لو اپنے روے سیمیں پر ذرا آبی نقاب
نیلوفر دکھلا رہا ہے اپنا جوبن آب میں

کیا ہوا، کیا سبزہ ہے، کیا گل ہے، کیا ابر بہار
لطف ہے گر ہووے فیض رب ذوالمن آب میں

مدح کر اس شاہ دریا دل کی اے دل جس کا فیض
لعل و گوہر ہے بہاتا وقت گفتن آب میں

شاہ اکبر خسرو غازی کہ آب تیغ سے
رکھے حاسد کو ہمیشہ تا بہ گردن آب میں

پڑھ کے ”بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا“ دلا
جوں شناور پھر ہوا میں دست و پا زن آب میں

مطلع روشن لکھا جس سے کہ بحر نظم میں
صورت اختر دُر معنی ہیں روشن آب میں

ڈالے جوں روح القدس تو جب کہ توسن آب میں
نورِ حق ہو اہلِ برہاں پر مبرہن آب میں

اے شہِ الیاس رتبت اے شہِ خضر احترام
خشک و تر کو ہے سہارا تیرا دامن آب میں

نامِ حق لے کر جو مارے تیغ راہِ حق میں تو
غرق جوں فرعونیاں ہو فوجِ دشمن آب میں

تو شہِ دریا نوال اور دل ترا موجِ کرم
ہے سخاوت سے تری دستِ قلم زن آب میں

تیرا نیسانِ عطا جس دم گہر باری کرے
گوہرِ تر سے بھریں موجوں کے دامن آب میں

حکم تیرا جستجو چاہے تو گم ہونے نہ پائے
مثلِ ابراہیم ادھم ایک سوزن آب میں

تیرے حکمِ شرع سے جب کفر دریا بُرد ہو
غرق ہووے تا بہ انشاے برہمن آب میں

ہو ترے سینے میں گر بحرِ معانی موج زن
قطرے سے روشن ہو صد معنیِ روشن آب میں

ہو ترا فیضِ سخن گر معنیِ نطقِ فصیح
بلبلے مانندِ بلبل ہوں نوا زن آب میں

تیرے آگے گر کریں اعدا سرِ عصیاں بلند
مثلِ قومِ نوح ہووے سب کا مدفن آب میں

تو صف آرا ہو جو دریا میں تو اک اک کرمِ آب
ہو عدو کے قتل کو سو سو تہمتن آب میں

روے دریا پر بناتے ہیں بہم موج و حباب
بہرِ سربازانِ لشکر خود و جوشن آب میں

نور و ظلمت ہم دگر دشمن ہیں پر حیراں ہوں میں
تیرے خنجر میں ہے کیوں آتش بہ آہن آب میں

ق

باد پا تیرا ہے یوں آتش قدم بر روے خاک
ہووے جوں برقِ درخشاں سایہ افگن آب میں
عکس ابھی دریا میں ہے اور سن سے اڑ جاتا ہے یوں
روح گویا اڑ گئی اور رہ گیا تن آب میں
تیرا فیلِ کوہ پیکر بس کہ دریا سیر ہے
ڈالے وہ کوہِ رواں جب اپنا دامن آب میں
مثلِ ابر آئے و لیکن سرعتِ رفتار سے
اوپر اوپر جائے مثلِ ابرِ بہمن آب میں
نسرِ طائر نسرِ واقع چرخ پر تا ہوں شہا
اور زمیں پر ہووے تا ماہی کا مسکن آب میں
ہو ہوائے شوق میں سر پر ہما اقبال کا
ماہیِ دولت کا ہو تیرے نشیمن آب میں

شعر

ہیں آمدِ بہار سے بھر لائے منہ میں خوں
یہ زخمِ دل تبسمِ غنچہ سے کم نہیں

۱۹

ہم سے ظاہر و پنہاں جو آس غارت گر کے جھگڑے ہیں
دل سے دل کے جھگڑے ہیں نظروں سے نظر کے جھگڑے ہیں
جیتے ہی جی کیا ملک فنا میں ساتھ بشر کے جھگڑے ہیں
مر کے ادھر سے جب کہ چھٹے تو جا کے ادھر کے جھگڑے ہیں
کیسا مومن ، کیسا کافر ، کون ہے صوفی ، کیسا رند
سارے بشر ہیں بندے حق کے سارے شر کے جھگڑے ہیں

ایک ایک جور و ستم پر اُس کے سو سو داغِ دل ہیں گواہ
ہم جو اُس سے جھگڑے ہیں حق ثابت کر کے جھگڑے ہیں

غم کہتا ہے دل میں رہوں میں ، جلوۂ جاناں کہتا ہے میں
کس کو نکالوں کس کو رکھوں ، یہ تو گھر کے جھگڑے ہیں

بحر میں موتی پانی پانی ، لعل کا دل خوں پتھر میں
دیکھو لب و دنداں سے تمھارے لعل و گُہر کے جھگڑے ہیں

دوست کے گھر میں دشمن ہو جب سنگ ہمارے سینے پر
دل کا ذکر رہا کیا باقی ، پھر تو سر کے جھگڑے ہیں

حضرتِ دل کا دیکھنا عالم ہاتھ اُٹھائے دنیا سے
پاؤں پسارے بیٹھے ہیں اور سر پہ سفر کے جھگڑے ہیں

ذوق مرتّب کیوں کہ ہو دیواں شکوۂ فرصت کس سے کریں
باندھے گلے میں ہم نے اپنے آپ ظفر کے جھگڑے ہیں

اشعار

آفتِ جاں دل کو ہیں تن کے قفس کی تیلیاں
ورنہ ہیں یاں بال و پر تارِ نفس کی تیلیاں

طائرانِ رنگِ گل کا فکر کیا اے باغباں
ہیں یہی رگ ہائے گل اُن کے قفس کی تیلیاں

طائرِ رنگ جناں کا شوق اگر ہو اے پری
تیرے ہاتھوں کی لکیریں ہوں قفس کی تیلیاں

چشمِ گریاں نے اگر کی اس برس برسات خوب
سبز ہو جائیں گی سب میرے قفس کی تیلیاں

شیخ کی داڑھی تو حاضر ہے ، لگا دے ساقیا
گر خسِ شیشہ کو ہیں درکار خس کی تیلیاں

ہے یہ بھر مرغ دل بلبل رگِ گل کا قفس
اس سے نازک اور کیا ہوں گی قفس کی تیلیاں

شیخ تل شکری جو لائے لعل لب کے سامنے
گل کا دونا تھا مگر شاخِ عدس کی تیلیاں

آگے ان نالوں کے ہیں یوں خار و خس ہوتے رقیب
جوں ہوں روکش اژدرِ آتش نفس کی تیلیاں

کارواں حیرت کا تھا شب تنکا تنکا دشت میں
رہ گئیں بن بن کے آوازِ جرس کی تیلیاں

سلسلہ وابستہ تھا کچھ عالمِ معنی سے ذوق
ورنہ تھیں یہ تیلیاں کب اپنے بس کی تیلیاں

۲۰

کہہ دے شبنم سے نہ بھر سیماب گل کے کان میں
بلبلیں احوال دل کچھ اے صبا! کہنے کو ہیں

دیکھے آئینے بہتؔ بن خاک ہیں ناصاف سب
ہیں کہاں اہلِ صفا اہلِ صفا کہنے کو میں

دم بدم رک رک کے ہے منہ سے نکل پڑتی زباں
وصف اس کا کہہ چکے فوّارے یا کہنے کو ہیں

اب تو رات آخر ہوئی میری طرف دیکھو ذرا
مسجدوں میں لوگ اذاں اے مہ لقا کہنے کو ہیں

میرے دل کے آبلے دیکھے تو منہ فق ہو گئے
زرد یوں ہی دانہ ہائے کہربا کہنے کو ہیں

دیکھ تو لے پہنچے کس عالم سے کس عالم میں ہیں
نالہ ہائے دل ہمارے نارسا کہنے کو ہیں

گاہ دامن گیر باد و گہ بیاباں گردِ خاک
اب تو تیرے عاشقوں کے دست و پا کہنے کو ہیں

ہے جہاں مانندِ مجمر اور ہم مثلِ سپند
اب چلے جائیں گے، آئے اک صدا کہنے کو ہیں

میرے سودا کا اطبّا کر نہیں سکتے علاج
یوں ہی خبطی خبط و مالیخولیا کہنے کو ہیں

مٹ گئے جوہر وفا کے اٹھ گئے سب اہلِ دل
اب وفا ہے نام کو اور با وفا کہنے کو ہیں

ہے صفائے دل وہی جس میں عیاں ہو شکل یار
یوں تو آئینوں کے دل بھی با صفا کہنے کو ہیں

کیا تماشا ہے کہ ان کے کان میں اٹھا ہے درد
ہم جو آئے دردِ دل اپنا ذرا کہنے کو ہیں

بے سبب سوفار ان کے منہ نہیں کھولے ہیں **ذوق**
آئے پیکِ مرگ پیغامِ قضا کہنے کو ہیں

شعر

عجب عالم ہے اب دل کا کہ ان کے اک اشارے پر
کھٹک جاتے ہمارے دل میں سو نشتر سے اوپر ہیں

شعر

خانقہ میں بھی وہی ہے جو خرابات میں ہے
فرق پر یہ ہے یہاں منہ پہ ہے اور واں دل میں

شعر

مر گیا ہوں بس کہ وصلِ سیم تن کی فکر میں
چادرِ مہتاب ہے میرے کفن کی فکر میں

شعر

کرتے اپنے سر کو جو نوک سناں پر تاج ہیں
عشق میں وہ کرتے حاصل رتبۂ معراج ہیں

شعر

کٹا کر اپنا سر نوکِ سناں پر تاج کرتے ہیں
حصول اس طرح عاشق رتبۂ معراج کرتے ہیں

شعر

یار آتا ہے عیادت کو، نہ تو آتی ہے
یاد میں تیری اجل سے بھی فراموش ہوں میں

ردیف و

شعر

شام ہی سے دلِ بے تاب کا ہے ذوق یہ حال
ہے ابھی رات پڑی چار پہر کاٹنے کو

شعر

مجھے کیا چاہیے عقدہ کشا سوزِ محبت میں
گرہ میری سپند آسا مری فریاد سے وا ہو

۲۱

پتھرا دیا جلوے نے ترے چشمِ صنم کو
چکرا دیا غمزے نے ترے طوفِ حرم کو

جب سے کہ لکھا ہے ترا وصفِ رخِ زیبا
چومے ہے قلم لوح کو اور لوح قلم کو

رونق ہے بہارِ گلِ رخسار سے تیری
گلزارِ حدوث و چمنستانِ قدم کو

جائے نہ کجی طبعِ جفا پیشہ سے ہرگز
کس طرح نکالے کوئی شمشیر کے خم کو

کیا ڈھونڈھتا ہے تو عملِ بغض و محبت
چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقشِ درم کو

ہیں رشکِ کباب اشک ترے سوختہ جاں کے
پر کرتے ہیں خوں شبنمِ گلزارِ ارم کو

دیوانہ ترا قید سے ہستی کے جو چھوٹا
چڑھ جائے گا اک زلزلہ صحرائے عدم کو

جس دن سے زمیں پر ہے فلک خاک ہے اڑتی
دیتے تھے یہاں راہ نہ اُس سبز قدم کو

خوبی سے نہیں رونقِ بازار کہ یوسف
اس شکل و شمائل پہ بکا چند درم کو

کیا دے گا دم آ کر کسی بے دم کو مسیحا
اللہ سلامت رکھے اس تیغ کے دم کو

دے جام مجھے چشمِ عنایت سے جو ساقی
دکھلاؤں تماشا ابھی کیخسرو و جم کو

بد ہو کوئی یا نیک، رقم کام ہے اس کا
احوالِ بد و نیک سے کیا کام قلم کو

۲۲

ہاتھ سینے پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو
اک نظر دل سے ادھر دیکھ لو گر دیکھتے ہو

ہے دمِ بازپسیں دیکھ لو گر دیکھتے ہو
آئینہ منہ پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو

ناتوانی کا مری مجھ سے نہ پوچھو احوال
ہو مجھے دیکھتے یا اپنی کمر دیکھتے ہو

پرِ پروانہ پڑے ہیں شجرِ شمع کے گرد
برگ ریزیِ محبت کا ثمر دیکھتے ہو

بیدِ مجنوں کو ہو جب دیکھتے اے اہلِ نظر
کسی مجنوں کو بھی آشفتہ بسر دیکھتے ہو

شوقِ دیدار مری نعش پہ آ کر بولا
کس کی ہو دیکھتے راہ اور کدھر دیکھتے ہو

لذّتِ ناوکِ غم ذوق سے ہو پوچھتے کیا
لب پڑے چاٹتے ہیں زخمِ جگر دیکھتے ہو

۲۳

لگا کے سرمہ تم آنسو نہیں بہاتے ہو
یہ ہم کو جلوۂ شق القمر دکھاتے ہو

چھپا کے پان یہ کس کے لیے بناتے ہو
ہمارے قتل کا بیڑا کہیں اٹھاتے ہو

تم اپنے رخ پہ یہ کاجل کا تل بناتے ہو
کہ میرا اخترِ بختِ سیہ دکھاتے ہو

اگر دباؤ کسی کا تمھارے دل پہ نہیں
تو ہم کو دیکھ کے تم کان کیوں دباتے ہو

ملاپ جانیں جبھی ہم کہ دے کے تم بوسہ
کہو کہ آؤ زباں سے زباں ملاتے ہو

مریض عشق کو تم پوچھ کر طبیبوں سے
مدام شربتِ عناب کیا پلاتے ہو

ہوں خاک چاٹ کے کہتا ابھی شفا ہو جائے
جو شربتِ لبِ میگوں ذرا چٹاتے ہو

جگر کے آبلے جو پھوڑتے ہو حضرتِ عشق
ہماری چٹکیوں میں ہم کو تم اڑاتے ہو

گلو یہ کہہ گئی کیا کان میں تمھارے صبا
کہ لوٹے جاتے ہو پھولے نہیں سماتے ہو

جلن سے رشک کے ہیں ہڈیاں جلی جاتیں
کہ ہائے تم نے قلیاں کو منہ لگاتے ہو

جلا رہے ہیں سویدائے دل کو ہم اپنے
نظر گذر کو تم اسپند کیا جلاتے ہو

ہو کرتے سبزۂ خط کی جو سیر آئنے میں
نگہ کی تیغ کو کیوں زہر میں بجھاتے ہو

نمک چھڑکتی ہے شبنم گلوں کے زخموں پر
دکھا کے تم لب و دنداں جو کھکھلاتے ہو

ق

ہمیشہ صدقے اس ابرو کے ہو کے حضرتِ دل
یہ لب پہ نالۂ جاں کاہ اپنے لاتے ہو

و یا طوافِ حرم میں ہے سامنے محراب
اور اس میں نعرۂ لبیک تم سناتے ہو

وہ آئے بام پہ ہیں ہمدمو نہ بیٹھو اب
اٹھاؤ میرا جنازہ اگر اٹھاتے ہو

یہ صید بستۂ فتراک کھل پڑے نہ کہیں
سمندِ ناز کو تیز اتنا کیوں اڑاتے ہو

ق

مرے لیے تو ہر اک طرح سے قباحت ہے
یہ تم جو دشمنوں کو درد سر بتاتے ہو

لگاؤں گھس کے جو صندل تو کہتے ہو کہ مجھے
لگاوٹ اتنی بھلا کس لیے دکھاتے ہو

جو پڑھ کے سورۂ اخلاص دم کروں تو کہو
کہ دے کے دم مجھے اخلاص کیا جتاتے ہو

یہ ایسا کون سا انداز گفتگو ہے ذوق
کہ جس پہ زورِ طبیعت تم آزماتے ہو

۲۴

جو کھوے قدِ یار کی تصویر دکھا دو
تم لکّھو الف اور وہی تحریر دکھا دو

دیکھو سرِ مقتل نہ کہیں چھوڑ دے بسمل
پہلے مجھے تم یار کی شمشیر دکھا دو

حالت طپشِ دل کی مرے پوچھیں اگر وہ
تم اُن کو تڑپتا ہوا نخچیر دکھا دو

گر دیکھ لے زاہد تو پھر ایمان ہی لائے
تم مصحفِ رخ اُس کو بہ تدبیر دکھا دو

گر چاہو ثریّا ہو نہاں پردۂ شب میں
جھمکوں کو تہِ زلفِ گرہ گیر دکھا دو

اُس چشم کو ہے ناز بڑا تیرِ نگہ پر
اے حضرت دل! آہ کی تاثیر دکھا دو

وہ برق نگہ اپنا ہے دکھلا رہی عالم
اس نالۂ جاں سوز کا اک تیر دکھا دو

گر وہ نہیں آ سکتے یہاں تک تو بلا سے
لا کر کوئی اُن کی مجھے تصویر دکھا دو

دیتے ہیں خبر غیب کی گر شیخ جی صاحب
کہہ دو کہ ہمیں تم خطِ تقدیر دکھا دو

اک جان ہے اک دل ہے سو ہیں یک رخ و یک رنگ
تم چاہو تو ہر رنگ میں تاثیر دکھا دو

لطف و کرمِ یار کے تم پر جو ہیں منکر
ذوق آج انھیں تم یار کی تحریر دکھا دو

۲۵

دمِ ذبح تیغِ جفا میں جب تری بہتا آبِ حیات ہو
تو شہیدِ ناز کو کیوں کہ پھر نہ حیات بعدِ ممات ہو

جو مذاق شعر کو اے پری میں چکھاؤں تیری شکر لبی
قلم انگلیوں میں جو ہے مری ابھی رشکِ شاخِ نبات ہو

جو ہیں کرتے میرے لیے دعا کہ ہو دامِ عشق سے دل رہا
تو ہے دل یہ کہتا کہ اے خدا انھیں اس جنوں سے نجات ہو

مجھے سب ہیں کہتے کہ صبر کر جو نہیں تو صبر سے درگذر
سر حسن و عشق پری میں پر نہ وہ بات ہو نہ یہ بات ہو

سرِ راہ کشتۂ ناز کا وہ مزار ہے نظر آ رہا
پڑھو آج اس پہ بھی فاتحہ چلو داخلِ حسنات ہو

ترا حسن وہ بتِ مہ جبیں کہ ہے صدقہ جس پہ زمان زمیں
جو دکھائے رخ تو ہو دن وہیں جو چھپائے منہ ابھی رات ہو

جو ہیں مرتے حسنِ صفات میں وہ رہیں گے اپنی ہی بات میں
تو فنا ہو ذوق اسی ذاتِ میں کہ جو ذات جملہ صفات ہو

شعر

ٹک دیکھیو اس لذت پیکاں کے اثر کو
جنبش مرے اب تک ہے لبِ زخمِ جگر کو

دریا میں ترے حسن کے بالے ہیں بھنور دو
اور اس پہ غضب یہ کہ پڑے اس میں مگر دو

ردیف ی

دل کو ہر دم عالمِ معنی سے ذوق
ہے خبر آتی نفس کے تار سے

۲۶

خدا نے میرے دیا سینہ لالہ زار مجھے
بتو ! نہ بن کے نظر آؤ تم بہار مجھے

وہ خط جو لکھتے نہیں جز خطِ غبار مجھے
سمجھتے بارے ہیں اپنا وہ خاک سار مجھے

نگہ نے اس کی مجھے سخت بے قرار کیا
بلا سے مار دے آ کر کوئی کٹار مجھے

جمال یار نے مڑ کر بھی دیکھنے نہ دیا
پکارتے رہے دیر و حرم ہزار مجھے

تمھارے عشق میں ماہی سے تا بہ ماہِ فلک
دکھائی دیتے ہیں دل ہائے داغ دار مجھے

نظر جو لطف کی ہے روزِ حشر پر موقوف
تو کرنا کیا تھا نظر بندِ انتظار مجھے

عیاں ہے آئنۂ رخ پہ جب سے خطِّ غبار
وہ خط ہیں لکھتے مگر در خطِ غبار مجھے

ہوائے وادیِ وحشت مجھے موافق تھی
دکھا رہے ہیں چمن کی یہ کیا بہار مجھے

نہ دیتا عشق اگر چشمِ اشک بار اے ذوق
جلا چکی تھی مری آہِ شعلہ بار مجھے

۲۷

مرضِ عشق جسے ہو اسے کیا یاد رہے
نہ دوا یاد رہے اور نہ دعا یاد رہے

تم جسے یاد کرو پھر اسے کیا یاد رہے
نہ خدائی کی ہو پروا ، نہ خدا یاد رہے

لوٹتے سینکڑوں نخچیر ہیں کیا یاد رہے
چیر دو سینے میں دل کو کہ پتا یاد رہے

رات کا وعدہ ہے بندے سے اگر بندہ نواز
بند میں دے لو گرہ تا کہ ذرا یاد رہے

قاصدِ عاشقِ سودا زدہ کیا لائے جواب
جب نہ معلوم ہو گھر اور نہ پتا یاد رہے

دیکھ بھی لینا ہمیں راہ میں اور کیوں صاحب
ہم سے منہ پھیر کے جانا یہ بھلا یاد رہے

تیرے مدہوش سے کیا ہوش و خرد کی ہو امید
رات کا بھی نہ جسے کھایا ہؤا یاد رہے

کشتۂ ناز کی گردن پہ چھری پھیرو جب
کاش اس وقت تمھیں نامِ خدا یاد رہے

خاک برباد نہ کرنا مری اس کوچے میں
تجھ سے کہہ دیتا ہوں میں بادِ صبا یاد رہے

گور تک آئے تو چھاتی پہ قدم بھی رکھ دو
کوئی بیدل ادھر آئے تو پتا یاد رہے

تیرا عاشق نہ ہو آسودہ بہ زیرِ طوبیٰ
خلد میں بھی ترے کوچے کی ہوا یاد رہے

باز آ جائیں جفا سے جو کبھی آپ تو پھر
یاد عاشق کو نہ کیجے گا، بھلا! یاد رہے

داغِ دل پر مرے پھاہا نہیں، ہے انگارا
چارہ گر لیجو نہ چٹکی سے اٹھا، یاد رہے

زخمِ دل بولے ترے دل کے نمک خواروں سے
لو بھلا کچھ تو محبت کا مزا یاد رہے

حضرتِ عشق کے مکتب میں ہے تعلیم کچھ اور
یاں لکھا یاد رہے اور نہ پڑھا یاد رہے

گر حقیقت میں ہے رہنا تو نہ رکھ خود بینی
بھولے بندہ جو خودی کو تو خدا یاد رہے

عالمِ حسن خدائی ہے بتوں کی اے ذوق
چل کے بت خانے میں بیٹھو کہ خدا یاد رہے

۲۸

چشمِ قاتل ہمیں کیوں کر نہ بھلا یاد رہے
موت انسان کو لازم ہے، سدا یاد رہے

میرا خوں ہے ترے کوچے میں بہا، یاد رہے
یہ بہا وہ نہیں جس کا نہ بہا یاد رہے

کشتۂ زلف کے مرقد پہ تو اے لیلیٰ وش
بیدِ مجنوں ہی لگانا کہ پتا یاد رہے

خاکساری ہے عجب وصف کہ جوں جوں ہو سوا
ہو صفا اور دلِ اہلِ صفا یاد رہے

ہو یہ لبیکِ حرم یا یہ اذانِ مسجد
مے کشو! قلقل مینا کی صدا یاد رہے

یاد اس وعدہ فراموش نے غیروں سے بدی
یاد کچھ کم تو نہ تھی اور سوا یاد رہے

خط بھی لکھتے ہیں تو لیتے ہیں خطائی کاغذ
دیکھیے کب تک انہیں میری خطا یاد رہے

دو ورق میں کفِ حسرت کے دو عالم کا ہے علم
سبقِ عشق اگر تجھ کو دلا یاد رہے

قتلِ عاشق پہ کمر باندھی ہے اے دل اُس نے
پر خدا ہے کہ اُسے نام مرا یاد رہے

طائرِ قبلہ نما بن کے کہا دل نے تجھے
کہ تڑپ کر یونہی مر جائے گا ، جا یاد رہے

جب یہ دیں دار ہیں دنیا کی نمازیں پڑھتے
کاش اُس وقت اُنھیں نامِ خدا یاد رہے

ہم پہ سو بار جفا ہو تو رکھو ایک نہ یاد
بھول کر بھی کبھی ہووے تو وفا یاد رہے

محو اتنے بھی نہ ہو عشقِ بتاں میں اے ذوق
چاہیے بندے کو ہر وقت خدا یاد رہے

۲۹

تدبیر نہ کر ، فائدہ تدبیر میں کیا ہے
کچھ یہ بھی خبر ہے ، تری تقدیر میں کیا ہے

اے اہلِ نظر عالمِ تصویر کو دیکھو
تصویر کا کیا دیکھنا ، تصویر میں کیا ہے

ہے شانہ کہ میرا دلِ دیوانہ ہے اُلجھا
معلوم نہیں زلفِ گرہ گیر میں کیا ہے

پارے کی جگہ کشتہ اگر ہو دلِ بے تاب
پھر آپ ہی اکسیر ہے ، اکسیر میں کیا ہے

اے صید فگن کرتا ہے کیوں اتنی چُھری تیز
اب باقی بھلا اس ترے نخچیر میں کیا ہے

کچھ سلسلہ جنبانِ جنوں ہے ترا مجنوں
غل دیکھ بپا خانۂ زنجیر میں کیا ہے

بیٹھا ہے درِ کعبہ پہ حیراں ترا شیدا
لبیک میں کیا ہوتا ہے، تکبیر میں کیا ہے

صیاد عبث گرد ہے تو اس کے شب و روز
تو دیکھ تو کچھ اس ترے نخچیر میں کیا ہے

ہے صید نگہ کہتا قضا سے یہ تڑپ کر
اس تیر میں کیا لطف ہے، اس تیر میں کیا ہے

یہ غنچۂ تصویر کھلا ہے نہ کھلے گا
کیا جانے دلِ عاشقِ دل گیر میں کیا ہے

خنجر ہے ترے ہاتھ میں اور ہم تہِ خنجر
تاخیر ہو کیوں، فائدہ تاخیر میں کیا ہے

اترا تھا گلے سے کہ جگر ہو گیا ٹھنڈا
کیا جانے اس آبِ دمِ شمشیر میں کیا ہے

زاہد کی طرف دیکھو نہ تم میرے دم ذبح
لو نام تم اللہ کا تکبیر میں کیا ہے

ذوق اس لبِ شیریں کا جو تو وصف ہے کہتا
کیا کہیے حلاوت تری تقریر میں کیا ہے

۳۰

پری رو کیا ستم گر پیش تر ایسے نہ ہوتے تھے؟
ولیکن جیسے تم ہو فتنہ گر، ایسے نہ ہوتے تھے

وہ جب واں بے تکلف رات بھر ایسے نہ ہوتے تھے
صبا کے جھوکے یاں وقتِ سحر ایسے نہ ہوتے تھے

کسی کی فندقیں یاد آ گئیں ہیں ورنہ مژگاں پر
نمایاں قطرۂ خونِ جگر ایسے نہ ہوتے تھے

جو دیں ہیں گالیاں اس بد زباں نے آج کیا کہیے
کبھی نادم ہم اس کو چھیڑ کر ایسے نہ ہوتے تھے

خدنگِ عشق کھا کر زخمِ دل فرہاد کے باہم
لگے کہنے کہ شیریں نیشکر ایسے نہ ہوتے تھے

سفر ہے اب کے جاں کا حضرتِ دل بیٹھے حیراں ہیں
پریشاں ورنہ جوں گردِ سفر ایسے نہ ہوتے تھے

کتابِ دل شرارِ عشق سے ہے جل اُٹھی شاید
کہ مضموں سوزِ دل کے پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے

ہمارے آبلوں میں آب ہے یا آب داری ہے
کہ پہلے خارِ صحرا تیز تر ایسے نہ ہوتے تھے

ستم دنیا کے جو جو تھے ستمگر دل پہ گذرے ہیں
مگر صدمے ہماری جان پر ایسے نہ ہوتے تھے

زمانے میں ہیں سنتے شور مدّت سے قیامت کا
پر اس قامت سے جو ہیں شور و شر ایسے نہ ہوتے تھے

ہمارے شعر سن کر **ذوق** جیسے بزمِ عالم میں
ہوئے قائل ہیں اب اہلِ نظر ایسے نہ ہوتے تھے

۳۱

نہ کھینچو عاشقِ تشنہ جگر کے تیر پہلو سے
نکالے پر ہے مثلِ ماہیِ تصویر پہلو سے

نہ لے اے ناوک افگن دل کو میرے چیر پہلو سے
کہ وہ تو جا چکا ساتھ آہ کے جوں تیر پہلو سے

دلِ سیپارہ کو لے ٹانک تعویذوں میں ہیکل کے
نہ سرکا یہ حمائل اے بتِ بے پیر پہلو سے

وہ ہوں بے دست و پا بسمل، رسائی جب نہ ہاتھ آئی
کیا تاپائے قاتل از تہِ شمشیر پہلو سے

اسیرِ زلف دیوانے ہیں دیکھ اے پاسباں شب کو
دبا کر بیٹھ ان کے پاؤں کی زنجیر پہلو سے

مصوّر لیلیٰ و مجنوں کی ناکامی پہ حیراں ہیں
کبھی بیٹھا نہ مل کر پہلوے تصویر پہلو سے

یہ دل لب تشنہ تیغ یار کا ہے رات بھر کرتا
صداے العطش جوں نالۂ شب گیر پہلو سے

عجب حسرت کا عالم تھا کہ مجنوں کہتا تھا پیہم
چھُٹے پہلو مرے محمل کا یا تقدیر پہلو سے

نہ کہنا استخواں ان کو یہ عالم لاغری کا ہے
کہ ہے دکھلا رہا میرا دلِ دل گیر پہلو سے

خیالِ ابروے جاناں نہیں دل بھولتا اک دم
سپاہی ہے جدا کرتا نہیں شمشیر پہلو سے

تمام اہلِ سخن بزمِ سخن میں **ذوق** حیراں ہیں
ملا جو قافیہ تو نے کیا تحریر پہلو سے

۳۲

برق میرا آشیاں کب کا جلا کر لے گئی
کچھ جو خاکستر بچا آندھی اُڑا کر لے گئی (کذا)

اُس کے قدموں تک نہ بیتابی بڑھا کر لے گئی
ہائے دو پلٹے دیے اور پھر ہٹا کر لے گئی

ناتوانی ہم کو ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر لے گئی
چیونٹی سے چیونٹی دانہ چھڑا کر لے گئی

صبحِ رخ سے کون شامِ زلف میں جاتا تھا آہ
اے دلِ شامت زدہ شامت لگا کر لے گئی

خون سے فرہاد کے رنگیں ہؤا دامانِ کوہ
کیوں نہ موجِ شیر یہ دھبّا چھڑا کر لے گئی

تم نے تو چھوڑا ہی تھا اے ہمرہانِ قافلہ
لیکن آوازِ جرس ہم کو جگا کر لے گئی

نوکِ مژگاں جب ہوئی سینہ فگاروں سے دو چار
پارہ ہائے دل سے گلدستہ بنا کر لے گئی

دیکھی کچھ دل کی کشش لیلیٰ کہ ناقے کو ترے
سوئے مجنوں آخرش رستہ بھلا کر لے گئی

واہ اے سوزِ دروں کوچے میں اُس کے برق آہ
رات ہم کو ہر قدم مشعل دکھا کر لے گئی

وہ گئے گھر غیر کے اور یاں ہمیں دم بھر کے بعد
بدگمانی اُن کے گھر سو گھر پھرا کر لے گئی

جو شہیدِ ناز کوچے میں تمھارے تھا پڑا
کیا کہوں تقدیر اُسے کیوں کر اُٹھا کر لے گئی

دشتِ وحشت میں بگولا تھا کہ دیوانہ ترا
روحِ مجنوں بہرِ استقبال آ کر لے گئی

آگ میں ہے کون گر پڑتا مگر پروانے کو
آتشِ سوزِ محبّت تھی جلا کر لے گئی

اے پری پہلو سے میرے کیا کہوں تیری نگاہ
دل اُڑا کر لے گئی یا پر لگا کر لے گئی

ذوق مر جانے کا تو اپنے کوئی موقع نہ تھا
کوئے جاناں میں اجل ناحق لگا کر لے گئی

۳۳

حدِ رقم سے وصفِ جبیں ہے صنم پرے
برحق ہے شاخِ سدرہ سے لوح و قدم پرے

رفتار وہ کہ فتنہ رہے سو قدم پرے
قامت کہے ہے شورِ قیامت کو 'تھم پرے'

کہتا ہے کس کو ناز سے تو دم بدم 'پرے'
تو دو قدم کہے میں رہوں سو قدم پرے

بسمل ترے تڑپ کے بھی پہنچے نہ پاؤں تک
یا دو قدم ورے رہے، یا دو قدم پرے

کیوں گرمِ اضطرار ہے اس درجہ اے شرر
ہستی سے کتنی دور ہے مُلکِ عدم پرے

پھر کر ہمارے 'کعبۂ' دل میں غزالِ یار
کہتے ہیں دیکھ رہیو غزال حرم پرے

قاتل جو تیرے ہاتھ میں پٹی ہو زہر کی
مرہم کو زخمِ دل سے اٹھا رکھیں ہم پرے

ہے موجِ ریگِ باد یہ کیا ایک گام میں
ہوں گے سوار کشتیِ نقشِ قدم پرے

یارب کدھر کو جائے یہ جاں بازِ درد و غم
باندھے کھڑی ہے چار طرف فوجِ غم پرے

اتنا بھی دم نہیں ہے کہ تیرا مریضِ غم
سرکے نظر سے صورتِ نقشِ قدم پرے

شب گھر پہ اُن کے غیر نے تو آ لیا تھا پر
دیوارِ بام پر تھے چڑھے ہم کہ دھم پرے

ق

کچھ اپنی شرحِ سوزِ دلِ بے قرار آج
آیا تھا جی میں بیٹھ کے کیجے رقم پرے

اللہ رے اضطراب کہ جوں آتشیں قلم
ہاتھوں سے جا پڑے مرے، چھٹ کر قلم پرے

یہ کیا شبِ وصال کہ دونوں بہم تو ہیں
پر ہم سے وہ ہیں بیٹھے پرے، اُن سے ہم پرے

کعبہ نہیں یہ کعبۂ دل ہے مقامِ دوست
رہنا ذرا یہاں سے طوافِ حرم پرے

تم آؤ گھر تو آؤ، نہیں مجھ کو لو بلا
گھر سے تمھارے گھر ہے مرا کے قدم پرے

برگشتہ بخت وہ ہوں کہ پھر جائے ناز سے
مژگاں تک اُس کی آ کے نگاہِ کرم پرے

میں نے کہا جو اُن سے نکلتا ہے میرا دم
بولے خدا کے واسطے رکھیے یہ دم پرے

دیکھو نہ جاؤ حضرتِ دل زلفِ یار میں
رستہ نہیں ہے آپ کے سر کی قسم پرے

کرتا ہے کیا مسافتِ منزل کا فکر ذوق
ہے اب تو یاں سے ملکِ عدم دو قدم پرے

۳۴

ذکرِ مژگاں تیرا جس کے رو برو نکلا کرے
اُس کے بے نشتر رگِ جاں سے لہو نکلا کرے

گر فغاں اچھا نہیں تو چپ بھی رہنا ہے بُرا
کچھ تو سینے کا بخار اے دل کبھو نکلا کرے

لائے گر بادِ صبا اُس زلفِ مشکیں کی شمیم
شمع کے گل سے گلِ شبّو کی بُو نکلا کرے

دیکھے میرے آنسوؤں کی آب داری کو اگر
آب دریا سے گُہر بے آب رو نکلا کرے

چشمِ مستِ یار اگر دکھلائے تاثیرِ نظر
تا قیامت پھر دلِ آہو سے ہو نکلا کرے

اے صنم پیدا کرے جو دل میں تیری آرزو
پھر نہ اُس کے لب سے حرفِ آرزو نکلا کرے

خطِ مشکیں کا تمہارے وصف اگر کیجے رقم
خطِ مشک افشاں قلم سے مو بمو نکلا کرے

حضرت دل ہم تو جب جانیں کرامت آپ کی
کہا کے دھکّے روز اُس گھر سے عدو نکلا کرے

تیرے تُرکِ چشم کو گر شوقِ خوں ریزی نہ ہو
باندھ کر تلوار کیوں اے جنگجو نکلا کرے

خدمتِ پیرِ مغاں سے لو وہ دارو چل کے ذوق
نشۂ مے جس سے بے جام و سبو نکلا کرے

۳۵

خمِ ابرو ترا جب یار نظر آتا ہے
کوئی کھینچے ہوئے تلوار نظر آتا ہے

جب ترا شعلۂ رخسار نظر آتا ہے
سرد خورشید کا بازار نظر آتا ہے

گھر میں جو روزنِ دیوار نظر آتا ہے
چشمِ افعی مجھے بے یار نظر آتا ہے

مستِ چشم اُس کا جو میخوار نظر آتا ہے
ہے تو دیوانہ بہ ہشیار نظر آتا ہے

کیا تمھیں اے اولی الابصار نظر آتا ہے
یاں تو اغیار میں بھی یار نظر آتا ہے

ضعف سے تار تنِ زار نظر آتا ہے
سر مرا تن پہ گراں بار نظر آتا ہے

سبزۂ خط گلِ رخسار پہ ایک عالم ہے
خطِّ ریحاں خطِ گلزار نظر آتا ہے

معنیِ رنگِ خموشی سے جو دل ہو آگاہ
برگِ گل میں لبِ اظہار نظر آتا ہے

جتنا بے ہوش ہو اتنا ہی سوا ہو آرام
مست ہاتھی ہو تو بے بار نظر آتا ہے

زلف کے دام میں ہے مرغِ دل آتا ہمیں یاد
جب کوئی مرغِ گرفتار نظر آتا ہے

خوابِ غم میں بھی ہے آرام اگر آ جائے
ہے وہ بے چین جو ہشیار نظر آتا ہے

آنکھ اٹھا کر تو ذرا دیکھ کہ زیرِ افلاک
جو ہے سرکش وہ نگوں سار نظر آتا ہے

میرے رونے پہ جو ہے دیدۂ سوزن روتا
تار اک آنسوؤں کا تار نظر آتا ہے

صید بےکس پہ ترے کون ہے کہتا تکبیر
یہ تو ہوتا یوں ہی مردار نظر آتا ہے

تیرے مجنوں کو ہے سامانِ جنوں آرائش
داغ سودا گلِ دستار نظر آتا ہے

ہے غضب سرمے نے چمکایا تری آنکھوں کو
آج فتنہ ہمیں بیدار نظر آتا ہے

بارِ احساں ہے صبا کا بھی سرِ نکہتِ گل
کون گلشن میں سبک بار نظر آتا ہے

خنجر موج تبسّم سے ترے گلشن میں
دیکھا ہر گل کو دل افگار نظر آتا ہے

میری آنکھوں میں نظر آتا ہے عالم ویراں
دل کا ویرانہ جو بے یار نظر آتا ہے

عالمِ دل میں کبھی آ کے فلک کو دیکھو
کیا پسِ پردۂ زنگار نظر آتا ہے

ہائے اے دستِ جنوں تارِ نفس چھوڑ دیا
تن پہ تو مجھ کو نہیں تار نظر آتا ہے

بڑھ کے جو چمکا زمانے میں دکھائی دیا کم
روز کب لختِر دُم دار نظر آتا ہے

جو جواں مرد علائق میں پھنسا ہے، وہ مجھے
شیر پنجرے میں گرفتار نظر آتا ہے

دیکھ کر اے بُتِ مغرور یہ اندازِ ستم
شرم سے چرخ نگوں سار نظر آتا ہے

کاٹنے دوڑتا ہے گھر جو نہیں وہ گھر میں
حلقۂ در دہنِ مار نظر آتا ہے

دلِ پُر وسوسہ کا عقدہ ہے قفلِ وسواس
اس کا کھلنا مجھے دشوار نظر آتا ہے

مژدہ اے آبلہ پائی کہ پھر آنکھوں میں مری
دامنِ وادیٔ کہسار نظر آتا ہے

کم نمائی سے ہو اے ماہ لقا عید کے چاند
کہ برس میں کبھی اک بار نظر آتا ہے

دل نے ہے دیکھ لیا دفترِ تقدیر تمام
فلک اک نقطۂ بے کار نظر آتا ہے

چشمِ ساقی نے یہ میخانے میں پھیلایا کفر
گردنِ شیشہ میں زنّار نظر آتا ہے

صحبتِ اہلِ صفا دیتی ہے سرکش کو اُلٹ
نخل پانی میں نگوں سار نظر آتا ہے

تنگ جو زیست سے ہیں تختۂ تابوت اُنھیں
مر کے اک تختِ ہوا دار نظر آتا ہے

دُرِ مضموں ہیں ترے ذوق زبس بیش بہا
کم کوئی ان کا خریدار نظر آتا ہے

۳۶

دکھلا نہ خالِ ناف تو اے گلبدن مجھے
ہر لالہ یاں ہے نافۂ مشکِ ختن مجھے

ہم دم وبالِ دوش نہ کر پیرہن مجھے
کانٹا سا ہے کھٹکتا مرا تن بدن مجھے

پھرتا لیے چمن میں ہے دیوانہ پن مجھے
زنجیرِ پا ہے موجِ نسیمِ چمن مجھے

تسبیحِ دور بزم میں دیکھو امام کو
بخشی ہے حق نے زیبِ سرِ انجمن مجھے

اے میرے یاسمن ترے دندانِ آب دار
گلشن میں ہیں رلاتے گلِ یاسمن مجھے

محرابِ کعبہ جب سے ہے تیرا خمِ کہاں
صیدِ حرم سمجھتے ہیں ناوک فگن مجھے

ہے تن میں ریشہ ہائے نئے خشک استخواں
کیوں کھینچتا ہے کانٹوں میں اے ضعف ِ تن مجھے

اے لب مسی کو پھینک کہ نیلم ہے کم بہا
یاقوت دے و یا کوئی لعل ِ یمن مجھے

ہوں شمع یا کہ شعلہ خبر کچھ نہیں مگر
فانوس ہو رہا ہے مرا پیرہن مجھے

اک سر زمین ِ لالہ، بہار و خزاں میں ہوں
یکساں ہے داغ ِ تازہ و داغ ِ کہن مجھے

خسرو سے تیشہ بولا جو چاٹوں نہ تیرا خوں
شیریں نہ ہووے خون ِ سر ِ کوہ کن مجھے

رخ پر تمھارے دام جو ڈالا ہے سبزے نے
آتا نظر ہے دیدۂ عنقا دہن مجھے

یہ دل وہ ہے کہ کر دے زمیں آسماں کو خاک
اک دم کو برق دے جو پنھا پیرہن مجھے

کوچے میں تیرے کون تھا لیتا بھلا خبر
شب چاندنی نے آ کے پنھایا کفن مجھے

دکھلاتا آسماں سے ہے روے زمیں کی سیر
اے رشک ِ ماہ تیری جبیں کا شکن مجھے

رکھتا ہے چشم لطف پہ کس کس ادا کے ساتھ
دیتا ہے جام ساقی ِ پیماں شکن مجھے

ہے جذب دل درست تو چاہ ِ فراق سے
کھینچے گی تیری زلف ِ شکن در شکن مجھے

دکھلاتا اک ادا میں ہے سو سو طرح بناؤ
اس سادہ پن کے ساتھ ترا بانکپن مجھے

جیسے کنوئیں میں ہو کوئی تارا چمک رہا
دل سوجھتا ہے یوں تہِ چاہِ ذقن مجھے

آ کر اسے بھی دو کبھی آنکھیں ذرا دکھا
آنکھیں دکھا رہا ہے غزالِ ختن مجھے

آ ، اے مرے چمن کہ ہوا میں تری ہؤا
صحرائے دل ہوائے چمن در چمن مجھے

یارب یہ دل ہے یا کہ ہے آئینۂ نظر
دکھلا رہا ہے سیر و سفر در وطن مجھے

آیا ہوں نور لے کے میں بزمِ سخن میں ذوق
آنکھوں پہ سب بٹھائیں گے اہلِ سخن مجھے

۳۷

مار کر تیر جو وہ دلبرِ جانی مانگے
کہہ دو ہم سے نہ کوئی دے کے نشانی مانگے

اے صنم دیکھ کے ہر دم کی تری کم سخنی
موت گھبرا کے نہ کیوں یہ خفقانی مانگے

خاک سے تشنۂ دیدار کے سبزہ جو اٹھے
تو زباں اپنی نکالے ہوئے پانی مانگے

مارِ پیچاں تو بلا ہوگا مگر تو اے زلف
ہے وہ کافر کہ نہ کاٹا ترا پانی مانگے

دہنِ یار ہو اور مانگے کسی سے دل کو
وہ جو مانگے تو بہ اندازِ نہانی مانگے

دل مرا بوسہ بہ پیغام نہیں ہے ہم دم
یار لیتا ہے تو لے اپنی زبانی مانگے

جلوہ اُس عالمِ معنی کا جو دیکھے اے ذوق
لطف الفاظ لہ لیے حسنِ معانی مانگے

اشعار

غلط فہمی ہماری تھی کہ اُن کو آشنا سمجھے
ہم اُن کو دیکھو کیا سمجھے تھے اور وہ ہم کو کیا سمجھے
جو کچھ دل پر گزرتی ہے سنائیں گے ہم اُس بُت کو
خدا جانے کہیں کیا ہم ، وہ اپنے دل میں کیا سمجھے

اشعار

اُس کی ٹھوکر کا ہوں دیوانہ کہ جس کے پاؤں میں
گردشِ رنگِ پری سے حلقۂ خلخال ہے
آئے وہ شاید عبادت کو کہ باصد ضعفِ حال
آئی مژگاں تک نظر بھی بہرِ استقبال ہے
پوچھتے کیا ہو شکستِ دل کو صورت دیکھ لو
نامہ ہے چیں بر جبیں ، قاصد شکستہ حال ہے

بیت

ہے گل کا دل تو سنبلِ پیچاں کے دام میں
کیا تجھ سے اُڑ کے طائرِ نکہت بھلا چلے

اشعار

تھا قدِ رعنا کبھی ، پر اب ہوس کے بوجھ سے
جھلملاتا سا ہے اک شعلہ نفس کے بوجھ سے

رات بھاری تھی سرِ شمع پہ سو ہو گزری
کیا طباشیر سفیدیِ سحر دیتی ہے

چمن بھی دیکھتے گلزارِ آرزو کی بہار
تمہاری یادِ بہاری میں آرزو کرتے

نگاہِ ناز نے دیکھے تھے جوہر آج اپنے
دل اپنا ہم کو بھی یاد آیا امتحاں کے لیے

مدت سے موت و زیست پڑے ہیں گلے کا ہار
تیغِ نگہ تری کہیں قصہ چکا چکے

میں ہوں وہ گل کہ پہنچوں نہ گل بن سے خاک پر
جنبش اگر نہ مجھ کو نسیمِ بہار دے
ہو گرمیِ وفا سے شگفتہ نہ گل کا دل
جاں اپنی اس پہ بلبلِ شیدا ہزار دے

خوں مرا داغ نہیں دھوتا ہے کیا تو قاتل
یہ نہ چھوٹا ہے نہ چھوٹے گا ترے دامن سے

چشم مے گون و صراحی بہ بغل جام بہ کف
دیکھنا آج وہ گل آتا ہے کس جوبن سے

خرد نے رازِ عالم کچھ نہ پایا ، **ذوق** اگر پایا
کہ بے آغاز آیا اور بے انجام چلتا ہے

پھولا نہیں سماتا جو گل پیرہن میں ہے
آتا یہ کس بھروسے پہ ہنستا چمن میں ہے
ہوش و خرد کو دیکھ لیا دردِ سر میں **ذوق**
آرام کو بھی دیکھ کہ دیوانہ پن میں ہے

بھرے گا بار محبّت کی کیا فلک ھامی
یہ حوصلہ کوئی رکھے بجز بشر تو کہے

سامنے چشم گُہر بار کے کہہ دو دریا
چڑھ کے گر آئے تو نظروں سے اتر جائیں گے
لائے جو مست ہیں تربت پہ گلابی آنکھیں
اور اگر کچھ نہیں، دو پھول تو دھر جائیں گے
رخِ روشن سے نقاب اپنے الٹ دیکھو تم
مہر و مہ نظروں سے یاروں کی اتر جائیں گے

میں درد سے ہوں عشق کے بیٹھا ہوا لبریز
پر دل یہی کہتا ہے کہ ہرگز نہ کہوں ہے
بیتابیِ دل کا کوئی مضموں جو ہوا نظم
ہر حرف پہ میرے حرکت جائے سکوں ہے
آلودۂ اظہار نہ ہو رازِ محبت
دم ہونٹوں پہ آ جائے مگر میں نہ کہوں ہے

سفرِ عمر ہے یا رب کہ ہے طوفانِ بلا
ہر قدم. سیلِ حوادث کا ہے گرداب مجھے
گردشِ چرخ ہے اے ذوق مہندس کے لیے
آسماں اس کو نظر آتا ہے، دولاب مجھے

دنیا نے کس کا راہِ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یوں ہی جب تک چلی چلے
جاتے ہوائے شوق میں ہیں اس چمن سے ذوق
اپنی بلا سے باد صبا اب کبھی چلے

نہ کیجو خوانِ دوں ہمت پہ ہاتھ اے ذوق آلودہ
کہ یہ کھانا مرے آگے ہے بدتر زہر کھانے سے

چارہ گر سوزنِ تقدیر میں کچھ اور ہیں تار
جیب کے تار جو ہو ہو کے رفو ٹوٹ گئے
دخترِ رز نے وہ انداز دکھائے سرِ بزم
رات یاروں کے وہاں غسل و وضو ٹوٹ گئے
چشمِ مخمور کے اک جام سے ، سب یاروں کے
رات سررشتۂ اعمالِ نکو ٹوٹ گئے
تیر کھینچے بھی اگر چارہ گروں نے دل سے
تو کبھی چھوٹ گئے اور کبھو ٹوٹ گئے

یاد آیا جو اسیرانِ قفس کو گلزار
مضطرب ہو کے یہ تڑپے کہ قفس ٹوٹ گئے

جس بات پر تمھاری سب غش ہیں ، ہم سے پوچھو
ہم کہوویں آنکھوں دیکھی وہ سب سنی سنائی

سحر ہے روز دکھاتا نئی چمک خورشید
دکھا اسے مرا داغِ کہن نہیں دیتے
ہو اُن کی زلف سے کیا زخمِ دل کو چشمِ امید
لگا بھلے کو وہ مشکِ ختن نہیں دیتے
سنبھال ناخنِ وحشت کو اپنے دستِ جنوں
کہ سینے یہ مرا چاکِ کفن نہیں دیتے

اشعار غزل

جن دلوں نے ہے کیا چُور مرا شیشۂ دل
اے بتو! دل تو نہ تھے وہ بہ خدا پتھر تھے

عمر بھر کھاتا رہا سرو قدوں کے دشنام
اُس شجر سے مری قسمت کے صدا پتھر تھے

کون ہم دم شبِ فرقت میں تھا بیکس کا ترے
یا تو سناٹا تھا، یا دیتے صدا پتھر تھے

تھے دلِ سنگ میں جب تک تو رہے قطرۂ خوں
تاج شاہی میں لگے لعل تو کیا پتھر تھے

خاک اُس زیست پہ جب سنگِ در اس کے (نہ) ہوئے
مر کے ہم خاک میں جیتے تھے تو کیا پتھر تھے

مرے نالوں نے تو پتھر سے بہائے چشمے
اے بتو! تم بھی پسیجے نہ ذرا، پتھر تھے

کعبۂ عشق کا اے ذوق کیا ہم نے طواف
آئینہ خاک تھی اور سنگِ صفا پتھر تھے

تاج شاہی میں جگہ پائی تو کیا ہاتھ آیا
اور دھرے گر ترے در پر تھے تو کیا پتھر تھے

شعر

تم اُس کو دو داغ مثلِ لالہ و یا کرو بیٹھ کر اُجالا
بگاڑو تم اس کو یا بناؤ، ہمارے دل میں تمھارا گھر ہے

شعر

بتوں کے دزد نظر سے ہے دل مرا نالاں
یہ چور وہ ہے کہ جو خانۂ خدا میں پڑے

شعر

وحشت اگر پتنگ کو ہووے گی داغ سے
زنجیر گھڑ کے ڈالیں گے دودِ چراغ سے

شعر

پہلے بتوں کے عشق میں ایمان پر بنی
پھر ایسی آ بنی کہ مری جان پر بنی

یار آتا ہے عیادت کو نہ تو آتی ہے
تیری خاطر سے اجل تجھ سے فراموش ہوئے

اگر ہوتے ہو تم برہم ابھی سے
تو پھر ہوتے ہیں رخصت ہم ابھی سے

خوں کے دریا بہہ گئے عالم تہ و بالا ہوئے
اے سکندر کس لیے دو گز زمیں کے واسطے

نسخہ : (نالۂ دل مرے سو بار شرر بار ہوئے
پر جو سرگرمِ شرارت تھے نہ فی النار ہوئے)
ٹکڑے اُڑ جائیں قفس کے تو اُڑیں گے نہ کبھی
ہم ہیں صیّاد کی اُلفت میں گرفتار ہوئے
چمنِ دل سے ہوئے کم نہ گلِ لختِ جگر
دو اگر خشک ہوئے اور ہرے چار ہوئے

چھپا کے پھولوں نے منہ صبا سے جو مسکرائے سحر کلی ہے
تبسم اُس گل کو یاد کر کے عجب ہوئی دل کو بے کلی ہے
تپش دکھائی جو میں نے دل کی تو لوٹا پروانہ داغ کھا کر
دکھایا تم نے جو روئے روشن تو شمع محفل میں کیا جلی ہے

بناؤ للہ چوبِ صندل سے میرا تابوت اے عزیزو!
کہ قتل مجھ کو کیا کسی نے دکھا کے رنگ اپنا صندلی ہے

رہے خاطر نہ بے شغلِ محبت کیوں کہ بند اپنی
کلیدِ قفلِ دل فریاد ہے مثلِ سپند اپنی
زمیں کیا ہے فلک پاؤں کے نیچے سے نکل جائے
ہماری خاک پر دکھلا دو رفتارِ سمند اپنی

جو دل سے اپنے دمِ آتشیں نکل جائے
فلک کے پاؤں تلے سے زمیں نکل جائے
ستم نے سیم تنوں کے کیا ہے ناک میں دم
الٰہی! تن سے مراؔ دم کہیں نکل جائے

راز درون خم سے جسے اس پردہ میں آگاہی ہے
یوں تو ہر اک زعم میں اپنے افلاطون الٰہی ہے

وہ لعل شیریں کسی کے دل کی الٰہی کیا ہوگیا دوا ہے
کہ میٹھا میٹھا سا درد کل سے مرے کلیجے میں ہو رہا ہے

قطعات

نذر دیں نفس کش کو دنیا دار
واہ کیا تیری کارسازی ہے
سچ کہا ہے کسی نے یہ اے ذوق
مالِ موذی نصیبِ غازی ہے

دل سے میں اپنے رسول عربی کا ہوں غلام
دل کھو جان کھو جانیں ہیں اس بات کو سب

میں حضوری میں رہوں آس کی نہ کس طرح مدام
ہے یہ مشہور مثل ' مالِ عرب پیشِ عرب '

ناصحا ! مجھ کو ملامت تو نہ کر
کس طرح میں عشق سے بیزار ہوں

بس کہ مجھ کو عشق بازی کا ہے ذوق
کیا کروں میں ذوق سے ناچار ہوں

رباعی

اے زاہدو تم سے کیا جھگڑ کر لوں میں
غصے سے کروں کس لیے دل کو خوں میں

میخوار و صنم پرست کہتے ہو مجھے
تم ہو تم ہو جو کچھ کہ ہوں میں ہوں میں [1]

جن دانتوں سے ہنستے تھے ہمیشہ کھل کھل
اب درد سے ہیں وہی رلاتے ہل ہل

پیری میں کہاں اب وہ جوانی کے مزے
اے ذوق بڑھاپے سے ہے دانتا کِل کِل

۱- یہ رباعی دراصل مختیر کی ہے - مولانا آزاد نے اسے بیاضِ قلمی سے نقل کیا ہے -

قصائد

قصیدہ ۱

سحر جو گھر میں بہ‌شکلِ آئینہ تھا میں بیٹھا نزار و حیراں
تو اک پری چہرہ حور طلعت بہ شکل بلقیس و ماہِ کنعاں
پری کی صورت چمن کی رنگت، گر اُس کا شیوہ تو اُس کا جلوہ
زبان شیریں، بیان رنگیں، کلام رنداں، خرام مستاں
انیس خلوت جلیسِ جلوت، حریفِ حکمت، ظریفِ صحبت
بہ بزم یاراں بہ دل بہاراں بہ اہل عزلت گلے بداماں
حسیں بشکل و مہِ منور عرق کے قطرے ہیں اس میں اختر
ہلال ابرو، نگاہ جادو، خدنگ مژگاں و چشم فتاں
بروئے رنگیں نگار بستاں شگوفہ خنداں مگر نہ خنداں
ہوئے پیچاں ہے عشق پیچاں جو ہیں پریشاں تو دل پریشاں
وہ گوش پر زیب کج کلاہی جو دیکھو بینی تو یا الٰہی
دہن میں غنچہ لبوں میں گلبرگ روے روشن پہ مہر تاباں
نگاہ ساغر کشِ تماشا بیاض گردن صراحی آسا
وہ گول بازو وہ گوری ساعد وہ پنجہ رنگیں بخون مرجاں
کمر نزاکت سے لہکی جائے کہ ہے نزاکت کا بار اٹھائے
اور اس پہ سو نور اہر کھائے پھر اُس پہ ہیں دو قمر فروزاں
وہ ران روشن وہ ساق سیمیں وہ پائے نازک حنا میں رنگیں
وہ قد قیامت وہ فتنہ قامت دلوں پہ شامت جو ہو خراماں
جو نام پوچھا کہا خوشی ہوں جو وصف پوچھا تو دلبری ہوں
سبب جو پوچھا تو ہنس کے بولا کہ ذوق تو بھی عجب ہے ناداں

وہ شاہ جو ہے محمد اکبر جہاں میں رشکِ جم و سکندر
جلوسِ جشن اس کا ہے فلک پر اسی کے پرتو ہیں سب یہ سامان
یہ سنتے ہی میں نے بالبداہت[1] لکھا وہ مطلع شفق شباہت
کہ جس کو احسن کہے سخن ور پڑھے بہ تحسین ہر اک سخن داں

مطلع

شہنشہا تیرے سر پہ دوراں ہے چتر بن بن کے ہوتا قرباں
کہ ہفت اختر بہ ہفت کشور ہیں آج یکسر مطیعِ فرماں
وہ ہے ترا اخترِ ہمایوں کہ ہو کے روشن چراغِ گردوں
مدام کانپے ہے شعلہ آسا بزیرِ فانوس چرخ گرداں
سحابِ ہمت جو درفشانی کرے بہ ہنگامِ حکم رانی
تو ہو خجالت سے پانی پانی ہوا پہ یک دست ابرِ نیساں
تری عدالت میں ہے یہ قدغن کتاں کو دیکھے نہ ماہِ روشن
وگرنہ ہالہ ہو طوقِ گردن کہ تا ہو دل میں بہت پشیماں
جو تیغِ براں کو اپنی شاہا کرے علم تو بروزِ ہیجا
تو زیرِ داماں ابر اپنا دکھائے جلوہ نہ برقِ رخشاں
یہ تیرا خنجر ہے یا کہ شہپر کہ جس کے لگتے ہی دم میں اڑ کر
قفس سے ہوتا ہے تن کے پراں ترے مخالف کا طائرِ جاں
ہے عید قرباں میں تیری میموں رکھا بزرگوں نے شیرِ گردوں
کہ کھا کے گاوِ زمیں نہ ہیبت کہیں بزیرِ زمیں ہو لرزاں
رکھے گا فغفور[2] چین خانہ تو حکم دے اے شہِ زمانہ
بنا صفاہاں پہ آستانہ کہ بیٹھے دارا بجائے درباں
تری سخاوت کا سن کے عالم امنڈ پڑا ہے تمام عالم
عرب سے آیا ہے چل کے حاتم بلب سوال و بدست داماں

۱- مطبوعہ میں 'سے بالبدایت' لکھا ہے جو سہو کتابت ہے۔
۲- مطبوعہ میں 'فغفور چینی' ہے جو سہو کتابت ہے۔

جو آئیں جنبش میں لعل شیریں چمک ہو اُن کی کلام رنگیں
تُو حکم دیوے تو ہوویں آئیں تو ہنس کے بولے تو گل ہو خنداں

وہ تیرا ہے فیلِ کوہ پیکر کہ جس پہ کہتے ہیں سب نظر کر
فلک پہ دمدار ہیں دو اختر و یا نمایاں ہیں اُس کے دنداں

ترا جو وصفِ خجستہ شاہا لکھے قلم کو کہاں ہے یارا
ثنا دعا پر ہے ختم کرتا جو ذوق تیرا ہے تہنیت خواں

کہ روز تجھ کو خوشی ہو افزوں حسود ہوں سر نگوں و محزوں
یہ جشن ہو فرّخ و ہمایوں سدا بصد فرّ و شوکت و شاں

قصیدہ ۲

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں ہے۔ افسوس کہ نظر ثانی سے نور نہ پایا ورنہ عجب جلوہ دکھاتا۔ اکثر شعر اس کے زبانی سنا کرتے تھے، دل روشن ہو جاتے تھے۔ **کئی شعر مسودۂ موجودہ میں نہ تھے، بندۂ آزاد کو اُن کی زبانی سنے ہوئے یاد تھے، وہ بھی درج کیے ہیں:**

صبحِ سعادت نورِ ارادت تن بہ ریاضت دل بہ تمنا
جلوۂ قدرت عالمِ وحدت چشمِ بصیرت محوِ تماشا

قصرِ رفیع و صحنِ وسیع و طرزِ مسجّع سطحِ مربّع
باغِ ارم یا روضۂ رضواں خلدِ بریں یا جنتِ ماویٰ

مرغِ خوش الحاں برسرِ بستاں ہر گلِ بستاں خرّم و خنداں
گوشِ شقایق محوِ سرود و دیدۂ نرگس مستِ تمنا

لحنِ قماری شکلِ مسبّح صوتِ عنادل وردِ مہلّل
سرو بقامت نخلِ دعا و نکہتِ گل یا دم بہ مسیحا

فصلِ ربیع و موسم اَردی معتدل اک جا گرمی و سردی
میلِ عناصر سوے طبائع ربطِ قویٰ یا عالمِ اشیا

چہرۂ گلشن آتشِ رخشاں سرخیِ گل میں لعلِ بدخشاں
سبزہ بہ شبنم رشکِ جواہر لالہ بہ ژالہ لولوے لالا

قلب کو فرحت روح کو راحت عقل کو قوت طبع کو جودت
جلوۂ ساقی نغمۂ مطرب نالہ بہ چنگ و نشہ بہ صہبا

خندۂ گل پر نشۂ مُل پر سروِ چمن پر لطفِ سخن پر
نغمۂ بلبل نالۂ صلصل قہقہہ قلقل بر لبِ مینا

غلغلہ اندر محفلِ مستاں وجد میں خیلِ بادہ پرستاں
نغمہ طرازاں باربد آسا چنگ نوازاں شکلِ نگینا

جامِ بلوریں با مئے لعلیں صبحِ بہار و گلشنِ رنگیں
پنبۂ مینا بر سرِ مینا اخترِ صبح و گنبدِ خضرا

ساقیِ مہوش مستِ شبانہ مطربِ دل کش صرفِ ترانہ
مژدۂ عید اقبالِ مجسّم وقتِ سعید انوارِ سراپا

اک بتِ ترسا، با دلِ سنگیں، لعبتِ کافر باہمہ تمکیں
صورتِ لات و شکلِ منات و رشکِ یعوق و غیرتِ عزیٰ

کانِ ملاحت بحرِ صباحت جوے فصاحت گلشنِ راحت
شور میں لیلیٰ نور میں سلمیٰ لہجے میں شیریں جلوے میں عذرا

وہ لب میگوں عارضِ گلگوں وہ قدِ موزوں چشمِ پُر افسوں
برگِ گلِ تر لالۂ احمر سروِ صنوبر نرگسِ شہلا

خالِ بلب ہے نقطۂ مشکیں یا ہے ہلال و چشمۂ شیریں
مردمِ دیدہ محو بدیدہ لالہ بہ داغ و دل بہ سویدا

فوجِ نظارہ جوں رمِ آہو، آہوے کعبہ نرگسِ جادو
چیں بہ جبیں محراب بہ کعبہ طاق دو ابرو مسجدِ اقصیٰ

چاہِ زنخداں آبِ زلال اور اس پہ تکلم چشمۂ شیریں
ناصیہ روشن جوں کفِ موسیٰ زلفِ شکن در خطِ چلیپا

پان کی سرخی لب سے گلو تک دست و گریباں قوس قزح سے
دام برائے گردنِ عنقا چشم و چراغِ دیدۂ حورا
بیتِ زلالی لب بہ تکلّم فردِ خیالی رنگِ تبسم
موئے میاں چوں معنیِ نازک تنگ دہاں سربستہ معمّا
عارضِ گلگوں چشمِ پُر افسوں سبزۂ تر سے طرزِ نظر سے
مایۂ ناز و غمزہ طراز و گلشنِ راز و راز بہ دل ہا
فتنہ سراپا قہر سراسر، سست وفا میں چست جفا میں
شرم سے ڈوبا بحرِ حیا میں ناصیہ رو بر عالمِ بالا
رمز سے ہوکر صرفِ تکلّم ناز سے ہو کر لب بہ تبسم
مجھ سے کہا ہو زمزمہ پیرا تو بھی تو بول اے بلبلِ شیدا
میں نے پڑھا اک مطلعِ روشن مدح میں تیرے جس سے ہو گلشن
روح معرّی اے شہِ عالم غش ہو جریر اور شاد ہو اعشٰی

اے شہِ عالم در ہمہ عالم عالیِ اعلٰی والیِ والا
لب بہ ستایش دل بہ نیائش جلوہ طرازِ عرشِ معلّی
نفسِ خلافت از رہ رتبت تختِ خلافت عرش بہ عظمت
تو ہے بہ حکمِ وجہ جو صورت وہ ہے بہ نفسِ رتبہ ہیولٰی
روحِ مجسّم عقلِ مکرّم نفسِ مقدّس جسمِ مطہر
باطن صافی جان موافی پردہ بہ دنیا جلوہ بہ عقبٰی
علمِ حقیقی علمِ مجازی تیرے حلول (و) ساری و طاری
اصلِ مبانی نقلِ معانی عقل کو تیرے عیش مہیا
سارے پڑھے اسمائے الٰہی سب ہیں مؤثر اے شہ اکبر
اسم جو اعظم ہے تو وہی ہے جس سے ہے تیرا اسم مسمّٰی
فہم میں لے کر صافی طینت رکھ کے نظر میں اوجِ قرینت
غرقِ حیا ہیں زمزم و کوثر سر بہ زمیں ہیں سدرہ و طوبٰی

خلق کریم و نفس نفیس و ابر مفیض و فائزِ رحمت
آبِ بقا و خاکِ شفا و نارِ خلیل و بادِ مسیحا
تو سرِ دنیا ظلِّ الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی
تحت ترا ہے تا بہ ثریٰ اور فوق ترا ہے تا بہ ثریا
حکم پہ حاضر فرد[1] پہ ناظر تیرے جلوسِ جشن کی خاطر
فوجِ سکندر لشکرِ دارا ، تختِ فریدوں مسندِ کسریٰ
تجھ سے ہی قایم شام و سحر ہے تجھ ہی سے دایم تازہ و تر ہے
بارِ مراد و برگِ نشاط و شاخِ اُمید و نخلِ تمنا
تُو بہ ریاست تُو بہ فراست تُو بہ مقالت تُو بہ سیاست
فطرتِ لحیاں فکرِ جماعت حسنِ بیاض و غصۂ حمرا
رو برضا و لب بہ دعا و دست بہ ہمت پا بہ اقامت
لب بہ ہدایت دل بہ درایت صرف بہ زہد و محو بہ تقویٰ
تُو بہ حقیقت تُو بہ طریقت تُو بہ شریعت تُو بہ ودیعت
پاک سرشت و نیک نوشت و جسم مطہّر قلبِ مصفّیٰ
رو بہ تجمّل خو بہ تحمّل کف بہ تکلّف لب بہ تکلم
روکشِ یوسف ہم سرِ صالح ہمرہِ موسیٰ ہمدمِ عیسیٰ
تیری محافظ آیۂ کرسی ، تیری معاون آیتِ قدسی
زیبِ تمایم سورۂ یٰسیں حسنِ عزایم سورۂ طٰہٰ
جانبِ اعدا تو سرِ میداں کھینچ لے جس دم صارمِ بُرّاں
نعرہ ہو اس کا اقتل اقتل ندبہ اُس کا نحن قتلنا
جلوے سے تیرے ہو نہ منوّر شام و سحر آفاق تو کیوں کر
مہ ہو دوائے دیدۂ شپّر مہر ضیائے حیرتِ حربا
تُو دمِ فرحت تُو دمِ عشرت تُو دمِ صولت بر سرِ دولت
ماہ بہ سرطاں زہرہ بہ میزاں تیر بہ قوس و شمس بہ جوزا

۱- مطبوعہ میں 'فرد' کی جگہ 'نظم' لکھا ہے جو سہو کتابت ہے -

فہم ترا وہ عقلِ ارسطو بالغہ جس سے جوہرِ ثانی
عقل ترا دے درسِ فلاطوں فلسفہ جس کی ابجد اولیٰ
حالِ دوعالم تجھ میں ہے پیدا اور ہے بہ نورِ کشف ہویدا
غیرِ قیافہ غیر سروہ (کذا) غیرِ تفاول غیر بہ رویا
تیری شمیمِ خُلق سے طاری تیری نسیمِ طبع سے جاری
بادِ بہاری مشکِ تتاری عودِ قماری عنبرِ سارا
فکرِ فرنگ و دانش یوناں آگے ترے ہے طفلِ دبستاں
تُو ہے وہ باہر تُو ہے وہ ماہر تُو ہے وہ بینا تُو ہے وہ دانا
تیغ سے تیری پیکرِ دشمن حلقہ بہ حلقہ جب ہو بہ جوشن
پیشِ حکیماں کب رہے ثابت عقل سے جزوِ لا یتجزیٰ
زینت لوح شوکت و شاں تُو ، زیبِ سرِ توقیع جہاں تُو
اس پہ مزین جوں گلِ طغریٰ اس پہ مسجل جوں خطِ امضا
حاتمِ دوراں منذرِ نعماں، رستمِ دستاں شیرِ نیستاں
تُو بہ سخاوت تُو بہ عنایت تُو دمِ جرأت تُو سرِ ہیجا
حسنِ ادا میں نکتۂ موزوں طرزِ سخا میں گوہرِ مکنوں
شغل و عمل میں نظمِ مسجع حرف سخن میں نثرِ مقفٰی
تیرا ہے توسن سایۂ ذوالمن برسرِ جستن در دمِ رفتن
برقِ جہاںؔ و آبِ رواں و شعلۂ آتش موجۂ دریا
باد بہ وقت تیز روانی ابر بہ وقتِ قطرہ فشانی
جب تو اُڑا دے کوہ و جبل پر جب تو رواں ہو جانبِ صحرا

(یہاں سے دو شعر رہ گئے)

فیل ہے تیرا ابرِ بہاراں پر بہ خیال بادہ گساراں
ہووے درخشاں برق بہ باراں دے جو ہلا زنجیرِ مطلا
بحر بہ وسعت کوہ بہ رفعت پردۂ کوہ نور بہ ظلمت
اس پہ طلوعِ جلوۂ طلعت طور پہ گویا نورِ تجلی

پشت پہ اُس کی ہودج زرّیں قوسِ قزح سے مستک رنگیں
تیرا طلوع اے خسروِ خاور صبحِ شفق میں کر دے ہویدا
تھا جو سخن آغازِ ثنا سے ختم سخن ہو حسنِ ادا سے
ذوق سخن داں تیری دعا سے طرزِ سخن موزوں ہو سراپا
دل ہے ترا یا نور کا عالم بلکہ فروغِ طور کا عالم
پیشِ نظر ہو دور کا عالم سن تو سہی افلاک پہ ہے کیا
وردِ ملائک نام خدا ہے دیکھ زباں پر کس کی ثنا ہے
دل کہ سراپا دستِ دعا ہے دستِ دعا و دامنِ شبہا
تا کہ زماں منضم بہ زمیں ہو ، دور میں چترِ چرخِ بریں ہو
شاہ کا عالم زیرِ نگیں ہو سطحِ زمیں ہو عالمِ بالا

قصیدہ ۳

اکبر شاہ مرحوم کی تعریف میں ہے - افسوس کہ نظر ثانی سے محروم رہا - آغاز جوانی کا کلام ہے :

خضرِ نصیب کی گر دنیا میں رہبری ہو
اور شاہ راہِ دل پر چشمِ ہنروری ہو

منظور ہر نظر میں تب شکلِ آئینہ ہوں
روشن قلم سے میرے تاجِ سکندری ہو

تارے کی طرح چمکے ذرّہ مرے سخن کا
اور نام میرا روشن جوں مہر و مشتری ہو

میں رستمِ معانی اور سیستانِ سخن ہے
دیتا جو زورِ قسمت دل کو تناوری ہو

برگشتہ بخت اپنا گر آئے راستی پر
گردوں بھی سرنگوں پھر دیکھ اپنی سروری ہو

یہ کہہ رہا تھا میں جو یک بار عقل بولی
وہ بات کہہ کہ جس میں میری بھی دلبری ہو

تجھ کو خبر نہیں کیا، ہے دورِ شاہِ اکبر
رفعت سے پست جس کی شانِ سکندری ہو

ہے فکر کیا جب ایسا فیاض ہو جہاں میں
اور دل کا اُس کے مقصد خود بندہ پروری ہو

مثلِ سحاب جا کر باندھے ہوا فلک پر
جس پر کہ اُس کی چشمِ الطاف سرسری ہو

دربار میں تو اُس کے ہو بہرہ یاب جا کر
بہروزی ہووے میری اور تیری بہتری ہو

لیکن رہِ رسائی اُس وقت ہوگی روشن
جب خضرِ راہ تیری طبعِ سخن وری ہو

تو بھی تو سوچ دل میں تیرے دُرِ سخن کا
اُس کے سوا جہاں میں کون آج جوہری ہو

اُس کی نظر چڑھیں گر یہ تاب دار گوہر
پھر نام تیرا روشن مانندِ انوری ہو

تب بحرِ فکر میں دل غوّاص ہو کے اُترا
معلوم تا کہ سب کو زورِ شناوری ہو

مطلع یہ ہاتھ آیا شہوار بن کے موتی
شرمندہ جس کے آگے صد کانِ جوہری ہو

شاہا نظر کرم کی جس ذرے پر ذری ہو
وہ آسماں پہ جا کر خورشیدِ خاوری ہو

دیکھی ہے چین ابرو آئینۂ جبیں میں
کیوں کر نہ تن میں اُس کے ہیبت سے تھرتھری ہو

کیا تاب ہے فلک کی جنبش کرے جگہ سے
گر بہر پائے بندی ایمائے سرسری ہو

یہ آستانِ دولت ہے سجدہ گاہِ عالم
دل کو تری عقیدت اورنگِ سروری ہو

دارا کو تیرے در تک ہو کس طرح رسائی
درباں جو تیرے در کا کرتا سکندری ہو

سورج مُکھی کا تیرے اک پھول مہرِ انور
قربانِ چترِ دولت نہ چرخِ چنبری ہو

باغِ جہاں میں نرگس لے کیوں نہ جامِ زرّیں
جب ہر گدا کو دیتا اک ساغرِ زری ہو

دکھلائے آب داری جب تیغِ شعلہ دم کی
شیروں کے دل میں ٹھنڈا خونِ دلاوری ہو

کشتِ امل کو سرسبز آبِ گہر سے کر دے
ابرِ کرم کی تیری جب فیض گستری ہو

بیشے میں معدلت کے وہ شیر ہے تو شاہا
نوشیرواں کو جس سے ہرگز نہ ہمسری ہو

شیوہ مہوسوں کا مہرِ کرم میں تیرے
تیری گداگری ہو کیوں کیمیاگری ہو

گر آفتاب تیرا ڈالے کرن کو اپنی
تاجِ گدا کا جلوہ جوں تاجِ قیصری ہو

تیری ثنا میں شاہا لکھتا ہوں اب وہ مطلع
جس کی چمک سے کاغذ چوں کاغذِ زری ہو

پابوسِ نقشِ پا سے تیرے جو کنکری ہو
جا کر فلک پر اُس کو تاروں سے برتری ہو

ابرِ کرم سے تیرے کیا دور ہے کہ شاہا
کشتِ فلک میں پیدا سرسبزی و تری ہو

سورج کی جو کرن ہے گردوں سے لے زمیں تک
مانندِ عشق پیچاں پھر سر بہ سر ہری ہو

مریخ کو فلک پر جس تیغ سے ہو ہیبت
دشمن کو بھاگ کر کیا پھر اُس سے جاں بری ہو

نعرے سے تیرے ہووے ہیبت کا چاک سینہ
دل پر دلاوری کے وہ تیغِ حیدری ہو

تیرے سوا جہاں میں کون آج ہے توانا
جو دل کے ناتواں کو دیتا تونگری ہو

جاروب کش ہے تیرے مشکوے خسروی کا
زیبا ہے ماہ کو گر فرمانِ مہتری ہو

خورشید نذر لائے جب افسرِ شعا سے
منشور افسری پر توقیعِ خاوری ہو

ابروے تاج بخشی جس دم کرے اشارت
کشتی میں لے کے حاضر وہ افسرِ زری ہو

لائیں پئے سواری توسن کو جب سجا کر
صورت میں ہووے پتلی پرواز میں پری ہو

چلتا ہوا ہے افسوں اُڑتا ہوا چھلاوہ
پھر اس سے آگے بڑھ کر کیا سحرِ سامری ہو

کیا بترش قلم واں دکھلائے شہسواری
جب توسنِ تصور کھاتا سکندری ہو

خاکِ قدم ہو اس کی اہلِ نظر کو سونا
جو نقشِ سم ہے اس کا وہ مہرِ اکبری ہو

تو اس پہ بر سرِ زیں جوں رحل پر ادب سے
اُم الکتاب لے کر جبریل نے دھری ہو

کس وصف کی ہو سیڑھی ہاتھی پہ تیرے موزوں
کرتا نہ فیلِ گردوں جس کی برابری ہو

اس طرح جلوہ گر ہے تو برسرِ عماری
برجِ حمل میں جیسے خورشیدِ خاوری ہو

چار آئینہ بدن پر دشمن کے گر سجا ہو
اور سر پہ اس کے ٹوپی فولاد کی دھری ہو

پر جیسے آئینے سے تیرِ نگاہ گزرے
یوں غرق اس میں تیری ہر تیر کی سری ہو

کیا سعد و نحس کا یاں رہوے حساب باقی
جب چھائی آسماں پر فرخندہ اختری ہو

ختمِ ثنا ہے کرتا اب ذوق اس دعا پر
تو مدعا پہ اس کی گر ملتفت ذری ہو

جو ہو ترا دعا گو گل رنگ ہو وہ کھل کر
بدخواہ اگر ہو خنداں صد برگ و جعفری ہو

ہو سیرِ بخت تیری گر اوجِ میمنت پر
رفتارِ بختِ اعدا بر رجعِ قہقری ہو

قصیدہ ۴

یہ قصیدہ ایامِ طالب علمی کا ہے۔ مطالب اس کے عہدِ مذکور پر شاہدِ حال ہیں۔ افسوس کہ نظرِ ثانی سے نور نہ پایا۔ اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں ہے:

تا زباں زد دہر میں ہو فلسفی کا یہ کلام
ہے پئے افلاک لازم نفیِ خرق و التیام

تا خطِ محور پہ ہووے گرمِ گردش آفتاب
تا نہ قطبین فلک تک پہنچے دورِ صبح و شام

سبعہ سیّارہ ہوں سائر تا سرِ ہفت آسماں
ہو ثوابت کا سپہرِ ہشتمیں پر ازدحام

منجمد ہو کر میان طبقہ ہائے زمہریر
قطرہ افشاں تا بخارِ ابر ہوں بن کر غمام

آبِ باراں سے گزر کر منتشر تا ہو شعاع
انعکاسِ رنگ سے قوسِ قزح پائے نظام

تا حقیقت کے لیے لطف سخن ہووے مجاز
صنعتیں ہوں اس سے پیدا بامرام و بے مرام

تا کریں روشن معانی و بیاں سحرِ بدیع
جن سے ایرادِ معانی ہو بہ تحسین الکلام

تا اَنْ و لَنْ کےِ اذَنْ دیں فعلِ مستقبل کو نصب
جازمِ فعل مضارع اِنْ وَلَمْ لمّا و لام

تا کہ علم شعر ہو داخل بہ اوزانِ بحور
تا افاعیل و تفاعیل اس سے پائیں انضمام

اور زحافوں کا عمل لے کر ردیف و قافیہ
گہ عرب کا ہے عجم میں ان کو دے موزوں مقام

تا اطبّائے زماں کو ہووے علم طب کے ساتھ
غورِ نبض و فکرِ بحراں فکرِ الوانِ قوام

تا خس و حکاک لازغ رحوہ و ثاقب ثقیل
جب تلک امراضِ مہلک کا اطبا میں ہو نام

(یہاں سے چند شعر پڑھے نہیں گئے)

کلّیاتِ خمسہ ہوں منطق میں ایسا غوجیا
یعنی جنس و فصل و نوع و خاصّہ اور عرضِ عام

مادّی و فاعلی علّت کو تا صورت کے ساتھ
علّتِ غائی پہ دیویں اہلِ دانش انصرام

تا ریاضی و طبیعی سے بزورِ فلسفہ
فیلسوفانِ جہاں علم و عمل میں لیویں کام

تا کہ بیت سعد اکبر ہوں فلک پر قوس و حوت
تا کہ جوزا اور حمل میں شمس کو ہو احتشام

سنبلہ کو تا منجم کہوے ہے شاید عقیم
تا کہ ہو دست و بغل جوزا فلک پر شاد کام

حکم ہو برجیس و کیواں کا رواں بر چین و ہند
تا کہ تیر و ماہ روم و بلخ پر رکھیں مقام

تا خراساں مہر کو، بہرام کو ہو ملکِ ترک
ماوراءالنہر پر ناہید کو تا ہو قیام

تا کرے معلوم اصطرلاب سے اختر شناس
ارتفاعِ ہر ستارہ روز و شب یا صبح و شام

تا زحل کے ساتھ شکلِ عقلہ و انکیس کو
زائچہ میں دیتے ہوں صاحب رمل نسبت مدام

ہووے دائر عرصۂ برزخ میں تا بحثِ حکیم
ہوں مذبذب جبر اور تفویض میں اہلِ کلام

رد کریں تا دعوئ رویت کو اہلِ اعتزال
اور ملاحد وسوسوں سے دیں نبی کو اتہام

محو ہو جب تک کہ جوگی شغلِ استدراج میں
سینہ و سر میں رکھے مرغِ نفس کو اپنے تھام

تا کہ سالک مسلکِ تقویٰ میں کرتا ہو سلوک
تا رہے مجذوب مستِ بادۂ غفلت مدام

تا وجود پاک سے ابدال اور اوتاد کے
انتظامِ اہلِ عالم ہووے عالم میں تمام

تا خراسان و عراق و زابل و تبریز سے
نغمہ ریزِ فارس آبادان کرے اپنا مقام

مدہم و پنچم کھرج گندھار دھیوت اور نکھاد
نغمۂ ہندی کا ہووے سات سر سے انتظام

تا کہ فروردی، ابارو، آب، ایلول اوونیل (کذا)
ماہِ شمسی ہو مطابق ہر ولایت میں مدام

یا رب اُس کا رتبۂ عالی ہمیشہ ہو فزوں
دولت اُس کی ہو کنیز، اقبال ہو ادنیٰ غلام

کون وہ؟ یعنی محمد شاہ اکبر دیں پناہ
نیک صورت، نیک سیرت نیک طالع، نیک نام

زور دیں داری سے جس کی ہے دکھاتی خودبخود
بیخ و بُنیانِ ضلال و کفر شکلِ انہدام

کیا تعجب ہے اگر اُس کی بہار فیض سے
گلشنِ گیتی ہو رشکِ روضۂ دارالسلام

مرغزار عالم اُس کی فیض سے ہے بسکہ سبز
پائے ہے رنگ زمرد پارۂ سنگِ رخام

کہکشاں سے لے عصائے نقرئی پیرِ فلک
کرتا ہے وقتِ سواری شکلِ چاوش اہتمام

لے شمیم خلق اگر اُس سے تو ہو جائے ابھی
طبلۂ عطار کی صورت معطر ہر مشام

گلشنِ مدح و ثنا سے اس کی اے گل چینِ فکر
لا گلِ مضمونِ تازہ جلد بہرِ اشتمام

محترم یوں ذاتِ عالی ہے بہ جمہورِ انام
حلقۂ تسبیح میں جوں سر بر آوردہ امام

مائدہ اور منّ و سلویٰ کی کسے ہے احتیاج
مطبخِ عالی سے تیرے سب کو پہنچے ہے طعام

بہرہ ور خورشید سے کوہِ بدخشاں ہے فقط
نیّرِ اجلال کی تیرے نظر عالم پہ عام

غنچۂ تصویر کو بھی مثل گل ہائے چمن
ہے نسیمِ لطف سے تیرے ہوائے ابتسام

ق

ہے ملا دستِ سخا کے ساتھ تجھ کو زورِ حکم
دستِ قسّامِ ازل سے بس کہ وقت انقسام

فیض تیرا ہے کہ پائے خرقۂ ماہی درم
حکم تو دیوے تو رہوے زیرِ دریا تشنہ کام

دشمنِ بد بیں کو آبِ خضر بھی زہراب ہے
اور دمِ عیسیٰ گلے میں بُرشِ آبِ حسام

پر ہوا خواہوں کو تیری مرحمت سے خسروا!
فیضِ انفاسِ الٰہی ہیں نفوسِ انتسام

دستِ صحت سے رگِ ہر سنگ کوہ و دشت میں
نبضِ سالم کی طرح جنبش دکھائے گی دوام

دیں مریضوں کو دمِ عیسیٰ تو یوں نکلیں وہاں
قطرۂ ریزش گریں جس طرح سے وقتِ زکام

مستفید نورِ کب ہے شمس سے جرمِ قمر
نیّرِ اجلال سے تیرے جلا لیتا ہے وام

روبرو دستِ کرم کے ہوتی گرد و باد ہے
آبروے ابرِ گوہر بار اے ذوالاحترام

تو جھروکوں میں جو بیٹھے آکے بہرِ عدل و داد
شیر و آہو گھاٹ پر جمنا کے ہوں آپس میں رام

تا نہ آئے زخم عاشق کے دلِ ناکام پر
تیغ ابرو پر بتاں رکھتے ہیں وسمے سے نیام

اے فریدوں تو جو کر دے راہِ خوں ریزی کو بند
اور لبوں سے جام کے چھلکے رحیقِ لالہ فام

شانۂ ضحّاک کی مانند ایک ایک اُس کی موج
مارِ پیچاں بن کے ہووے متحد با خطِ جام

معجز انصاف سے تیرے سر دشت و جبل
ہر غزالہ ناقۂ صالح ہے گویا بے زمام

قصدِ صید اُس کا کرے کوئی معاذ اللہ اگر
ہو خدا کا قہر نازل اس پہ بہرِ انتقام

آیا جب تیرے مقابل اے نہنگِ بحرِ رزم
شکلِ خرچنگ اُلٹے پاؤں ہٹ گیا دستانِ سام

گنجِ استقلال پر ہے قفل اگر تیری سپر
وقت پر شمشیر ہے مفتاحِ ابوابِ مہام

جوں عصاے حضرت موسیٰ سرِ دریاے نیل
نیزہ تیرا لشکرِ اعدا میں کر جاتا ہے کام

ہے خدنگِ تیر تیرا یا ہوا پر ہے عقاب
دم بدم دے ہے قضا کا اُڑ کے اعدا کو پیام

گر عدو سدِ سکندر کو کرے چار آئنہ
آگے تیری تیغ کے وصلی ہے پر کاغذ ہے خام

تیرے وصفِ ناوک اندازی پہ تیرِ اندازِ فکر
مطلعِ بر جستہ کو ہے لکھ کے دیتا انتظام

بر سرِ پرواز ہوں جب تیرے شہبازِ سہام
جوشنِ جسمِ عدو میں ہووے دم محبوسِ دام

دستِ دہقاں میں فلاخن شعلۂ جوّالہ ہو
لیں ترے برقِ غضب کا کشت اعدا پر جو نام

گر سحابِ قہر تیرا ہو تگرگ افشاں تو ہو
حالِ اہلِ قاف وہ اے خسروِ عالی مقام

وادیِ بطحا میں جیسے بر سر اصحابِ فیل
معجز طیراً ابابیل آیا وقتِ انہزام

جنبشِ خامہ سے میرے سرد ہو برقِ جہاں
گر کروں شاہا رقم وصفِ سمندِ تیز گام

ترک تازی میں پڑی تھی اُس کی شوخی پر نظر
ابلقِ چشمِ بتاں کی ہو گئی ترکی تمام

صفحۂ غبرا پہ کھائے نقطۂ رمّال رشک
دیکھے نقشِ سم جو اُس کا جلوہ گر وقتِ خرام

سرعتِ طیِّ منازل کا لکھوں گر اُس کے وصف
حال و مستقبل کا داخل فعل ماضی میں ہو نام

عرصۂ چوگاں میں جب اُس کو بہ وقتِ معرکہ
لائے جولانی میں دے کر جنبشِ دستِ لگام

گاہ سرپٹ گہ اُڑان اور گاہ میٹھا پوئیہ
گاہ دُلکی ایبیہ اور گاہ جائے شاہ گام

اور اشارہ ہو اگر اس قاف سے اُس قاف پر
اس طرح اڑ جائے جوں مرغِ نظر بالائے بام
فیل کو تیرے شبِ یلدا تو کہتا ہے جہاں
پر جو ہے نقشِ قدم اُس کا وہی ماہ تمام
یا سیہ خیمہ ہے لیلٰی کا و یا ہے تھم گئی
جان قیسِ تفتہ دل بن کر دھواں شکلِ غمام
حلقہ زلفِ بتاں کب کھائے ہے یوں پیچ و تاب
جب اٹھا خرطوم کو اپنے کرے ہے وہ سلام
منزلِ توصیف کو کیوں کر تری طے کر سکے
دم کہاں پیکِ خرد میں یہ خیال اُس کا ہے خام
تہنیت کو ہے دعا پر ذوق کرتا مختصر
ہو مبارک تجھ کو با عیش و طرب عیدِ صیام
جو کہ ہوں بدخواہ وہ ناشاد اور غمگیں رہیں
اور ہواخواہوں کے دل ہوویں ہمیشہ شاد کام

قصیدہ ۵

افسوس کہ نظرِ ثانی سے محروم رہا :

صبح دم فکر جو تھا سیرِ فلک کا مشتاق
عرش پر اڑ گیا اک آن میں مانندِ براق
چمک اُس برق جہاں کی ہو بیاں کیا کہ اگر
اُفقِ طبع پہ دکھلائے فروغِ اشراق
شعلۂ رنگ حنا کر کے اڑا دیوے ابھی
قفسِ دل میں جو ہیں بند طیورِ اشواق
رات مجھ کو یہ فلک گرد وہاں لے کے گیا
کہ عقولِ عقلا کی تھی جہاں طاقت طاق

فلسفی دہر کے جو جو تھے ہوئے مشائیں
نورِ اشراق سے تھے ہوگئے سب اہلِ رواق

تھے سعادت سے جو سب برجِ فلک مالامال
بخت و دولت سے یہ لبریز تھا ہر قصر و وثاق

تھی تعجب کی نہ جا بار جلالت سے ہوگر
حرکت چرخِ گر انبار کی قطبین پہ شاق

انجم ثابت و سیّار سعادت سے بہم
یوں نظر آئے کہ جوں دست و بغل اہلِ وفاق

نجم ناہید لقب جس کا ہے رقّاص فلک
تھا چپ و راست بہ آہنگِ رباب و عشّاق

بدر تھا پل میں قمر، پل میں نظر آتا ہلال
خدمتِ دائرہ داری میں تھا ہر رنگ سے طاق

اُس کا طنبور جو دیتا تھا سروں کو بہتات
جرمِ خورشید سے ہوتی تھیں شعاعیں اشراق

تیر گردوں کا خوشی سے تھا جو دل لہراتا
دے کے ترتیب ثریّا کو بہ اقسام ایاق

جلترنگ ایسی بجاتا تھا کہ سب وجد میں تھے
لعبتانِ فلکی صورت اہلِ اذواق

نظر آ جاتا تھا گر اخترِ دم دار کوئی
دیتا مرّیخ دمِ تیغ سے اُس کو الحاق

ہاتھ پھر مار کے چورنگ کا اک پھرتی سے
دم میں تھا اپنے طپنچے پہ چڑھاتا چقماق

جو چلا پارۂ تن اُس کا سوے عالم خاک
یہ اُڑا اس پہ تڑاقا وہ اُڑا اُس پہ تڑاق

سعد اکبر کہ جسے کہتے ہیں قاضیِ فلک
حسن کو عشق سے دیتا تھا بہم ربطِ وفاق

ہوتا زاہد بھی تھا آمادہ پئے دامادی
زالِ دنیا کو جو تھا بیٹھ رہا دے کے طلاق

چرخِ ہفتم پہ فلک ہے تو بطیّ الحرکت
عالمِ خاک میں پر ہے تگ و دو کا مشتاق

نفخِ تفریح سے پُر باد ہے گردوں کا شکم
لیکن اس وقت میں تنقیہ بہت اس کو ہے شاق

ہے جو ہر کوچے میں آرائشِ نوبت خانہ
خالی آوازِ دمامہ سے نہ ہو کوئی رواق

یوں جو آراستہ افلاک پہ ہو بزمِ طرب
گلشنِ عیش و طرب کیوں نہ ہو بزمِ آفاق

آج وہ روزِ ہمایوں ہے جسے کہتے ہیں عید
بذلہ سنجی میں شگفتہ ہے دلِ اہلِ مذاق

بزمِ خسرو میں چل اے باربد بزمِ سخن
سب یہ کہتے ہیں کہ تو نکتہ سرائی میں ہے طاق

تیرا قانون ترے پاس خطِ مسطر ہے
چھیڑ دے زابل و تبریز و خراسان و عراق

تیرے نغمے ترے مضموں ہیں بہ شہنائے قلم
دمکشی پر ہے سر دست کمربستہ و چاق

زمزمے مدح کے لکھ اس کی جسے کہتے ہیں سب
نائبِ ختمِ رسل ظلِ خدائے خلّاق

کون وہ ؟ یعنی شہنشاہ محمد اکبر
دستِ بخشش سے خجل جس کے ہے بحرِ آفاق

طبع و قّاد کی گر اُس کی رقم ہو توصیف
مہرہ اختر کا ہو اور ماہ سے آئے مہراق

نیّر جاہ سے خورشید ہلال آسا ہے
کاہشِ رشک سے رکھتا ہوسِ استدقاق

عطر سے شیشۂ افلاک ہو دم میں لبریز
ہووے گر لخلخہ سا اُس کی نسیمِ اخلاق

خسروا! رات کو تھا منزلِ دل میں میرے
کاروانِ شہرِ سمرقند کا رکھتا اتراق

اُن کے خرجینوں سے چن چن کے میں لایا ہوں متاع
مدحِ حاضر کے لیے تیرے بہ صد استغراق

تُو ہے وہ نسل خواقیں بہ تتارِ آفاق
جس نے توراں سے کیا ہند میں آ کر قشلاق

گر ترا مہرِ طبیعت ہو بہ جوزائے غضب
ز مہریر از پئے آرامِ جہاں ہو ییلاق

گر نہ دے حکم تو پھر ابر کے سینے میں کبھی
رحمتِ عام نہ ہو مایۂ ماءِ مہراق

تر زباں وصف میں سب ہیں ترے طفلانِ نبات
دایۂ غیب سے پلواتا ہے شیرِ اشفاق

تیرے شیلانِ کرم پر ہے زمانہ مہماں
مہ و انجم سے فلک پر ہیں مہیّا اطباق

گر سبق لیں نہ ترے فلسفۂ حکمت سے
اہلِ یوناں پہ نہ ہووے حکما کا اطلاق

ہوں نظر سے کبھی باہر نہ غوامض کے طیور
تیرے شہبازِ فراست کا ہے یہ استحقاق

درکِ امراض کریں جب کہ انامل تیرے
نبضِ آسا متحرک ہو رگِ سنگِ سماق
دیکھ کر نجمِ سعادت کا ترے حسنِ طلوع
مادرِ شب پسرِ مہ کو کرے شرم سے عاق

تو جو محرابِ عبادت میں رکھے سر بسجود
طاقِ مسجد میں جھکے آ کے سرِ ہفتم طاق
پاسِ دیں تیرا جو زنّار کی چاہے تبدیل
دوشِ گردوں پہ خطِ منطقہ ہو خطِ نطاق

ہو گیا تیغِ سیہ تاب سے ہے سرمہ گلو
دم نہ مارے گا ترے آگے حسودِ بقباق
رعبِ شمشیر ترا یوں ہے سپر سے دہ چند
جیسے نقطے سے کریں ایک کو دس اہلِ سیاق

ہو ترے فیضِ تکلّم سے شفا! عام تو ہو
زہر کی جا دہنِ مار میں پیدا تریاق
عدل نے تیرے شہا! دفع یہ کی خوں ریزی
فصد کی منع، اطبّا نے بے رفع خناق

اللہ اللہ رے لشکر کا ترے خیل و حشم
ہم عدد جس سے نہ آذبک ہو نہ ہمسر قلماق
تیرے دربارِ جلالت کے جو ہیں میرِ غضب
کہکشاں کو ہیں سرِ دوش لیے مثلِ چاق

اور ایک مطلعِ دل کش نے طبیعت سے مری
ہے ترے عدل کی تعریف میں پایا الصاق

اٹھ گیا مدرسۂ دہر سے یہ شرّ و شقاق
زید سے عمرو کے دل میں نہیں باقی ہے نفاق

چرخ کے گنبدِ بے در میں رہیں گے محبوس
دم نہ ماریں گے مگر گونج کے شور و شلتاق

گر لکھوں وصف ترے اسپِ جہاں گرد کا میں
دے فلک از پۓ پامال قلم ہفت اوراق

تن میں اس طرح سے ہے اس کے پھڑکتی شوخی
قفسِ تن میں ہو جوں طائرِ جانِ عشاق

ماہی زیرِ زمیں لوٹ کے ہو جائے کباب
جھاڑے گر سنگ پہ وہ نعل سے اپنے چقماق

وقت کو باندھ کے فتراک میں راکب اس کا
چرخ پر دائرے کھینچا کرے مانند نطاق

اس فلک سیر کو گل گشت میں گر تو شاہا
جودتِ طبع کی جنبش کا چھوا دے مطراق

یوں اڑے سوے فلک جیسے بہ تفریح مشام
بوے گل جاے تنفس میں دمِ استنشاق

کیا لکھوں وصف ترے فیلِ فلک پیکر کا
کہ گراں باری ہے اس کی تنِ البرز پہ شاق

عمر بھر مطبخِ عالی میں رہا نعمت خوار
صفة اطعمہ پر خام رہا جوں بسحٰق

ہیں ستاروں کی بھی آنکھیں انھی ہاتھوں کو لگی
نورِ ہمت کا زمانے میں جو ہے عام انفاق

بر سرِ دشمنِ بد کیش بہ ہنگام وغا
گر قشوں ہووے جلو ریز بہ دشتِ قبچاق

تو عجب کیا ہے کہ اس کشورِ برفانی میں
شعلۂ تیغِ شرر بار ہو برقِ حراق

دل مرا ہو گیا اس وقت ہے وہ عالمِ نور
جس کی مشرق سے کریں نورِ معانی اشراق
کر دعا صدقِ ارادت سے کہ ہے وقت دعا
کیوں خموشی پہ کیا ذوق زباں کو مشتاق

دوشِ گردوں پہ ہو تا فرغلِ سنجابِ غمام
سبزہ تا خاک پہ ہو پیرہنِ استبراق
دختِ رز کو بہ سرِ محفلِ اہلِ تقویٰ (کذا)
جب تلک سینۂ مینا میں رہے دردِ فواق

تجھ کو آفاق میں ہووے رمضاں بھی مہ عید
ہو ترے رویتِ دیدار پہ عیدِ آفاق
اور ترے نیّرِ اقبال کے آگے دشمن
یوں رہے جیسے کہ ہو ماہ بہ ایّام محاق
صفحۂ دہر سے پھر، گردشِ افلاک آسے
حرفِ باطل کی طرح دیوے جہاں سے ازہاق

قصیدہ ٦

اس قصیدے پر بھی نظر ثانی نہیں ہوئی ۔ اکبر شاہ مرحوم کی تعریف میں ہے :

قلم جو صفحۂ کاغذ پہ ہووے نکتہ نگار
تو اپنے نقش مٹا دیں جہاں کے جادو گار
سخن وروں نے جو باندھے سخن کے ہیں نیرنگ
زباں سے اُس کی ہیں وابستہ اُن کے سب اسرار

سوارِ توسنِ دست رواں پہ ہووے یہ جب
کرے قلم روِ معنی کو دم میں باج گزار
جو شاخِ سدرہ پہ بیٹھا ہو طائرِ مضموں
تو اڑ کے صورتِ شاہیں کرے یہ اُس کو شکار

زبانِ تیغِ نگہ سے لیا فسوں شاید
کہ اُس پہ اڑ کے مضامیں ہیں کرتے جی کو نثار

ہیں دست بستہ کھڑے چاہوں باندھ لوں جس کو
کہ لفظ و معنی و مضموں ہیں بے شمار و قطار

ہے کرتی کام جہاں جا کے اُس کی نوکِ زباں
قلم دبیرِ فلک کا ہے واں پڑا بے کار

سخن زباں پہ ہے اور ہے نگاہِ دل دل پر
کہ سو ہیں دل تو ہر اک کی ہے اپنی اپنی بہار

سخن شناس اُنھیں دیکھ کر یہ کہتے ہیں
کہ جو گُہر ہے وہی اس میں ہے دُرِ شہوار

کروں میں اس کو مگر کیا کہ مشتری نہ رہے
متاعِ بخت کو بیچوں جو میں تو کس بازار

شرابِ درد سے دل ہو گیا ہے مست ایسا
کہ شامِ روزِ جزا تک نہ جس کا اُترے خمار

بنائے ناوکِ تقدیر خاک تودہ جسے
بچا سکے اُسے کیا خاک بلبلے کا حصار

ہزار درد اُسے بے دردیِ زمانہ دکھائے
زباں پہ لایا، نہ لائے گا شکوہ یہ زنہار

ق

میں لایا سینے میں تھا دل کی جا پہ آئینہ
کہ اہلِ دل اسے سمجھیں گے مطلع الانوار

سو اُس کو توڑا ہے لوگوں نے سنگِ باراں سے
میں کہتا تھا کہ گُہر بار ہوں گے یا گل بار

صفا کا اُس کے اک ادنیٰ سا وصف یہ دیکھو
غبار غیر کی خاطر میں ہو تو اُس پہ ہے بار
میں آبگینے کے آگے ہوں آپ شرمندہ
کہ ایک بات سے پڑتے ہیں بال اُس میں ہزار

مگر تردّد ایام کیوں کروں اے چرخ
نہیں رہا تری گردش سے کچھ مجھے سروکار
لے آیا حسنِ مقدّر اُس آستاں پہ مجھے
کہ سجدہ کرتے ہیں جھک جھک کے جس پہ لیل و نہار

سحابِ جود سے اُس کے زمانہ ہے گلشن
نہالِ ابرِ کرم اس کے ہیں صغار و کبار
یہ سن کے مجھ سے کہا طبع نے کہ اے ناداں
کچھ اُس کے نام کی تصریح بھی تو ہے درکار

ہے اُس کے نام کا لینا بھی یُوں تو بے ادبی
کہ چشمہ پاس، نہ دریا، نہ ابر دریا بار
سو میں زباں کو گیا لے کے دل کے دریا میں
مذاقِ آبِ گہر میں ہلا لیا کئی بار

اور اُس کے بعد ہوں کہتا کہ نام پاک ہے وہ
جسے نمازوں میں لیتے ہیں سب پکار پکار
خدا کا سایہ ہے اور نائبِ رسولِ خدا
محمد اکبر عالم نواز و عرش وقار

ملک صفات و فرشتہ سیر ولی خصلت
بدیں پناہ و بدل دولت و بہ رخ انوار
خدا شناس و طریقت نما حقیقت بیں
بدست جود ہے دریا بہ تمکنت کہسار

نہ حقِ وصف ہو اُس کا کبھی ادا لب سے
زباں بھر سر مو آ کے گر کرے گفتار

ہؤا ہوں لے کے میں حاضر یہ تہنیت کے پھول
کہ اور پاس نہ رکھتا تھا کچھ برائے نثار

شہا ! ہے آج اسی شاہزادے کی شادی
جہاں میں جو ہے جہاں گیر شاہ نیک اطوار

وہ شاہزادہ ہے پر ہے ابھی سے شاہ نشان
وہ شاہزادہ جواں ہے ولے کہن کردار

پڑھوں حضور میں اک مطلعِ دعائیہ
قبول جس سے دعائیں ہوں برسرِ دربار

شہا خدا سے یہی ہے مری دعا ہر بار
کہ شادیاں ہوں شبستاں میں تیرے لیل و نہار

شکوہِ شادیِ شہزادہ کس زباں سے کہوں
کہ جوں شگافِ قلم بند ہیں لبِ اظہار

(یہاں سے چند شعر پڑھے نہیں گئے)

جو لکھنے بیٹھا میں ساچق کا وصف آرائش
تو نکلا خامے سے جو حرف تھا خطِ گل زار

یکایک اتریں پرستاں سے آن کر پریاں
ہوئیں جو تخت ہوائی پہ ناچنے کو سوار

ہجوم عیش و طرب اس قدر زمیں پہ ہؤا
دبیرِ چرخ سے بھی ہو سکا نہ اس کا شمار

یہ لعبتانِ فلک پر ہؤا خوشی کا جوش
سہاگ گانے لگی زہرہ بن کے موسیقار

(یہاں سے کئی سطریں پڑھی نہ گئیں ، آگے چند شعر متفرق
آتش بازی کے ہیں)

شبِ برات کی وہ روشنی کہ صلِّ علیٰ
ہو روزِ عید اگر آئے سامنے شبِ تار
جو ٹٹیوں پہ ہوئی روشنی تو شور اٹھا
فلک نے کھینچی زمیں پر ستاروں کی دیوار

ویا ہے لایا ارسطو طلسم یوناں سے
کھلایا سدِّ سکندر میں چین کا گل زار
لگے ستاروں کو جب آگ دینے آتش باز
تو بولے اہلِ نظر دیکھنا ہے طُرفہ بہار

یہ دیں گے آگ کا دانہ جب اپنے موروں کو
تو آ کے ہوویں گے طاؤس خُلد ان پہ نثار
جب اک طرف کو لگی جگمگانے چادرِ گنج
زمیں پہ سب کو نظر آئی آسماں کی بہار

ہمارے کانوں کے پردے تو اُڑ گئے اس دم
پٹاخے کرنے لگے چھٹکے جب بہم تکرار
پکارے سب کہ قواعد ہے فوج میں شاید
کہ فیر اڑ رہے ہر صف میں ہیں قطار قطار

عجب تماشا ہؤا پُتلیوں میں جب دی آگ
کہ ناچنے لگے مل کر ثوابت و سیّار
ہوائی کہتی تھی جا کر شہابِ ثاقب سے
کہ تُو زیادہ ہے یا میں فزوں ہوں آتش بار

ہیں ابرِ طور سے برسے زمیں پہ نور کے پھول
زمیں تو تودۂ گل ہیگی آسماں گل بار

(کئی شعر اور پڑھے نہ گئے)

اب اس دعا پہ قصیدے کو ختم کرتا ہے **ذوق**
کہ دوست تیرے سرافراز اور عدو ہوں خوار

پر اس ہوس کی ابھی چھٹ رہی ہے مہتابی
قلم میں سالِ عروسی کا پھول دیوے بہار

اسی خیال میں تھا دیکھتا خدا کی طرف
کیے خموشیِ فکرت نے وا لبِ گفتار

کہو سرِ لب بستہ سے شادیِ فرزند
مبارک آپ کو ہو اے شہِ سپہر وقار

جو ہوویں اس کے ہوا خواہ وہ رہیں سرسبز
ہوں اس کے دشمن بد کیش خالداً فی النّار

قصیدہ ۷

اکبر شاہ مرحوم کی مدح ہے۔ عالمِ شباب کا کلام اور نظرثانی سے محروم ہے:

اُفقِ دل پہ مرے عیش و طرب دونوں بہم
آج یوں آئے سحر جیسے دو پیکر توام

ایک کا ایک سے وہ ربطِ سخن تھا گویا
دو لب یار ہیں یا حضرت عیسیٰ ہم دم

روشِ ناز پہ ہمدوش تھے یوں جیسے کبھی
لام الف لکھتا تھا اسلام کا یاقوت رقم

یا تھے دو مصرعِ مربوط بہم دست و بغل
یا کہ پیوند تھے دو نخلِ گلستانِ ارم

مل کے دو تارِ نظر ایک ہوئے تھے دونوں
یا وہ اک بینی کے دو پردے تھے باہم ہمدم

دونوں پیچیدہ بہم ایسے سیہ مستی میں
کوئی مشاطہ بھی یوں گوندھے نہ جعدِ پرخم

ایک معنی کے وہ لفظِ مترادف تھے دو
ایک مضموں کے دو فقرے تھے مگر مستحکم

تھے جڑے دو دُرِ شہوار کہ ہرگز نہ ملیں
ابرِ نیساں سے گریں لاکھ اگر قطرے یم

ایسے تھے دونوں وہ یک دل کہ دو قالب یک جاں
یک زباں دونوں وہ اس طرح کہ جوں چاکِ قلم

آئے اپٹے ہوئے یوں عالمِ سرشاری میں
نالۂ زیر کے ہمراہ ہو جوں نالۂ بم

میں نے پوچھا جو سبب اُن کے بہم ہونے کا
تو یہ ہاتف نے کہا غیب سے ہو کر ملہم

کیوں معمّوں کے دلِ تنگ میں معنی ہوں بتنگ
جب ہے معلوم تو پھر بات رہے کیوں مبہم

آج اُس شاہ کے فرزند کی ہے شادی طوی
کہ شجاعت میں وہ رستم ہے ، سخا میں حاتم

کون وہ ظلّ خدا شاہ محمد اکبر
جس کی ہمت سے ہوں دریوزہ گر ارباب ہمم

شاہ کا پوچھو جو فرزند تو شہزادہ سلیم
ہو سلامت روی اُس کی بہ سلامت منضم

اس لیے عیش و طرب مثل قران السّعدین
متفق ہو کے بے تہنیت آئے اس دم

یمن اس عقد نے بخشا ہے جہاں کو ایسا
جو گرہ آج لگائیں سو ہے لگتی محکم

آج وہ دن ہے مبارک کہ ابھی لائے ثمر
دو درختوں کو جو پیوند لگائیں باہم

دیتا شکلوں میں ہے پیوند بدیہ الانتاج
یہ قلم سمجھے نہ 'تہذیب' نہ جانے 'سلّم

بزم عشرت کی طرف کرتا ہے جو نظارہ
پڑھتا یہ مطلعِ رنگیں ہے وہ ہو کر خرّم

ہے اٹھا عیش کا طوفاں بسرِ ساحلِ یم
زمزمہ موج کا بربط سے ہوا ہے ہمدم

گٹکری کا سا ہے لچھا بہ گلوے مینا
ہچکیاں قلقلِ مینا جو ہے لیتی پیہم

لوگے جس سازِ خدا ساز کو آغوش میں آج
تار چھیڑو گے کھرج کا تو سنو گے پنچم

اثرِ نغمۂ شیریں سے جہاں بھول گیا
کہ سوا راگ کی سم کے ہے کوئی اور بھی سم

جن مزامیر کو ہم سنتے تھے واعظ سے حرام
وجد میں آئیں، سنیں آج گر آہوئے حرم

تارِ طنبور بنی آج رگِ سنگِ صفا
بے زباں زمزمہ سازی کرے موجِ زم زم

نہیں کچھ دور کہ تبدیل ہو کعبہ کا لباس
تاکہ دکھلائی نہ دے صورتِ اہلِ ماتم

دھوم اس شادی کی یہ ہے کہ منڈھے کی صورت
چھا گیا گلشنِ آفاق پہ ہے ابرِ کرم

رقعہ شادی کا ہے اس رنگ سے تحریر ہوا
کہ جوانانِ چمن آئیں جو مل کر باہم

شاخِ گل پہنے کلائی میں کلی کا کنگنا
زرد جوڑے پہ بسنت اپنا دکھائے عالم

عطرداں میں گلِ نرگس وہ بھرے عطرِ سہاگ
سارے گل بھرنے لگیں بلبلِ بے تاب کا دم

بل بے تیاریِ پوشاک کہ چرخِ اطلس
لایا اطلس جو لگائے تو یہاں نکلی کم

یہ خیاطہ کی ہے جلدی کہ کھُلا جاتا ہے
شکمِ کرمِ بریشم ہی میں تارِ ریشم

یہ چڑھاوے کی ہے کثرت کہ جڑے ہے ہر صبح
دگدگی پر گلِ داؤدی کے ہیرے شبنم

اللہ اللہ رے نوشہ ترا عالی رتبہ
جس کی انگلی میں پنہائے گا سلیماں خاتم

ہوئی نوبت کی یہ نوبت کہ سحر اس کی ٹکور
گوشِ افلاک سے بھرتی ہے سوا گوشِ اصم

نۓ قلیاں کو بھی گر منہ سے لگاتا ہے کوئی
تو وہ بھرتی ہے ہم آوازیِ شہنائے کا دم

پہنچا یہ طنطنۂ کوس کا گردوں پہ دماغ
کہ نہیں رکھتا سرِ روئے زمیں اپنا قدم

آتی اس طرح سے پیہم ہے جلاجل کی صدا
کہ پری زاد ہے آتی کوئی کرتی چھم چھم

کہتا ہر دم ہے یہ نقارچیِ پیر فلک
کہ تھا مدت سے دمامے کا مرے پھولا شکم

سارے ارمان نکالوں گا وہ اس شادی میں
اس کے سینے سے جو نکلیں گے بہ آوازہ بم

جو کھڑے روپے کے اور سونے کی تھلیاں ان میں
صف بہ صف دیکھ کے ان کو یہ پکارا عالم

ہے یہ سلکِ دُرِ شہوار بہ گوشِ بہجت
یا کہ ہنستی ہے خوشی دانت نکالے پیہم

ہر سبوچے پہ یہ جوبن ہے کہ جیسے کوئی شوخ
اپنے ابھرے ہوئے پستاں پہ چڑھاوے محرم

دیکھ نقلوں کو سبوچوں میں یہ حیران ہے خلق
کہ بھرے موتیوں سے کیوں کہ حبابِ لبِ یم

ایسے شیریں کہ اگر رکھے زباں پر ان کو
وصفِ شیریں سخنی پائے زباں ابکم

کروں تحریر جو رنگت کو حنا بندی کی
شاخِ گل مہدی ہو پھولوں سے ابھی میرا قلم

ہوئے روشن جو کنول شکلِ رخِ آتش ناک
تو لٹیں آن پہ دھوئیں کی ہوئیں زلفیں پر خم

کاغذِ زرد کے پھولوں میں یہ گل کترے تھے
آ گیا تھا گلِ صد برگ کا پھر کر موسم

نخلِ آرائش اگر دیکھو تو ایسے دل کش
نوجوانانِ چمن جیسے بہ صد ناز و نعم

بیاہ کی شب وہ تجمل تھا کہ اللہ اللہ
کہتا تھا دیدۂ انجم سے یہ گردوں ہر دم

سچ کہو کرتے ہو نظّارہ جہاں کا جب سے
کبھی یہ جلوہ ہے دیکھا تمہیں آنکھوں کی قسم

دیکھے دولھا کے نہیں دست حنا بستہ ابھی
ورنہ مٹھی کا ابھی غنچے کی کھل جاتا بھرم

منہ پہ نوشاہ کے یوں سہرۂ زر تار کی زیب
روے خورشید پہ جوں خطِّ شعاعی کی جھلم

ہوا شبدیز فلک سیر پہ دولھا جو سوار
روز نے صدقہ کیا اشہب و شب نے ادہم
وصف میں اس کے پڑھوں کیوں کہ نہ اک مطلع میں
توسنِ طبع نے اب تیز نکالا ہے قدم[1]

یارِ ہم دم نہیں لیکن ہے وہ نسلِ آدم
ہے وہ اس نسل میں جس اصل میں رخش رستم
رمزِ راکب سے یہ آگاہ وہ صرصر رفتار
گزرے گر دل میں توقف تو وہیں جائے ہے تھم
ہے تو وہ حُور شمائل نہیں پر زادۂ حُور
خوے آدم ہے و لیکن نہیں نسلِ آدم
چادریں بھیجتا مہتاب کی ہے بسکہ فلک
چاہیے اس کو زمیں پر نہ گلیم و نہ گام
نور کے قطرے فلک سے ہیں زمیں پر برسے
چھوٹتے گنج ستاروں کے کہاں ہیں پیہم
سر اٹھایا یہ ہوائی نے کہ آخر کو ہوا
شعلہ اس کا علمِ کاہکشاں کا پرچم
ٹہنیاں جھومی ہیں اس رنگ سے نافرماں کی
جیسے رکھے ہوں تراشے ہوئے جامِ نیلم
ہاتھی لڑتے نہ سمجھنا، یل عشرت نے بزور
سر کو دو کوہ کے ٹکرایا ہے مانندِ غنم
نخل پھولا ہوا دم بھر میں نکل آتا ہے
ہے اناروں میں اچنبھے کا تماشا عالم
چھوٹے گھن چکر اس انداز سے کھا کر چکر
چرخ میں آیا جسے دیکھ کے گردونِ دژم

۱- مطبوعہ میں 'قلم' ہے - جو سہوِ کتابت ہے -

پھولیں کیوں کر نہ چمک کر گلِ آتش بازی
شاخ تھی گل کی قلم بن گئی شورے کی قلم

جھاڑ ابرک کے نہیں چادرِ مہتاب میں ہیں
جڑ تلک لپٹے ہوئے نخلِ گلستانِ ارم

شجرِ طور کا جوں وادیِ ایمن میں ہو نور
شمع ابرک کے کنول میں ہے دکھاتی عالم

ہیں جو سرگرمیِ شادی سے فتیلے روشن
تاب کیا خانۂ گیتی میں رہے سایۂ غم

باندھے سو شعلۂ فندق بسرِ ہر انگشت
پنج شاخوں کو کبھوں میں نہ کبھی دستِ صنم

کھولا مصحف تو زہے یمن کہ سر لوح ورق
اسمِ اعظم تھا عیاں خطِ شعاعی سے رقم

رونمائی پہ لگی رشک سے زہرہ گانے
غیرت از چشم کنم روئے تو دیدن ندہم

ایسی شادی کے تجمل کو لکھے کیا کوئی
دھوم ہے جس کی گئی تا سرِ ہفتم طارم

جی میں ہے توسنِ خامہ کی عناں پھیر کے میں
مدحِ اکبر شہِ ثانی کروں پھر زیبِ رقم

جس کے باعث سے منوّر ہے چراغِ خورشید
جس کی دولت سے ہے آراستہ بزمِ عالم

اس کے دیں داریِ نقارہ کی اللہ رے صدا
از عجم تا بہ عرب اور ز عرب تا بہ عجم

جس سے پوچھو کہ تو آگہ ہے کہے گا کہ بلے
''انت تعرف'' کہو جس سے وہ کہے گا کہ ''نعم''

مدح میں اس کی رقم کرتا ہوں اک تازہ غزل
کہ غزل خواں ہے ہر اک آج بجانِ خرم

تو ہے وہ ابر سخا ، تو ہے وہ دریائے کرم
جس میں ہوں فلس کی جا کیسہ و ماہی پہ درم

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہے عجب
مشک سودہ کرے ہر زخم پہ کارِ مرہم

پہنچی ہے روحِ عدو سہم کے ناوک سے ترے
مثلِ آہوئے رمیدہ سرِ صحرائے عدم

تیرا خنجر ہے نہنگ ایسا کہ غرقِ زہراب
تیری شمشیر وہ اژدر ہے کہ ہے آتش دم

حق میں اعدا کے ترا تیر ہے پیغامِ قضا
اور ترا جوہرِ شمشیر قضائے مبرم

توڑے دل شیشے کا ہرگز نہ ترے عہد میں سنگ
رحم کھاوے کہ لیا اس نے مرے گھر میں جنم

تیرے انصاف کا پرتو ہے جو عالم پہ محیط
تو نہ پایا ہے نہ پائیں گے فروغ اہلِ ستم

رو برو بچۂ آہو کے نہ روشن ہو چراغ
ڈالے روغن کی جگہ اس میں جو پیہہ ضیغم

ق

گلشنِ مدح میں دے تیرے ترا ذوق لگا
خرمنِ گل کی جگہ تازہ مضامیں کا اتم

پر یہ سمجھا کہ ہے جز کرتا دلالت کل پر
کہہ کے اک شمہ تری وصف کا اے نیک شیم

یہ دعا کرتا ہے دل سے کہ مبارک ہو تجھے
شادیِ وصلتِ فرزند بصد جاہ و حشم

ہو شبستاں میں ترے دست و بغل عیش و طرب
گھر میں حاسد کے دل آشوب رہیں محنت و غم

قصیدہ ۸

یہ قصیدۂ مبارک بادی مرزا سلیم شاہزادہ کی شادی میں لکھا تھا ۔ بندۂ آزاد ان دنوں طفل مکتب بھی نہ تھا ۔ جب حاضرِ خدمت ہونے لگا تو حضرتِ مرحوم اکثر اس کے اشعار پڑھا کرتے تھے ۔ ڈھونڈھنے کی فرصت نہ تھی ۔ ایک برس وفات سے پہلے فرمایا کہ اگر ہوتا تو اسے درست کرتے ۔ طبیعت نے عالمِ جوانی میں بلند مضامین پیدا کیے تھے ۔ خیر اکثر اشعار اور مطالب خیال میں ہیں ۔ ایک قطعہ لکھ دیتے ہیں ۔ چنانچہ ۲۲ شعر کا قطعہ لکھا اور عید قربان کی تہنیت میں ابوظفر بہادر شاہ کو سنایا ۔ بعد انتقال کے یہ قصیدہ بھی نکلا ۔ الحمد للہ کہ یہاں تک پہنچا ۔ اول قصیدہ لکھتا ہوں ، پھر قطعہ[1] :

دل کہ اس دہر میں ہے گرسنۂ نازِ بتاں
خم تیغ[2] اس کو غنیمت ہے کہ دیکھا لبِ ناں

ہوں وہ لب تشنہ کہ میں دامن دریا سمجھوں
برقِ پُر سوز کا ہاتھ آئے جو طرفِ داماں

وہ خنک دل ہوں کہ جس کے نفس سرد سے آہ
دم میں یخ بستہ ہو سرچشمۂ مہرِ رخشاں

میں ہوں وہ شعلۂ جوّالہ بزیرِ گردوں
کہ اگر دل کو قرار آئے تو چکّر میں ہو جاں

۱- یہ عبارت اس سے پہلے قصیدے سے متعلق ہونی چاہیے ۔ قطعہ حصہ الف میں شامل ہے ۔

۲- مطبوعہ میں 'نم تیغ' ہے ۔ جو سہو کتابت ہے ۔

میں وہ مجنونِ جگر تفتہ ہوں جس کے دمِ فصد
ہر بنِ مو سے عوض خوں کے نکلتا ہے دھؤاں

چشمِ پسوزن سے نہ لو سلسلہ زنجیر کا تم
دلِ وحشت زدہ ہے لاغرِ بے تاب و تواں

ہوں وہ افتادہ کہ ہمت کبھی یاور ہو تو ہو
دست گیر آ کے عصائے مژہ مور چگاں

ہوں وہ تصویر سرِ صفحۂ عالم جس پر
مو قلم دو تو کرے کارِ سنان و پیکاں

دل گرفتہ ہوں وہ میں دہر میں مانندِ انار
اک گرہ وا ہو تو ہو صد گرہ اندر داماں

ہوں وہ فرسودۂ غم جس کے بچشمِ بینش
کرتا سروِ چمنِ دہر ہے کارِ سوہاں

قطرہ شبنم کا ہو گل پر تو مری نظروں میں
سنگِ حسرت ہو کہ رکھتا ہوں بزیرِ دنداں

میں ہوں وہ کشتہ کہ بیگانہ ہے سبزہ جس سے
اور اگر ہے تو ہے آغشتۂ زہرابِ سناں

فلکِ سبز کے نیچے ہوں میں تلوار کا کھیت
آبِ شمشیر مجھے دو کہ یہی ہے مری جاں

ہوں وہ خود رفتہ کہ جوں عمرِ تلف کردہ مجھے
حشر تک ڈھونڈیں تو ممکن نہیں ہاتھ آئے نشاں

ماہ نخشب کی طرح ہوتا عیاں ہوں سرِ کوہ
اور ابھی پل میں جو دیکھو تو عیاں ہوں نہ نہاں

ہوں وہ سرگشتہ کہ گر ساقی و ساغر چاہوں
حلقہ دورِ فلاخن ہو بدستِ دہقاں

اس گلستاں کی روش پر گل بازی ہوں میں
نہ ادھر ہوں نہ اُدھر ہوں نہ وہاں ہوں نہ یہاں

دل نے لیمو سے کیا رنگ طلا کا روشن
ترش روئی سے رخِ زرد ہے میرا تاباں

میں وہ گردش زدۂ دہر ہوں جس کا پسِ مرگ
سنگِ تعویذ بھی چکّر میں ہو مانندِ فساں

میں وہ ہوں بسملِ دل خوں شدہ جس کے خوں میں
تیغِ قاتل روشِ کشتیِ دریا ہو رواں

اشک خونیں ہو مرا آتش یاقوت یمن
گرچہ ہوں آب میں لیکن ہوں ہمیشہ سوزاں

دل اُڑا جاتا ہے جل جل کے جوبن آگ مرا
طائرِ رنگِ حنا بن کے ہؤا ہوں پرّاں

طفلِ معصوم کا ہے خواب مری موت و حیات
کہ یہی لب مرا خنداں ہے یہی ہے گریاں

وہ سیہ بخت ہوں میں خاک نے جس کی یکسر
ہے سیہ کر دیا آئینۂ چرخِ گرداں

میں وہ بیمار ہوں مایوسِ شفا جس کے لیے
دمِ عیسیٰ نے کیا کار نفوسِ ثعباں

اُٹھ سکا سر نہ مرا مزرعِ گیتی میں ذرا
دل رہا دانۂ روئیدہ تہِ سنگِ گراں

شرحِ جاں سوز سے میری نۓ قلیاں کی طرح
کیا عجب نائے قلم سے جو نکل آئے دھؤاں

دلِ مایوس یہ تھا کہہ رہا مجھ سے کہ خرد
یوں لگی کہنے کہ بے فائدہ کیوں آہ و فغاں

پھر تو کر غور کہ مدّاح ہے کس شاہ کا تو
دیکھ وہ ابرِ کرم قلزم جود و احساں

وہ شہنشاہ کہ جشن اس کا ہے افلاک کی سیر
ہنستے مہوش ہیں تو کرتے ہیں ستارے افشاں

ماہ گردوں پہ ہے اور آ کے زمیں پر مہتاب
کثرت عیش سے دریا میں ہے شب کو رقصاں

سن کے یہ مژدۂ جاں بخش ہر اک کو یہاں تک
شوقِ نظّارہ ہوا عام بہ گلزارِ جہاں

دیکھتا ہوں کہ سرِ شاخِ مژہ کاسۂ چشم
رخِ نظّارگیاں پر ہے بنا نرگس واں

آج عالم کا ہے دل شاد کہ جوں عالمِ نور
جلوہ گر ہے سرِ اورنگ بصد شوکت و شاں

ماہِ فرخندہ لقب، شاہ محمد اکبر
تاجِ شاہانِ زماں فخرِ سلاطین جہاں

دیکھا ہے دولت و صولت کا جو اس کے اقبال
دہرِ سرکش کا بھی قد ہو گیا خم مثلِ کماں

مدح حاضر کے لیے حاضر دربار ہو ذوق
تو ہے خاقانیِ ہند اور وہ ہے خاقانِ زماں

پوچھ لو آج فلک سے کہ ہے خورشید کہاں
گر ہے کچھ وزن تو آ جائے بہ سوئے میزاں

تیرے جلوے کے تجلّی نے جو روشن کیا دل
ہو گیا شمع مرے سینے میں تارِ رگِ جاں

آستیں اپنی ہلا دے جو ترا دستِ کرم
ہر شکن سے ہو عیاں لجۂ بحرِ عمّاں

کیوں نہ ارباب ہمم ہوں تری ہمت کے غلام
حق یہی ہے کہ الانسان عبید الاحسان

آگے دریا ترے خود کھولے ہے لب ہائے سوال
کھووے کس منہ سے کہ پنجہ بھی ہے رکھتا مرجاں

سرخ روئی ترے حاسد کو جگر خواری ہے
شیر کے بال سے ہے تیز تر اس کو رگ پاں

کانپتے ہیں پڑے ہیبت سے پلنگ اور نہنگ
بحر و بر پر ہے تری تیغ کی برش یکساں

ہے زرہ رکھتی اسی واسطے ماہی تہ آب
پہنے جوشن ہے نیستاں میں ہر اک شیر ژیاں

تیغ ہندی تو کمر میں ہے پر ایک اک جوہر
رکھتا در زیر نگیں ہے صفحات صفہاں

کوہ پر بیٹھ کے یوں بیٹھے بہ پشت ماہی
جیسے ابروے بتاں ہو تہ آئینہ عیاں

ترے خنجر کو ملا شہپر قدرت سے ہے زور
مرغ دل سینوں سے جوں زاغ و زغن ہیں پراں

تیر ناوک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہا
طائر قبلہ نما خاک کرے گا طیراں

آتش قہر کی ہیبت سے تری نار سعیر
رکھتی شعلے سے ہے انگشت بزیر دنداں

گنبد چرخ ہوا کلبۂ پر دود اسے
روح کو سینۂ حاسد میں بجا ہے خفقاں

تیرا فرماں تھا کہ فرماں بر دولت کے سوا
ہووے اک برگ نہ پیدا بہ گلستان جہاں

ہوئے یہ منکرِ اقبال ترے ناپیدا
کہ چمن میں نہیں اُگتا ہے گلِ نافرماں

تیرے مہتاب کرم سے جو سرِ قلزمِ قہر
پردۂ نور میں آبلا ہے تنورِ طوفاں

عدل نے تیرے دکھائے ہیں بہم آتش و آب
آبِ آئینہ میں روشن ہے رخِ برق وشاں

دلِ افگار کا ہے سودۂ الماس علاج
سنگ ہے سنگِ جراحت بہ سرِ زخمِ جہاں

تیری تاثیرِ محبت نے دیا ہے تریاک
ورنہ تھا زہر دلوں کو خطِ سبز خوباں

اُفقِ صبح سے کافور کا لے کر مرہم
رکھتا مہتاب ہے بر سینۂ صد چاک کتاں

سرزنش عہد نے کی تیری یہاں تک معدوم
کہ نظر آتا نہیں دشت میں کانٹوں کا نشاں

بے علف ناقۂ لیلیٰ ہے مگر قیس غریب
نہیں دیتا بہ ضیافت سرِ خارِ مژگاں

خسروا ! تیری توانائیِ اقبال سے آج
ناتوانوں کو ہوئی دہر میں یہ تاب و تواں

مور کا سلسلۂ نقشِ قدم گر ہو کہیں
اپنے حلقے میں جکڑ لیتا ہے صد پیلِ دماں

آگے جلوے کے ترے پرتوِ خورشید ہے گرد
آگے رتبے کے ترے خاک ہے جرمِ کیواں

اس تصور میں جو ہے پیشِ نظر عالمِ نور
اس کو اک مطلعِ موزوں میں ہوں کرتا میں بیاں

گر تری ذات نہ ہو کعبۂ اقبالِ جہاں
آسماں ہووے نہ پھر پھر کے زمیں کے قرباں

ہوسِ ناصیہ سائی تری خورشید کو روز
موکشاں لاتی ہے در پر ترے ہو سرگرداں

مہرگاں ہمتِ عالی کا جو بادل لائے
ایسے نیساں سے وہ آفاق پہ ہو قطرہ فشاں

جن کی شادابیِ گوہر کو اگر دیکھے تو دور
طرفۃ العین میں ہو کاہ ربا کا یرقاں

آتش قہر و غضب تیری عیاذاً باللہ
مشتعل ہووے اگر سوئے گلستانِ جہاں

ہے یقیں صورتِ نخلِ گلِ آتش بازی
نخلِ فوارہ بھی پانی میں رہے شعلہ فشاں

ماجرا خامہ نے شیری سخنی کا تیری
صورتِ موج میں دریا کے دیا تھا بزباں (کذا)

سخن و اہلِ سخن سب سرِ ساحل تھے کھڑے
دونوں لب اُس کے حلاوت سے بہم تھے چسپاں

وصفِ شوخی ترے توسن کا ہو کس طرح رقم
کہ قلم صفحۂ کاغذ پہ ہے جوں برقِ طپاں

باندھوں کس طرح سے مضمون سواری میں اسے
تڑپ اٹھتا ہے کرے جنبش اگر طبعِ رواں

قلم و حرف نہیں پیش نظر ہیں اس دم
سرِ حامد سے ہے دل کھیلتا گوی و چوگاں

کہوں شائستگی اُس بادیہ پیما کی میں کیا
تازیانہ ہے بکار اُس کو نہ درکار عناں

نہیں انساں ہے مگر کام ہیں انساں سے فزوں
پر نہیں پر وہ پری سے ہے زیادہ پرّاں

خسروا ! سرعت رفتار ہو گر مدِّ نظر
پہلے ہو قاف سے تا قاف سراسر میداں

جلوہ گر خانۂ زیں پر ہو پھر اس شان سے تو
بر سرِ دوشِ صبا جیسے شمیمِ ریحاں

تازیانہ جو لگائے تو کفل پر اُس کے
اور چمک کر کبھی اُڑ جائے وہ بجلی تہِ راں

ابھی کوڑے کی صدا کوہ سے پھر کر نہ چلے
وہ کئی بار پھرے واں سے یہاں ، یاں سے وہاں

کیا دکھاؤں ترے ہاتھی کی بلندی شاہا
آئے کوسوں سے نظر جب تو عیاں را چہ عیاں

جھومتا جھامتا آتا ہے درِ دولت پر
کہتے ہیں ساقیِ طنّاز سے یوں بادہ کشاں

سمتِ قبلہ پہ ہے ابر آیا سرِ دوشِ ہوا
خم پہ خم آج چلے جام نہ آئے بہ میاں

اُس کی مستک پہ سپر اور وہ نگارِ خرطوم
کریں آنکھوں پہ رقم قوسِ قزح کا عنواں

اور اگر یہ نہیں مضموں تو کسی مہ وش کی
زلف پر گل ہے و یا کاکلِ عنبر افشاں

اس کے دنداں پہ نہیں غور سے دیکھا میں نے
کشورِ زنگ میں آئے ہیں فرنگی بچگاں

کیا لکھوں آگے ترے وصف کہ منہ میں میرے
پاسِ آداب سے جوں شعلہ زباں ہے لرزاں

ختم کرتا ہے ثنا تیری دعا پر اب ذوق
کہ زباں کو بس اب آگے نہیں یارائے بیاں

تجھ کو یہ جشن مبارک ہو بصد جاہ و جلال
عقل ہو پیر تری، بخت رہیں تیرے جواں

جو دعا گو ہیں ترے اُن کی دعائیں ہوں قبول
صبح جشنِ طرب افزا میں ہو دائم خنداں

اور برنگِ شبِ دیجور ترے سب بدخواہ
رو سیہ محفلِ عالم میں ہوں جوں ماتمیاں

قصیدہ ۹

اس قصیدے پر بھی نظرثانی نہیں ہوئی۔ اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں ہے:

گردش میں چشمِ مست کی ہو دل مرا گرہ
اور کھولے ہائے دانہ کی یوں آسیا گرہ

سینے میں دل اگر نہ گرہ تھا تو کس لیے
ہر اشک میری آنکھ سے ہو کر گرا گرہ

اپنا دل گرفتہ چمن میں نہ وا ہوا
غنچہ ہزار جا پہ کھلا اور ہوا گرہ

چلتا نہیں ہے پنجۂ مژگاں کا کچھ عمل
ہے ایسی چشمِ تر سے بہم آشنا گرہ

قمری ہے لائی چاک گریباں چمن میں آہ
اے سرو گل سے دے سرِ بند قبا گرہ

ہوں وہ گرفتہ دل کہ مژہ پر ہجومِ اشک
ہوتا ہے شکلِ خوشۂ انگور آ گرہ

میں مجمرِ فنا میں ہوں کیا دانۂ سپند
کھولے ہے کارِ بستہ کی میری صدا گرہ

تصویرِ غنچہ ہوں چمنِ روزگار میں
وا کر سکے گی میری بھلا کیا صبا گرہ

مرقد پہ میرے طرۂ شمشاد کی طرح
پھوٹے گی نخلِ شمع میں بھی جا بجا گرہ

آیا ہوں میں سرشت میں لے کر گرفتگی
ہوویں گے استخواں بہ گلوے ہما گرہ

رہوے گا شکلِ دستِ حنا بستہ حشر تک
قاتل کے دست و دل میں مرا خوں بہا گرہ

گر میں شگفتہ دل[1] ہوں تو جوں دانۂ انار
محفل میں ہوگا خندۂ دنداں نما گرہ

میں عکس اپنا دوں تو ہو جوہر سے آئینہ
جوں دامِ موج و شکلِ خطِ بوریا گرہ

عکسِ دلِ فسردہ سے مینائے بزم مے
رہ جائے شکلِ دانۂ انگور کھا گرہ

یہ زہرِ غم چڑھا ہے کہ سبزہ بزیرِ زلف
سوجھے ہے یوں کہ زہر کی تھا یہ بلا گرہ

میں دل گرفتہ آہ اگر کارواں میں ہوں
حیرت سے اینٹھ کر ہو زبانِ درا گرہ

رویا میں شکلِ شیشہ کبھی کھول کر نہ دل
میرے گلو میں گریہ ہمیشہ رہا گرہ

دل بستگی کا اپنے قلم بند کر کے حال
بازو پہ مرغِ دل کے اگر دوں لگا گرہ

۱- مطبوعہ میں 'گرفتہ دل' ہے جو سہو کتابت ہے -

کھائیں کبوترانِ گرہ باز کی طرح
سینے سے آن کر سرِ دوشِ ہوا گرہ

وہ دل گرفتہ ہوں کہ اگر نکلے پاس سے
جوں غنچہ ہو رہوں بہ جبینِ صبا گرہ

پھیلاؤں گر شمیمِ مضامیں کو ہند میں
ہووے ختن میں نافۂ مشکِ خطا گرہ

رجعت سے نجمِ بد کی مری ماہیِ سپہر
خرچنگ بن کے بیٹھ رہے ایک جا گرہ

پیدا ہوں سو گرہ اگر اک دل سے کھولیے
جوں کوکنار لالہ و تخمِ حنا گرہ

گہنا نا مہروسہ کا ہے کہتا کہ دیکھیو
قینچی کی طرح کترے ہے چرخِ دوتا گرہ

ق

آہیں تو کھینچیں سینۂ صد چاک سے بہت
کھلتی تھی میرے دل کی مگر کیا بھلا گرہ

سوزن کا رشتہ بن کے کھچا جنتری میں آہ
ہے زیرِ پائے رشتہ بپا دوسرا گرہ

قطروں سے خونِ دل کے ہوں سو سو گرہ عیاں
اک آبلے سے دل کے جو کھولوں ذرا گرہ

یہ عقدہ مثلِ ابروے خوبانِ کینہ جو
ہے ڈالتا بہ ناخنِ عقدہ کشا گرہ

رسّال قرعہ ڈالے جو اس عقدے پر تو ہو
انگلی سے پوری پوری میں اس کی جدا گرہ

ہر قطرۂ سرشک مرے روے زرد پر
خاطر گرفتگی سے ہے جوں کہربا گرہ

یا رب وہ شانہ پاؤں کہاں میں جو دل سے آہ
دے کھول شکلِ عقدۂ زلفِ دوتا گرہ

وابستہ تار موے میاں سے ہوں شکلِ ناف
چشمِ کشادِ کار رکھے مجھ سے کیا گرہ

نقطے کی طرح مرکز گردش رہا صدا
میں تھا مگر بہ دائرۂ دیرپا گرہ

دل تھا گرہ خیال میں جو آ کے عقل نے
یوں کھول دی بہ ناخنِ فکرِ رسا گرہ

اُس آفتاب پر تُو نظر کر کہ جوں تگرگ
پل بھر میں اک زمانے کی ہے کھولتا گرہ

وہ کون یعنی اکبر ثانی کہ جس نے وا
تیرے بھی کامِ دل سے ہے کی بارہا گرہ

گُل کی گرہ بہار کرے گر صبا سے وا
وہ کھول دے دلوں کی بہ فضلِ خدا گرہ

لایا ہوں بہرِ نذر میں وہ دُرِ آب دار
ہو جس کو دیکھ آپ دُرِ بے بہا گرہ

جوں برق لکھ کے مطلعِ برجستہ خامہ نے
مطلع سے آفتاب کے دی ہے لگا گرہ

مہ طلعتوں میں حسن سے کی تو نے وا گرہ
کیوں میرے دل میں خال سویدا رہا گرہ

کھل جائے نام پاک سے اک آن میں ابھی
گر ہووے کوہِ مروہ و کوہِ صفا گرہ

ہیبت سے تیرے نطق کے تبخالہ بن کے ہے
دعوی کے لب پہ آ سخنِ مدعا گرہ

چاہے جو اس کو آبِ فصاحت کرے رواں
لکنت وہیں زبان پہ دیوے لگا گرہ

تیرے سحابِ جود سے گلشن میں صبح دم
لے مشتِ زر ہے غنچۂ گل باندھتا گرہ

گر دل خنک کی جان فروبستہ کھچ کے ہو
مابینِ کوہ قاف میانِ شتا گرہ

تو ناخن نگاہ سے مانند آفتاب
دے کھول دم میں دیکھ کے یہ ماجرا گرہ

کھولے ہیں کار بستۂ عالم سے دانہ وار
تیری ہوائے لطف و سحابِ عطا گرہ

دست گرہ کشا نے ہے باقی کہاں رکھی
جز تکمہ ہائے پیرہنِ اغنیا گرہ

البتہ دل میں غنچۂ پیکاں کے ہے ترے
جانب سے حاسدوں کے صباح و مسا گرہ

یا جو تری کمانِ نگاریں میں ہے نمود
وہ ابروئے نگار پہ ہے خوش نما گرہ

اک دم میں تیرے ناخنِ شمشیر سے ہو وا
ہیں سر جو حاسدوں کے بروزِ وغا گرہ

تیرے فروغِ نیّرِ حشمت سے کیا عجب
گر مہر ہو سمٹ کے بہ شکلِ سہا گرہ

اللہ رے تیری قوتِ بازو کہ مثل گوی
چوگاں کے آگے کوہ کو ہے جانتا گرہ

تو چاہے گر تو دامنِ ساحل میں بحر کو
دونوں طرف سے کھینچ کے دیوے لگا گرہ

پنجے سے تیرے مہر کے گردوں پہ ہر سحر
کھل جاتی ہے ستاروں کی لاانتہا گرہ

منقارِ ماکیاں کی طرح ناخنِ ہلال
ہے بیضۂ فلک کی سدا کھولتا گرہ

لائے جو شعلہ حرفِ شرارت زبان پر
تاثیرِ عدل سے ہو تری لب پہ آ گرہ

اللہ رے بیمِ عدل کہ خونِ زمانہ میں
دشنہ بھی رکھے کر کے جبیں پر ابا گرہ

(ق)

زلفوں کے دام جیسے حسینانِ نازنیں
ہیں ڈال دیتے دے کے بسوئے قفا گرہ

مارِ سیہ کے سر میں اسی طرح زہر ساز
ہووے گا مثلِ مہرۂ مار ایک جا گرد

انجم سے تیری سال گرہ کے لیے فلک
ہر سال کہکشاں میں ہے دیتا لگا گرہ

توسن ترا زمیں پہ جو کاوے کا ڈالے نقش
سمجھیں کہ بیٹھا مار کے ہے اژدہا گرہ

جولاں پہ اپنے آئے تو جوں جنبش صبا
غنچوں کی کھولے باغ میں وہ بادپا گرہ

دامانِ ابر تر پہ وہ پاتا ہے برق نام
اس کا شرارِ نعل جو دے ہے اڑا گرہ

گر اس کی گرد سم سے بہ میدان کار زار
ہو گرد باد دامنِ صحرا میں کھا گرہ

لائے اڑا کے تو اسے از شرق تا بہ غرب
کھلنے نہ پائے یاں نہ جبن ہوا گرہ

رفعت پہ تیرے فیل کی طبعِ رسا نے رات
پھینکا کمندِ وہم کو جو کر کے وا گرہ

آیا نظر کہ صفحہٴ چشمِ زمانہ میں
اک نقطہ مشکِ ناب کا ہے ہو رہا گرہ

ہے بس کہ رکھتا عقدہ کشائی کا دل میں شوق
دیکھا جو نیشکر میں کہ ہیں جا بجا گرہ

کرتا ہے آشنا اسے دنداں سے وہ فقط
اس واسطے کہ اس کی بھی ہو دل کی وا گرہ

سلکِ درِ سخن میں دلا صبح تا بہ شام
جوں سبحہ دے گا بیٹھا ہؤا تا کجا گرہ

وا کر لب سوال بہ درگاہ ذوالجلال
تارہ نہ جائے سینے میں دل کی دعا گرہ

غلطاں بہ زیر گنبدِ گردوں ہؤا کرے
بن بن کے تا زمانہ کی صبح و مسا گرہ

تا چرخ واژگوں پہ سرِ شاخِ کہکشاں
ہو خوشہ وار عقدِ ثریا سدا گرہ

میداں ہو تا سپہر کا اور گوے ماہ و مہر
اور دورِ مہ سے ہو ذنب و راس تا گرہ

تا دل گرفتگی سے زمانے کی بزم میں
ہر دم گلوے شیشہ میں ہو قہقہا گرہ

حبِ نبات کو پئے دردِ مریضِ عشق
تا دیں بخالِ لب بتِ شیریں ادا گرہ

جب تک شمیم کا کلِ پیچاں کے رشک سے
نافے میں ہووے مشکِ ختن بے خطا گرہ

ہر سال تجھ کو جشن مبارک ہو خسروا !
اور مشکلاتِ خلق کی ہوں اس سے وا گرہ

پر تیرے مدعی کی نہ وا ہووے جوں حباب
ہرگز محیطِ دہر میں غیر از فنا گرہ

قطعہ

شاہا بہ عمر و دولت و اقبال و عزو جاہ
فرّخ یہ تجھ کو سال گرہ ہو ہزار سال
بلکہ خدا کرے تری عمر اس قدر دراز
ہوں جس میں بے شمار گرہ بے شمار سال

اشعار

آج کچھ ایسی ہوائے عیش کی تاثیر ہے
ہر ورق کاغذ کا رشکِ گلشنِ کشمیر ہے
گر نہالِ دشت کو شوقِ حنا بندی نہیں
ہاتھ کیوں مہندی سے رنگتا برگ بیدانجیر ہے
مدح حاضر میں سناوے مطلعِ روشن کہ ذوق
منتظر مشرق میں بیٹھا مہر پُر تنویر ہے

قطعہ تاریخ تعمیر چاہ معمرۂ محمد شاہ شہارنپوری

سیّد با صفا محمد شاہ
کرد تعمیر طرفہ مسجد و چاہ
ذوق تاریخ سال ہر دو بہم
زد رقم ساخت کعبہ و زم زم

حصۂ سوم

ذوق کا فارسی کلام

۱

(ھو اللہ اکبر)

وصل است و ہجاں در تب و تاب است دلِ ما
چون ماہیِ لب تشنہ درآ بست دلِ ما

جان از ہمہ شیرین و بہر لحظہ ازو ہم
بے لعل لبت در شکر آب است دلِ ما

چون مسجدِ ویران شدہ در شہرِ مجوساں
در کوچۂ زلفِ تو خراب است دلِ ما

تا از نگہت مستی سرشار کشیدہ است (کذا)
چون آئنہ در عالمِ آبست دلِ ما

در سینہ در آئی اگر اے سوزِ محبت
آہستہ قدم نہ کہ بہ خوابست دلِ ما

کارش کہ بہ مژگانِ جفا کیش سپردی
آیا تو ندانی کہ حباب است دلِ ما

پا بر درش از بے ادبیہا نگذاری
اے عشق ندانی چہ جنابست دلِ ما

اشعار

ذوق سلمہ

اے پردۂ رخسارِ تو دامانِ نظر ہا
پوشیدہ نظر سوے تو از چاکِ جگر ہا

گر اے صنم بکوے تو تنگ است جاے ما
ملکِ خدا نہ تنگ نہ لنگ است پاے ما

قطرۂ مے کہ چکد از لبِ پیمانۂ ما
باشد اندر کفِ ما سبحۂ صد دانۂ ما

سیاہی آورد از داغ جبہہ سائیِ ما
زنند بر رخِ ما سجدۂ ریائیِ ما

من و کافرِ دلِ من کہ بہ دیر بردم او را
برود بہ کعبہ زاہد بخدا سپردم او را

بہ بزم ما ہمہ ہستند بے تو صمٌ بکمٌ
چراغ پنبہ بگوش است و شمع خاموش است

بہ سرکشیدہ ز افلاک کاسۂ زہراب
قدح کشِ مے غفلت بلا بلا نوش است

شہید تیغ نگاہت چہ ماتمے دارد
کہ ہم چو چشمِ سیہ سرمہ ہم سیہ پوش است

شکست محکمۂ حشر و روز شد آخر
ہنوزِ خونِ شہیدانِ عشق در جوش است

جہاں بگشتم و اے ذوق ایں ندانستم
کہ آں انیسِ دل و جانِ من در آغوش است

اشعار

بسم‌اللہ آں کہ منکرِ شعری مگر بگو
موزوں چراست آیۂ قرآن . . . . .

خانہ زادِ یک گلستانیم از ما کار چیست
آں کہ رخسارِ ترا گل کردہ از ما خار چیست

دید مجنونے تنِ مارا کہ لاغر چون خس است
گفت پیرِ ما خس است و اعتقادِ ما بس است

چرخ ز طالعم چنان رسمِ بد اختری گرفت
درسِ نحوستِ زحل زہرہ و مشتری گرفت

۲

میان ذوق سلّمہ

وجودِ ما بحقیقت مبائن از دنیاست
کہ عقل علّتِ آفاق و عشق علتِ ماست

اگر بہ معتصمِ رحمتِ تو آرد جوش (کذا)
نشست و خاست مینا نمازِ استسقاست

مرا کہ مژدۂ صبحِ شبِ فراق دہد
خروشِ صبح کہ امشب بہ بیضۂ عنقا ست

نتیجہ‌اش نہ بود جز سیاہ روزیِ من
کہ خالِ یار چو صغریٰ و زلف او کبریٰ ست

چو جزو لا یتجزیٰ ز لاغری جسمم
دلیلِ قطعیِ بطلانِ مذہبِ حکما ست

علیِ عالیِ اعلیٰ امامِ جملہ انام
کہ آن خدائے نصیر ست و بندۂ مولا ست

بہر اشارۂ او شرحِ صد اشارات ست
بہر حکایتِ او معنیِ ہزار شفاست

چہ فرق وان چہ کف . . . برادر او (کذا)
چو فرق بہر سجود و چو لب برائے دعا ست

۳

هوالعلی

برو بہ پائے نظر در جہاں اگر ہوش است
بہر قدم سرِ ایں راہ چاہِ خس پوش است

بہ بیں بہ دیدۂ عبرت کہ از بنات النعش
فلک ہمیشہ بہ راہت جنازہ بر دوش است

۴

کے کشاید گرہِ خاطرِ ما را گردوں
در دلِ خویش کہ صد عقدۂ پرویں دارد

ہم چو پیرے کہ نشیند بہ مزارِ فرزند
عشق از مردنِ ما خاطرِ غم گیں دارد

پئے وصلِ تو کسے دین و کسے ایماں باخت
چہ کند آں کہ نہ آں دارد و نے ایں دارد

مُردہ را نیز بود فکرِ سواری تا گور[۱]
. . . . . نیست اگر مرکب چوبیں دارد

پرِ پروانہ[۲] اولی الاجنحہ آرم لیکن
سرِ سودائیِ من کے سرِ بالیں دارد

آسماں گردشِ رنگ است و زمیں لاب جگر (کذا)
عشق اے ذوق عجب عالمِ رنگیں دارد

۱- بیاض قلمی میں مقطع اسی جگہ لکھا ہوا ہے -

۲- ''پر پروانہ'' کی جگہ مولانا آزاد نے اپنے قلم سے اصلاح دے کر ''تکیہ از بال'' کر دیا ہے -

فارسی غزل نمبر د کے مسودے کا عکس

اشعار

آں دم مرا کہ جامِ محبت بہ چنگ بود
نے مے بہ تاک بود و نہ مینا بہ سنگ بود

گریہ ہائے کہ بہ نیرنگِ جہاں می کردم
قطرۂ اشک کم از بیضۂ طاؤس نہ بود

سرِ آں مژہ سناں را چو بجانِ ناتواں زد
بہ نگاہ گفت چشمش زدہ را دگر تواں زد

نہ تواں دریں گلستاں سرِ حرف باز کردن
کہ کشود غنچہ لب را و نسیم بر دہاں زد

از کجا ایں گہرِ دل بکنارم آفتاد
کہ گرہ گشتہ و در رشتۂ کارم آفتاد

گشت پروانہ و جست از اثرِ بے تابی
اشک از شمع کہ بر خاکِ مزارم آفتاد

۵

مردیم و مردمی نشد از طبعِ ما ہنوز
روید ز خاکِ ما ہمہ مردم گیا ہنوز

گشتم فنا و آرزوے نالہا ہنوز
خیزد بجائے سبزہ ز خاکم صدا ہنوز

آثار از فتادگیِ ما بجا ہنوز
دیوارِ خاکِ ما کہ درآید ز پا ہنوز

بندم برائے خود رہِ پیمانہ از چہ رو
غفارِ ما نہ بستہ درِ توبہ وا ہنوز

یک حلق تلخ کام دہد تازہ چاشنی
دُر دم چکیدہ خفقانِ مرا ہنوز (کذا)

یارم گزشت من بہ خیالِ وداعِ او
از نقشِ پا رسد . . . . . . آوازِ پا ہنوز

وسعت نگر کہ ہم سرِ یک محشر آرزو
. . . آمدہ است در دلِ حاسد نہ جا ہنوز (کذا)

چون خاتمے کہ کردہ نگیں را ز خود جدا
رفتی و محو وصل تو آغوش وا ہنوز

دادم ز دست دامنِ دعوی وگرنہ او
دادہ در آستینِ نگہ چون حنا ہنوز (کذا)

بودم بخوانِ نعمتِ غم میہماں دمے
بمشکل نفس کشیدنم از . . . . . . ہنوز

پیکانِ تیرِ او کہ جدا ماندہ در دلم
فریاد می کند چو زبانِ درا ہنوز

دست از سرِ ہلاک کشیدی و غمزہ ات
صیقل گر است بر سرِ تیغِ جفا ہنوز

آسودہ . . . . .. ز فرومائیگاں مکن
نکشودہ عقدہ با سرِ انگشت پا ہنوز

برہم منہ کہ چارہ گر ایں زخمِ دجلہ ریز
جز موج (خوں) ز بحر نشد آشنا ہنوز

خونم بجوش (و) غمزۂ او بر سرِ ستیز
بندد بہ پا اجل ز تغافل حنا ہنوز

رم خوردہ آں غزال و منِ وحشیِ اسیر (کذا)
مانندِ شیرِ گرسنہ زنجیر خا ہنوز

کارم بدردِ ہجر ز درماں گذشت ذوق
یاراں زنند قرعہ بنام دوا ہنوز

غلطد مدام ذوق ز مستی بپائے خم
مشہور پاک دامن و بس پارسا ہنوز

شعر

گل کند بسینہ تا داغ آفریدہ داغ
اشکِ چشم طاؤس است قطرۂ چکیدہ داغ

۶

هو الله اکبر

نشگفد دل تا نہ لعلت آشنا گردد بحرف
غنچہ ٔ من قفلِ ابجد شد کہ وا گردد بحرف

حیرتے دارم چہ ساں شرحِ گرفتاری و ہم
طوطی تصویر واقف از کجا گردد بحرف

اے جنوں داغم بیارا با خراشِ ناخنے
تا نگینِ خاتمِ دل خوش نوا گردد بحرف (کذا)

خوں بہائے کشتہ ٔ نازِ تو اے رنگیں ادا
لعلِ جاں پرور چو بکشائی ادا گردد بحرف

ذوق مرغِ نامہ، بر دوشِ ہوا باشد کباب
شعلہ ور چوں نامہ ٔ جاں سوزِ ما گردد بحرف

شعر

گر زاہدانِ بے عمل دارند قرآں در بغل
اوراقِ ساقی نامہ ٔ دارند مستاں در بغل

۷

میاں ذوق سلمہ

آہے اگر من از دلِ شیدا برآورم
صد چشم خوں ز آہن و خارا برآورم

تنگ آمدم من از غمِ دل دشنہ ات کجاست
تا سینہ را شگافم و دل را برآورم

سازند رشتہ از پۓ تسبیح قدسیاں
تارے کہ من ز پنبۂ مینا برآورم

گر از سرِ دو زلفِ تو یک حرف سر کنند
دود از نہادِ عنبرِ سارا برآورم

صد ناخنِ شکستہ بدل دستِ وحشتم
لیکن نشد کہ خارِ کفِ پا برآورم

پرسند اگر بحشر مرا قاتلِ تو کیست
تصویر یار از بغل آں جا برآورم

ترسم کہ ذوق رخنہ نیفتد بشرعِ غم
از گور ورنہ دستِ تمنا برآورم

خونم چو گل کنند بہ چمن زار رست و خیز
از خاک سر چو لالۂ صحرا برآورم

اشعار

یادِ ایامے کہ در مے خانہ ہوے می زدم
جامِ مے بر سنگ و سنگے بر سبوے می زدم

آہے کہ بے تو در شبِ دیجور می کنم
یومِ ننفخ فی الصور می کنم

در کنجِ باغ خانهٔ بیت الحرام ماست
بوسِ حجر به ساغرِ بلّور می کنم

۸

شب به مهرت تا سحر از دیده آب آمد بروں
تا شفق گوں قطرهٔ چوں آفتاب آمد بروں
آں کہ دیشب رفتہ . . . .
ہم چو من امروز تا حدِّ خراب آمد بروں
مژده آمیدِ شهادت را کہ بر فریادِ من
قاتلم از خانہ سر گرمِ عتاب آمد بروں
عشق در جانم چہ آتش زد کہ از داغِ جگر
پنبہ چوں برداشتم بوے کباب آمد بروں
ذوق وقتِ جاں سپردن یاد کردم نام دوست
للہ الحمد از لبم حرفِ جواب آمد بروں

۹

دلم آشفتہ و جانم پریشاں
پریشانم پریشانم پریشاں
چہ مضمونِ پریشانی بہ بستم
کہ شد اوراقِ دیوانم پریشاں
بسودائے بہارِ سبزۂ خط
بہ رنگِ بوے اے جانم پریشاں(؟)
سرِ شب ہا بہ بزمِ شعلہ خویاں
چو دودے از چراغانم پریشاں
اگر سودائے زلفِ او ندارم
چرا اے ذوق می مانم پریشاں

۱۰

خوش نمی آید مرا ہم چوں حریفاں ریختن
آبروے خویش را بر روے خوباں ریختن

اے خوش آں روزے کہ باشد روزیِ من از جنوں
بر سرِ شوریدہ خاکِ کوے جاناں ریختن

سنگ باراں بر سرِ میناے مے اے محتسب
ریزۂ مینا ست زیرِ پاے مستاں ریختن

کس نمی پرسد ز ترکِ غمزۂ خوں خوارِ او
از کہ جائز گشتہ خونِ بے گناہاں ریختن

تا بہ بیند روے آزادی گرفتارش بہ عمر
باید از غم خانۂ من طرحِ زنداں ریختن

تخمِ اُمیدِ شفاعت در زمیں افشاندن است
اشکِ غم در ماتمِ شاہِ شہیداں ریختن

جنبشِ مژگاں آں گل چہرہ آوردن بیاد
خار بے تابیست در پیراہنِ جاں ریختن

مرغ را بردوش مجنوں شوق آتش خوارگی است
دانہ باید از شرارِ سنگِ طفلاں ریختن

منزلم شد در شبستانِ خمِ زلفِ کسے
شمعِ من باید ز تارِ مارِ پیچاں ریختن

داغہا بر سینہ بے عشق و محبت سوختن
بر ورق باشد سیاہی ہم چوں طفلاں ریختن

جز تو از چشمِ کرم اصلا نمی آید ز کس
آب بر ایں آسیاے چرخِ گرداں ریختن

ذوق شورِ مستیِ ما را دوبالا می کند
در مئے قندی نمک زاں لعلِ خنداں ریختن

بر سرِ خوانِ نوالش آں چہ از الواں کشند
ریزہ اش باید در انبانِ سلیماں ریختن

آں عرق کز دلدش ریزد بہنگامِ خرام
چوں گلابش می تواں بر روے رضواں ریختن

اشعار

بگوشِ دل چو رسد مژدۂ رسیدنِ تو
ز داغ دیدہ بر آرد براے دیدنِ تو

میاں ذوق سلّمہ اللہ تعالیٰ

صد درد را دوا ز لبِ نوشِ خندِ تو
اے واے بر کسے کہ نہ شد دردمندِ تو

یک دم گذشتہ گرم ز خاکِ طپیدگاں
دارد ہنوز نعل در آتش سمندِ تو

۱۱

میاں ذوق سلّمہ

مرا در غمِ خویش بیمار داری
دگر ہر چہ از من چرا زار داری (کذا)

نہ تنہا ہمیں غمزہ خوں‌خوار داری
دگر ہم ادا ہاے بسیار داری

بخوابم دگر آمدی اے مہ! ام شب
بہ امشب چرا باز بیدار داری

نہ داری اگر باک از حرص ہاے
وگر داری اے دل زنِ بار داری

بہ ناز و قسم ایں بہ فرما کہ چوں من
وگر ہم کسے ناز بردار داری

اشعار

شیخ امروز بہ بزمِ مئے ناب آمدہ ای
برکش ایں خرقہ کہ در عالمِ آب آمدہ ای

من کجا دست کجا دامنِ وصل تو کجا
مگر اے دولتِ بیدار بہ خواب آمدہ ای

ذوق سلمہ

گر بہ مسجد پئے تکبیر و نماز آمدہ ای
گاہ در بت کدہ ناقوس نواز آمدہ ای

گر عشق نہ بودے و غمِ عشق نہ بودے
چندیں سخنِ نغز کہ گفتے و شنودے

قطعہ ۱

تاریخ تسبیح زمرّد

سبزہ رنگاں کہ بباغ حسنند
تازہ چوں شاخِ گل و لالہ و ورد

از کمر تا دہن شان موہوم
چوں خطِ جوہری و جوہر فرد

چشم دارند بقتلِ عشّاق
چون حریفے کہ کند قصدِ نبرد

بجمالِ رخِ آں ہا معروف
مدتے شد کہ دلش خوش میکرد

رفت صیتِ سخنش از دہلی
تا صفاہان و عراق و ماورد

واندراں حال سخنہا می گفت
ہمہ چون نالۂ موزوں پر درد

صد و یک مطلعِ رنگیں آخر
گفت با نالۂ گرم و دمِ سرد

شد چو تسبیحِ زمرّد نامش
رونق و آبِ گُہر رفت بہ گرد

مُرد فیروزہ و خوں شد دلِ لعل
کہربا چون یرقانی شدہ زرد

پیشِ آں گنجِ گہر نیست چو خاک
گنجِ خسرو کہ بود باد آورد

ذوق چون خواست دو تاریخش را
اندریں دفتر معنی بدو فرد

اول از دانۂ خوش رنگ شمار
۱ ۲ ۳ ٦
کرد و آں عقدۂ مطلب وا کرد

باز با خامۂ رنگین بنوشت
طرفہ تسبیحِ زمرد آورد
۱ ۲ ۳ ٦

قطعہ تاریخ ۵

یہ قطعہ تاریخ علی گڑھ کے ایک فرانسیسی گھرانے کے خاندانی قبرستان میں ایک لوحِ مزار پر کندہ ہے :

انطون جوان نیک مرد خوش رو
لختِ دلِ کرنیل معالی منصب

کرنیل خطاب ایتین پدرون
برد از ہمہ ہمسرانِ خود گوے حسب

نُہ ماہ و چہار سال و سی عمرش بود
از مرض سہ روز ماندہ در رنج و تعب

یک شنبہ شش و بست ز سپتمبر مرد
دو شنبہ بلحد خفت بگذشت چو شب

پرسید چو ذوق سالِ تاریخِ وفات
ہاتف ز دریغ گفت اے وائے غضب

۱۸۳۰

قطعہ ٦

یا علی مدد

مظہرِ ایجادِ عالم از کرم فریاد رس
دست گیرِ من توئی جز تو ندارم ہیچ کس

حرمتم داری نگہ بہرِ شہیدِ کربلا
این غلامت را نسازی غیرِ خود محتاجِ کس

قطعہ ۷

بگذرد از دشمن دیں کاں خس ِ خود رو چہ دہد[۱]
ہر گلے کش نہ بود بو ، بکسے بو چہ دہد
از بخیلے سخنش گر کرمش ِ می دانیم (؟)
واں کہ گیرد حق ِ زہرا[۴] بہ من و تو چہ دہد

۱- یہ قطعہ بیاض قلمی کی پشت پر تحریر ہے لیکن اس کے متعلق قطعیت کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ قطعہ ذوق ہی کا ہے ، اگرچہ تحریر ذوق سے ملتی جلتی ہے -

حواشی

قصائد

قصیدہ ۱ : ۵۵ شعر ، ویران ۔

قصیدہ ۲ : ۴۴ شعر ، ہاجر ۔

قصیدہ ۳ : ۵۹ شعر ، بیاض ۔ ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۹ ، ۱۷ ، ۲۱ ، ۴۸ ، ۴۹ ، ویران ۔

۱۷ ۔ دے گر چمن کو ۔ ویران ۔

قصیدہ ۴ : ۱۸ شعر ، ہاجر ۔

قصیدہ ۵ : ۱۷۰ اخبار ، ویران ، نگارستان ، ۱۶۹ قصیدہ (۱۰ نہیں)

ش ۱ غرور نخوت ۔ قصیدہ ۔

۲ ہر حال میں ۔ نگارستان ۔

۲ ہر علم میں ۔ قصیدہ ۔

۹ منطق میں ۔ نگارستان ۔

۹ یہ مرے ناطقہ پر ۔ قصیدہ ۔

۹ تحتِ حکمت ہو ۔ ویران ۔

۱۰ تصریح و بیان معنی ۔ نگارستان ۔

۱۲ کبھی تھا عقل میں ۔ قصیدہ ۔

۱۶ مجھے اک دقت ۔ قصیدہ ۔

۱۹ کبھی کرتا تھا میں ۔ نگارستان ۔

۲۵ معلوم مجھے کیفیت ۔ نگارستان ۔

۲۷ باعث آزادیت ۔ قصیدہ ۔

۳۰ کبھی مشغول بضرب و قسمت ۔ قصیدہ ۔

۳۶ کبھی میں علمِ سرودی میں تھا ۔ قصیدہ ۔

۳۹ . . . . عالی درجات ۔ قصیدہ ۔

۴۷ تھا ایسا ذی ہوش ۔ نگارستان ۔

۵۳ سب اہل فطرت ۔ نگارستان ۔

۵۷ جشنِ اقبال سے - نگارستان -
۶۱ گر تجھ کو نہیں - نگارستان -
۶۵ تو بووے جو نخلِ نارنج - نگارستان -
۸۷ اپنے وہ دکھا کر عالم - نگارستان -
۱۱۰ لگی ہنسنے کہیں رام کلی - نگارستان ، قصیدہ -
۱۱۱ مسی کی ہوئی پھیکی رنگت - نگارستان -
۱۲۷ مطلع صبح کو بھی - نگارستان -
۱۴۲ اور خدا کے مقبول - نگارستان -
۱۴۴ قصد دعوت - نگارستان -
۱۶۸ آب باراں کرم ہے وہ ترا - قصیدہ -
۱۶۸ ذوق کرتا ہے سخن تری دعا پر - نگارستان -

قصیدہ ۶ : ۱۱ شعر ، ویران -

قصیدہ ۷ : ۵۰ شعر ، مسودۂ ذوق -

ش ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۳ ، ۱۶ ، ۱۷ ، ۱۸ ، ۲۴ ، ۳۱ ، ۳۴ ، ۳۵ ، ۳۶ ، ۳۷ - بیاض -
۲ ، ۳ ، ۲۱ ، ۲۲ ، ۲۳ ، ۲۴ ، ۲۵ ، ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۹ ، ۳۵ ، ۵۲ ، ۵۶ - ویران -
۲ ، ۳۸ - نگارستان (شعر ۳۸ کا ذوق سے تعلق مشتبہ ہے) -

ش ۱۴ - میں خشک طالعی سے ہوں بے برگ و بے ثمر - ابتدائی صورت -

قصیدہ ۸ : ۷۲ شعر ، ویران ، نگارستان ، ہاجر -

ش ۱۱ دل خراش اور ہیں - نگارستان ، ہاجر -
۱۳ صدق پر کذب پر ہر نکتہ کے ہے - نگارستان ، ہاجر -
۱۳ کور کیا جانے یہ جھوٹا ہے کہ سچا - نگارستان ، ہاجر -
۲۲ جشن سے اس کے ہے اک فیض کا - ویران -
۲۸ گلِ شگفتہ میں - نگارستان -
۳۱ لطافت سے ہے ٹپکا گویا - نگارستان -
۳۳ کوہ گر نذر کرے لعل - ہاجر -
۵۳ نقرہ خنک ایسا پری ترا برنگ شفاف - ہاجر -

۵۳ رو بروجس کی صفائی کے ہے میلا ۔ نگارستان ، ہاجر ۔
۵۸ تیر تیرا ہے وہ طائر کہ عوض دانے کے ۔ ہاجر ۔
۵۹ مثل مرّیخ ہر اک سرخ ستارا ۔ ویران ۔
۶۱ گوہری جس کو کہ بتلاتے ہیں ۔ ہاجر ۔
۶۳ جو ترے ہو ہم سر ۔ ہاجر ۔
۶۵ گر ہو روشن گر ۔ ہاجر ۔
۶۷ ذوق کرتا ہے 'دعائیہ پہ یوں ختم سخن ۔ نگارستان ، ہاجر ۔
۶۸ تا رہے پنجۂ خورشید ۔ ویران ۔

قصیدہ ۹ : ۱۰۰ شعر ، اخبار ، ویران ، نگارستان ۔

ش ۴ چمن میں موج تکلم ۔ اخبار ۔
۱۸ گلِ شہوار ۔ نگارستان ۔
۳۸ جو میل کمل بصارت ہے ۔ نگارستان ۔
۳۸ تو خط دائرہ عین بھی ہے ۔ نگارستان ۔
۴۰ ہے کشوں کو شکّر و شیر ۔ ویران ۔
۴۹ پر ہو کر آستوں کا پیر ۔ نگارستان ۔
۶۴ حیا ہے گر متعلق ۔ ویران ۔
۶۴ تو ہے صفائی کی جانب تری صفا کی ضمیر ۔ نگارستان ۔
۷۲ جہاں ہے چشم سیہ مست ناز کا ۔ نگارستان ۔
۷۸ خط طغریٰ نگار میں وہ زور ۔ نگارستان ۔
۸۷ جو یہ نہ ہو تحریر ۔ نگارستان ۔
۸۸ ابو ظفر شہ والا نظر ۔ نگارستان ۔

قصیدہ ۱۰ : ۴۷ شعر ، اخبار ، ویران ، ہاجر ۔

ش ۳ رنگ رخسار جو کلفت سے ہو ۔ ویران ۔
۷ بھر کے اک جام مئے ناب جسے دے ساقی ۔ ہاجر ۔
۷ آج جو پاس ہے میرے ۔ ویران ۔
۷ کبھی جو پاس ہے میرے ۔ ہاجر ۔
۸ شب کبھی مست ۔ ویران ۔
۹ سلسبیل چمن خلد ہو گر آبِ سبیل ۔ ہاجر ۔
کبھی مے نوش ۔ ہاجر ۔

۱۰ اور باقی ہے فقط وہم و خیال و وسواس ۔ ہاجر ۔
۱۳ کوئی خورشید لقا ہے ۔ ویران ۔
۱۷ توبہ کر مے کی نہ ترغیب میں کر تو بکواس ۔ ہاجر ۔
۲۱ مے اگر آب بقا بھی ہو تو ہو وہ زہراب ۔ ویران ۔
۲۶ کہ سخن فہم و سخن ور کا ہے ۔ ویران ۔
۲۹ ہو حمایت تری حق میں اس کے ۔ ویران ۔
۴۱ ترا ہاتھی وہ فلک کاں ہیں جس کے مہ و خور
کہکشاں اس کی ہے خرطوم ذنب دم سر راس ۔ ہاجر

قصیدہ ۱۱ : ۵۱ شعر ، ویران ۔
قصیدہ ۱۲ : ۳۲ شعر ، ویران ۔
قصیدہ ۱۳ : ۱۰ شعر ، معدن ۔
قصیدہ ۱۴ : ۲۰ شعر ، ویران ۔
قصیدہ ۱۵ : ۵۸ شعر ، ویران ، ہاجر ۔

ش ۹ شوق آہنگ سے قمری ہے مثال قوال ۔ ہاجر ۔
۱۱ رکھتی ہے طاقت پروازِ ہاجر ۔
۱۸ . . . . کہ اگر اس کی تیغ ۔ ہاجر ۔
چمکے یک ذرہ تو پھر ۔ ہاجر ۔
۲۱ چشمۂ علم و حیا ۔ ہاجر ۔
۲۶ مہر اقبال ترا ۔ ہاجر ۔
۳۰ گرمئی قہر تری وہ تب محرق جس سے ۔ ہاجر ۔
کیا عجب گر لب دریا پہ ہو پیدا تب خال ۔ ہاجر ۔
۴۲ خوش نما اس کے ہے مستک پہ ہمیشہ یوں ڈھال ۔ ہاجر ۔
۴۷ اس پہ جوہر نہیں صیّاد اجل نے لا کر ۔ ہاجر ۔
طائرِ روحِ عدو کے لیے پھیلائے ہیں جال ۔ ہاجر ۔

قصیدہ ۱۶ : ۷۰ شعر ویران ۔ ۶۹ اخبار (شعر ۴ شامل نہیں) ۔
۶۲ ۔ نگارستان ۔
(۹ ، ۳۵ ، ۳۶ ، ۶۲ ، ۶۴ ، ۶۵ ، ۶۶ ، ۶۷ ۔ نگارستان
نہیں) ۔

ش ۱۸ گوہر مخزن معنی سے ۔ ویران ۔
۲۶ . . . . ترے مکتب میں نہیں ۔ نگارستان ۔

۴۴ جس کے نزدیک ہے - ویران -
۴۹ بعد شاہان سلف کے تجھے یوں ہے تفضیل - ویران -
۴۷ تشنۂ ذوق شہادت - نگارستان -
۵۷ نہ ہو پروا اسے ہے راہ میں - ویران -
۵۸ ... فلک رتبہ - ویران -
۶۲ تیرا نہ رہا - ویران -
۶۶ رہزن نطفہ بدخواہ - ویران -

قصیدہ ۱۷ : ۳۷ شعر مسودہ ذوق - ۶ ، ۲۵ - کشکول -
ایک مصرع

ش ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۴ - بیاض -
۱ مانعِ نظّارہ گل - دوسری صورت - بیاض -
۲ سوکھ کر اعضا بنے ہیں میرے - بیاض -
'تن بے زور' لفظ بھی اس موقع پر لکھا ہوا ملتا ہے -
۸ مارو پھولونکی جگہ - بیاض -
۱۱ بھیگی ہوئی - دوسری صورت -
۱۴ تو جلا دیویں ابھی - بیاض -
دوں جو میں تعلیم نالہ - دوسری صورت -
۱۹ ''نازک و باریک'' بھی اس موقع پر لکھا ہوا ملتا ہے -
دیکھیں اے صیاد جو - دوسری صورت -
۲۱ جو ہے مرغ خوش دماغ - دوسری صورت -
(مسودے میں یہ اشعار بغیر کسی خاص ترتیب کے درج ہیں) -

قصیدہ ۱۸ : ۲۸ شعر ، ویران -

قصیدہ ۱۹ : ۶۱ شعر ، اخبار - ویران ۶۰ (۱۴ ویران میں نہیں) -
۳ تماشہ زمانے میں - اخبار -
۲۹ یہ ہوتا ہے وہ بلند - ویران -

قصیدہ ۲۰ : ۴۴ شعر ، اخبار ، بیاض -
۱ ، ۲ ، ۴ ، ۹ ، ۱۴ ، ۱۹ ، ۲۰ ، ۲۹ ، ۴۰ - ویران -
۱۴ کبھی مشک فشانی - بیاض -
۲۰ کیا ساغر رنگین کو کیا - بیاض -
ساقی نے تو - ویران -

قصیدہ ۲۱ : ۳۵ شعر ، مسودۂ ذوق[1]۔

المسدس دعائیہ : ۹ بند ، خیر خواہ ہند ۔ ویران ، ہاجر ۔

پہلا بند : (چھٹا مصرع) : الٰہی شاہ اکبر بادشاہ ہفت کشور ہو ۔ ہاجر ۔

دوسرا بند : (پہلا مصرع) : زہے کسریٰ کی شہرت تاکہ عدل و پاس بانی سے ۔ ہاجر ۔

(دوسرا) رہے ذکرِ فریدوں ۔ ہاجر ۔

(تیسرا) رہے نام سلیماں تا نگین حکمرانی سے ۔ ہاجر ۔

(چوتھا) شہا تو نام ور ہو سکۂ صاحب ِقرانی سے ۔ ہاجر ۔

(پانچواں) ترا اے خسرو صاحب قراں ۔ ہاجر ۔

(چھٹا) جہاں میں تو ہو ذوالقرنین ثانیِ سکندر ہو ۔ ہاجر ۔

تیسرا بند : (پہلا مصرع) : ہمیشہ کوہ سے نکلا کرے تا آگ اور پانی ۔ ہاجر ۔

(دوسرا) کبھی ہو ژالہ باری ابر سے گاہے درفشانی ۔ ہاجر ۔

(تیسرا) کہیں معدن میں گوہر ہو کہیں ہو لعلِ رمّانی ۔ ہاجر ۔

(چوتھا) دکھائیں جوہر اپنے اپنے جب تک جوہر کانی ۔ ہاجر ۔

(چھٹا) . . . . تو سب پر مظفّر ہو ۔ ہاجر ۔

چوتھا بند : (پہلا مصرع) : رکھیں تا بزم میں مجمر جلے تا عود مجمر میں ۔ ہاجر ۔

۱۔ اس قصیدے کی پیشانی پر یہ عبارت درج ہے : ”قصیدہ در مدح زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت سید عاشق نہال چشتی ادام اللہ برکاتہم“ ۔ اور خاتمے پر لکھا ہے : ”نوشتہ بدست خویش مصنف عقیدت کیش صداقت اندیش اعنی سر تا پا شوق شیخ ابراہیم ذوق برائے نذر جناب فیض مآب گلشن فضل و کمال حضرت سید عاشق نہال چشتی بتاریخ چاردہم جمادی الاول روز پنجشنبہ ۲۰ اکبر شاہی مطابق ۱۲۴۷ ہجری قدسی در قلعہ شاہ جہان آباد ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف ۔“

(دوسرا) تری ہوتا گل تر میں - خیرخواہ ہند ، ویران -
(تیسرا) رہے تا مشک از فر نافہ میں - ہاجر -
(چوتھا) اور تا ہو آب گوہر میں - ہاجر -
(چھٹا) شمیم خلق سے - ویران ، ہاجر -

پانچواں بند: (پہلا مصرع) رہے الیاس کا جب تک محیط قہر میں دامن - ہاجر -
چھٹا بند : (دوسرا مصرع) . . . . اپنے زلف و گیسو کو - ہاجر -
(تیسرا) ثریا کہکشاں کے نورتن - ہاجر -

ساتواں بند : (تیسرا مصرع) رہے انگور جب تک تاک میں انگور میں صہبا - ہاجر -
(پانچواں) شراب مطلب دل سے لبا لب تیرا ساغر ہو - ہاجر -
شراب عیش سے خالی کبھی - ویران -

نواں بند : (دوسرا مصرع) قلم تا خط سے مشک افشاں ہو - ہاجر -
(پانچواں) ترا مداح مثل ذوق ہو وہ جو سخن ور ہو - ہاجر -
مخمس مدحیہ ، ۷ بند - ہاجر -
مخمس ہلال عید ، ۷ بند - ہاجر -
مخمس در مدح ، ۴ بند - ویران -
قطعہ در مدح مرزا شاہ رخ بہادر ، ۱۴ شعر - ویران -
قطعہ در تہنیت خلعت ولی عہدی - اخبار ، بیاض ، ویران -
رباعیات مدح ، ۳ - ویران -
اشعار متفرقات قصائد و قطعات و مخمسات وغیرہ - ویران -

حصۂ سوم ــــ ذوق کا فارسی کلام

غ ۱ بیاض ، اشعار ، بیاض - غ ۲ بیاض - غ ۳ بیاض ، اشعار ، بیاض - غ ۴ بیاض ، اشعار - غ ۵ مسودہ - غ ۶ مسودہ - شعر ، بیاض - غ ۷ بیاض اشعار ، مسودہ - غ ۸ مسودہ - غ ۹ بیاض - غ ۱۰ مسودہ - اشعار ، بیاض - غ ۱۱ بیاض - اشعار ، بیاض - قطعہ ۱ دیوان معروف قلمی - قطعہ ۲ منتخبہ - قطعہ ۳ بیاض - قطعہ ۴ بیاض - قطعہ ۵ (از قبرستان علی گڈھ) - قطعہ ۶ بیاض - قطعہ ۷ بیاض -

ضمیمہ الف

صحت نامۂ دیوان ذوق بہ تصحیح و مقابلہ احقرالعباد شیخ محمد حفیظ اللہ ولد شیخ محمد بخش تخلص حفیظ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱۵	تہ خاک	تہ سنگ
۶	۲	بلا ہے کافر	بلا سے کافر
"	۶	نا تمام	تمام
"	۱۴	ٹھیرا	ٹیڑھا
۷	۴	جس کی خودی نے	جس کو خودی نے
"	۱۴	ہر آنسو شرارا	آنسو ہر شرارا
"	۱۵	ہوا آب حیات	ماء الحیات
۹	۶	ہم ہوں اور سایہ	ہم ہیں اور سایہ
۱۳	۱۳	تو ساتھ ہی لے چل	تو ساتھ نہ لے چل
۱۴	۲	سر ہے بل	سر ہی کے بل
"	۱۲	روش مرد ہو گیا	روش نرد ہو گیا
"	۱۳	مجنوں دشت گرد	مجنوں بھی دشت گرد
۱۵	۱	رخ درد بن گیا	گل ورد بن گیا
"	۴	جیسے تو وہ	جیسے سو وہ
"	۶	ہوئی میری	ہوئی میرے شعلہ ور
"	۶	فتیلا بجھا ہوا	فلیتا بجھا ہوا
۱۶	۵	ہیں ہم سب سے	ہیں سب ہم سے
"	۱۲	گور سے آگے	کور سے آگے
۱۷	۱۵	غمزہ و ناز کو	غمزۂ یار کو
۱۸	۵	نام میرا لے کے	نام میرا سن کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹	۳	ہو زیادہ آب خنجر کی	کم نہ ہووے آب خنجر کی
,,	۱۳	تا تجھے مانیں	تا تجھے جانیں
,,	۱۰	اور اُس کافر کا دل	اور اُس دل بر کا دل
۲۰	۳	چمن کہتے	چمن میں کہتے
۲۴	۳	سر ہی بل جائے	سر ہی کے بل جائے
,,	۷	میری شورش	میری سوزش
۲۵	۱	الم سے خورشید	الم سے اے عشق
,,	۲	جو حباب	جوں حباب
,,	۸	میں وہ سنگ	میں تو سنگ
,,	۱۵	تیرا نہ ہو حیرت	تیرا نہیں حیرت
۲۶	۱۱	آشفتگی زلف کے	آشفتگی زلف نے
,,	۱۴	غیر کو تو نے کہ	غیر کو ہرگز
۲۷	۷	سرو قامت نے	سرو قامت سے
,,	۱۱	عشرہ ہے محرم کا	عشرہ ہو محرم کا
۲۹	۲	کچھ سود و صفا	کچھ سود صفا
۳۰	۶	خنجر پہ گلا آپ	خنجر پہ گلو آپ
۳۲	۱۰	جب تک اسے غصہ نہیں آتا نہیں آتا	جب تک نہیں آتا اسے غصہ نہیں آتا
۳۴	۱۵	مرگ سے آنا۔	مرگ سے ہونا۔
۳۸	۱۵	وہی ایک	وہ دے ایک
۳۹	۱	تھے خوش نصیب	ہے خوش نصیب
۳۹	۱۰	بھڑک اٹھے	بھڑک جائے
۴۱	۳	جس نے ذرا رسم	جس نے رہ و رسم
,,	۵	ایمان کو دے کر بھی اگر کفر	ایماں کو گرو رکھ کے اگر کفر
,,	۱۲	کہ نہ ہوتا ہزار پشت	کہ نہ تانہ ہزار پشت
,,	۱۳	ہو جائے جب زیادہ	ہو جائے ہے زیادہ
۴۲	۱۲	اس مکر چاندنی میں	اس مکر چاندنی پہ
,,	۱۴	اب تیری کیا صلاح	(اب) تیری ہے کیا صلاح (یہاں اب غلط ہے)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳	۱۵	اس صبح کی کوئی	اس صبح کی ہے کوئی
۴۷	۱۲	کسی بے نام	کسی نے بے نام
۴۸	۶	بڑا مزا ہے	عجب مزا ہے
۵۶	۱۵	کسی کے باب کہاں	کسی کی تاب کہاں
۵۶	۱۵	کو ٹکرا کے	کو ٹھکرا کے
۶۱	۱	دھوتا ہے	دھوتا ہوں
۶۲	۳	کیوں نہ ہو	کیوں نہ ہوں
۶۳	۸	قایل ہیں وہی	قابل ہیں (ہیں) وہی (دوبارہ ''ہیں'' لکھنا کاتب بھول گیا)
۷۱	۹	اپنے ہی عیب	اپنے بھی عیب
۷۴	۱	کیا صوفی ہو کیا میکش	صوفی ہو کہ ہو میکش
۹۴	۴	آلٹا پھرے	آلٹا پھرا
،،	۱۴	ایک بر شفقء	ایک ابر شفق
۹۵	۱۴	پر ایسی ہم	پر اپنی ہم
۹۹	۲	میرا غنچۂ تصویر	میرا کاغذ تصویر
۱۰۱	۹	کیوں بنے ہے	کیا بنے ہے
۱۰۳	۱۱	ہؤا ہے یار	ہؤا اے یار
۱۰۴	۱۵	دامن کہسار	دامن گلزار
۱۰۶	۹	فیض رسا میں	فیض رسا ہیں
۱۰۷	۹	چھبتی ہے	چبھتی ہے
۱۰۹	۵	ذنبِ قتلتنی[1] ہے	ذنبِ قتلتنی ہے
۱۱۴	۳	ہے لے لیں کے	ہے لے لے کے
۱۲۰	۲	کس واسطے ان سینہ	کس واسطے یہ سینہ
۱۲۲	۵	روز اس گلشن	روز اُس گلشن
۱۲۴	۱۰	کے چومنے ہی پر ہے	چومنے ہی رہے
۱۲۵	۳	لھی کان	الٰھی کان

۱- یہاں اصل اور تصحیح میں کوئی فرق نہیں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۵	۱۰	مزاحدان	مزاج دان
۱۲۶	۱۰	دَل	دِل
۱۲۸	۱۴	کبھیں کا کبھیں ہے	کبھیں سے کبھیں
۱۲۸	۱۵	نہ کی آہ سو زخم دل پر آٹھائے	نہ اک آہ کی زخم سو سو آٹھائے
۱۳۲	۳	اس رنگ سے	اس ننگ سے
۱۳۲	٦	گرم جو مجھ پر ذری ہوئے	گرم جو وہ اک ذری ہوئے ۔
۱۳۳	۲	فلک آہ	کلک آہ
۱۳۳	۸	دکھلائے ہم نے لےکے جو اپنے در سرشک ۔	دکھلائے لے کے چشم سے ہم نے جو در اشک ۔
۱۳٦	٦	عشق میں کیوں	عشق کی کیوں
۱۴۲	۱۴	تو اب تک دیکھ لے	سو اب تک دیکھ لے
۱۴۳	۱۴	نالہ کی جو ایک دن	نالہ کی تھی ایک دن
۱۴۳	۱۵	نہ شب آنکھوں خواب میں خیال خال شبگوں سے ۔	نہ آیا خواب آنکھوں میں خیال خال شبگوں سے ۔
۱۴۵	۴	اوڑاتے تھے	اور آتے تھے
۱۴۸	۳	سورا ہو (ا)	سودا ہو (ا) (الف غلط ہے) ۔
۱۵۰	۴	مرے بن خانے کی	مرے بت خانے کی
۱۵۱	۱۲	پونچھتے ہم	پہنچتے ہم
۱۵۳	۸	درد سر کا میرے	درد سر سے میرے
۱۵۴	۲	دم ہوتا ہے	دم ہوا ہوتا ہے
۱۵۴	۱۱	لے آڑے اوسر	لے آڑیں آسپر

بقیہ صحت نامہ

شروع صحت قصائد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸	۷	کتب ہر مذہب ، مصرع اول	کتب ہر ملت ، مصرع آخر
۸	۷	اگہی ہر ملت ، مصرع ثانی	آگہی ہر مذہب ، مصرع اولی
۱۰	۱۴	کہ لگاوے	گر لگا دے
۱۱	۷	کم کیفیت	گم کیفیت
۱۲	۶	کبھے یہ زند کہ	کبھے یہ رند
۱۲	۱۴	میں ہی مرغاں	میں ہیں مرغاں
۱۳	۲	کہ عداوت اگر	کہ عداوت ہے اگر
۱۶	۱۰	بعمر و صحنت	بعمر و صحت
۱۷	۱۵	جمن بنالہ صفیر	چمن بلند صفیر
۱۸	۱	لہلہاتی ہیں	لہلہانے میں
۱۸	۶	برستا اوٹھتا ہے	برستا آٹھے ہے
۱۹	۴	نسیم نکہت گل اطہر و لطیف	نسیم و نکہت گل مظہرلطیف
۱۹	۱۰	کہ سر مصطفا ہیں	کہ سر مست ہیں
۱۹	۱۵	خوش صریر	خوش تقریر
۲۰	۱۴	گر امتوں سے	کرامتوں سے
۲۴	۱۳	دانش نے شناخت	دانش کی شناحت
۳۶	۹	مشرق ہے وہاں	مشرق ہے کہ واں
۴۰	۱۳	اللہ رے سرسبزی	چہارم شعر از قصیدہ است
۴۰	۱۴	کیا دخل جو ہو	کیا دخل کہ ہو
۴۱	۱۴	حبالونکی	حبابونکی
۴۳	۱۰	بے غیرت توصیف	بے حیرت توصیف

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۴	۴	تو کچھ نہیں	تو کچھ کم نہیں
۴۴	۱۳	محبت کے فتیل	محبت کے قتیل
۴۷	۱۳	دن توکوتاہ ہوئے میں اور	دن تو کوتاہ ہوے
۴۷	۱۴	نہیں یہ جوش	عدل نے تیرے
۴۷	۱۴	کوئی نہ رہا تیرا	کوئی نہ ہؤا تیرا
۴۷	۱۵	واسطہ دیدۂ بد ہیں	نہیں یہ جوش کل و
۴۷	۱۸	اول سے قضا	اول ہی قضا
۵۰	۴	گلدستہ میں اوس کے	گلدستہ ہیں اوس کے
۵۰	٦	موج دم	موج رم

مخفی مباد در ہر جا کہ گذر و گذار برائے ہوز نوشتہ بذال معجمہ محقق گردید فقط ۔

هوالعلی الاعلیٰ

اہل سخن جہان میں آئے چلے گئے
کون اس سرائے فانی میں گھر اپنا کر گیا
سودا کہاں ہے ، میر کہاں جائے حیف ہے
باقی تھا ایک ذوق سو وہ بھی گذر گیا

ضمیمہ الف

مسودہ دیوان ذوق مرتبہ آزاد

مسودۂ دیوانِ ذوق مرتّبہ آزاد سے متعلق بعض باتوں کی طرف مقدمے میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔ یہاں اس سلسلے میں اتنا اور عرض کرنا ہے کہ ذوق کے ایسے بہت سے اشعار، مصرعے یا اُن کے بعض ٹکڑے جن پر مسودے میں کاغذ چسپاں کیا گیا ہے اور اس کے بعد اصلاح کی گئی ہے، اُن کے اصل متن کا پتا چلانا اب ممکن نہیں۔ ہاں کاغذ چپکے ہوئے حصے کی نشان دہی کی جا سکتی ہے جو مندرجہ ذیل سطور میں قوسین ( ) میں کی گئی ہے۔ جس حصہٗ عبارت کو اس طرح کاٹ دیا گیا ہے کہ اب اس کی قرأت ممکن نہیں، وہاں نقطے دے دیے گئے ہیں۔ مقابل کے دو مصرعوں میں اگر کچھ متن مشترک ہے تو اس کے ضروری حصے کو شامل کرتے ہوئے باقی حصے کی جگہ پر نقطے دے دیے گئے ہیں۔ اس مسودے میں مختلف غزلیات کی شانِ نزول وغیرہ کے سلسلے میں جو تعارفی عبارتیں ملتی ہیں، وہ بالعموم الگ سے کاغذ چسپاں کر کے لکھی گئی ہیں۔ اس میں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو شروع میں کچھ تھیں اور بعد میں ان کی صورت بدل گئی اور اس سے روایت کچھ مختلف ہو گئی۔ ایسی عبارتوں کو ان غزلوں کے شانِ نزول کے سلسلے میں پیش کر دیا گیا ہے، کیوں کہ وہ مطبوعہ دیوان میں نہیں ملتی ہیں۔

غزل : ہوا حمد خدا میں دل جو مصروف رقم میرا

رہے نام محمد ہی بس حرف اول و آخر

رہے نام محمد لب پر یا رب

اُلٹ جائے الٰہی جب کہ وقت نزع دم میرا

اُلٹ جائے بوقت نزع جب سینے میں

ہوئی جو حبِّ اہلِ بیت باعث نور ایماں کا

محبت اہلِ بیت مصطفٰی کی نور برحق ہے

کہ روشن ہو گیا دل مثل قندیل حرم میرا

منور ہو گیا دل مثل . . .

وہ ہوں میں آہوے وحشی رمیدہ دام ہستی سے

رمیدہ سایۂ ہستی سے ہوں وہ آہوے وحشت [1]

غزل : شوق نظارہ ہے جب سے اس رخ پُر نور کا

تفتہ دل وہ ہوں (کہ آ کر داغ سوزاں پر مرے)

(اڑ گیا مرہم کے پھاہے سے اثر کافور کا)

دفن ہے جس جا پہ کشتہ سرد مہری کا تری

دفن ہیں کشتے تمھارے سرد مہری کے جہاں

غزل : لکھیے اسے خط میں کہ ستم اٹھ نہیں سکتا

جوں دانۂ رویدہ تہ خاک [2] ہمارا

کیوں اتنا گراں بار ہے جو زاد/رخت سفر بھی

غزل : نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا

دیا جس وقت اڑا کرمک شب تاب بنا

جب اڑایا تو وہیں . . .

خال عارض ترا ہندو ہے بلا سے کافر

خال عارض جو ہے ہندوے خدا ترس تو کیا

تیرہ بختوں کے پۓ ذبح تو قصاب بنا

ہم سیہ بختوں کے حق میں تو ہے . . .

غزل : اسے ہم نے بہت ڈھونڈا نہ پایا

(کیا تھا یا نہ تھا سب ہم پہ گزرا) ۔ الخ

(کرے کیا سیر ملک دل فنا کی) ۔ الخ

۱- یہ غزل ۴۲ اشعار پر مشتمل ہے جس میں وہ ۷ شعر بھی شامل ہیں جو ویران میں ملتے ہیں ۔

۲- صحت نامۂ ویران میں ' تہ خاک ' کو ' تہ سنگ ' بنایا گیا ہے لیکن مرتّبۂ آزاد میں ابتدائی صورت باقی رہی ۔

(سراغ عمر رفتہ ہاتھ کیا آئے) ۔ الخ
(فلک کے گنبد بے در سے ہم تو)
(یہی ہر دم ہے زخم دل کو رونا)
(ترے مجنوں کی تربت پر جنوں نے)

غزل : نام یوں پستی میں بالا تر ہمارا ہو گیا
(ذکر دنیا نفس مردہ کو ہؤا آبِ حیات)
(شیخ نے افطاریوں کے تر نوالے کھا لیے)
(ہے مگر) روزوں کی گرمی سے
(چشم مست یار میں آخر ہوئی سرخی عیاں)
(لو ہمارا خوں (پنہاں) آشکارا

غزل : میں ہجر میں مرنے کے قریں ہو ہی چکا تھا
جو خط میں لکھا اس نے (وہ اس لکھنے سے پہلے)

غزل : جو نہ رنگ رنج و ماتم کا یہاں نمود ہوتا
(جو ہے سرگزشتہ اس کو نہیں سر کو دینا مشکل) ۔ الخ
(جو رقیب زر بہ کف ہیں کبھی ہوتے سر بہ کف بھی) الخ

غزل : نیمچہ یار نے جس وقت بغل میں مارا
کون فریاد سنے زلف میں دل کی تو نے
کون سنتا ہے تری زلف میں دل کی فریاد

غزل : مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا
کس دم نہیں ہوتا قلق ہجر ہے مجھ کو
کس دم نہیں گھٹتا مرا دم سینے میں غم سے
جب تک اسے غصہ نہیں آتا نہیں آتا
جب تک نہیں آتا اسے غصہ نہیں آتا[1]

غزل : ساتھ آہ کے شب دل سے وہ پیکاں نکل آیا
ساتھ آہ کے دل بھی مع پیکاں نکل آیا
ساتھ آہ کے شب دل سے وہ پیکاں نکل آیا

۱۔ اصلاح صحت نامۂ ویران سے مطابقت رکھتی ہے ۔

تنگ آ کے جو قالب میں سےدم نکلے تو جانیں
تنگ آ کے جو دم تن سے نکل جائے . . .
رات آہ میں اس طرح سے اک شعلہ سا چمکا
رات آہ میں یوں سینے سے اک شعلہ سا . . .
تھا کوچہٴ قاتل میں شہادت کا دفینہ
ہے کوچہٴ قاتل میں . . .
کھودا جو کنواں گنج شہیداں نکل آیا
جب کھودا کنواں . . .

غزل : ہر اک سے ہے قول آشنائی کا جھوٹا
مجھے نعمتِ خلد سے بھی ہے بہتر
مجھے نعمتِ خلد ہووے جو پاؤں
(اُڑا کر کیا رنگ اُلفت کو رخ نے)
(مزے موت کے لے اگر خضر پاوے)
مگر وہ نہیں آشنائی کا جھوٹا
ولے وہ نہیں . . .
جو بخت رسا پہنچے دامن تک اس کے
ہؤا بخت دامن سے جب اُس کے سچا
تو ہو ہاتھ اپنی رسائی کا جھوٹا
ہوا ہاتھ اپنا رسائی کا . . .
ابھی ذوق آئے ہو تم مے کدہ سے
گئے طاق ابرو میں تھے حضرت دل (کذا)
نہ دعویٰ کرو پارسائی کا جھوٹا
سو دعویٰ ہؤا پارسائی کا . . .

غزل : سرو عاشق ہو گیا اُس غیرت شمشاد کا
کیسی آزادی یہاں یہ حال ہے آزاد کا
دیکھ لو آزاد کو . . .
(سب ترے کشتے کا دیکھے گا) ۔ الخ
(لے اُڑے گا شوق پابوسی اسے) ۔ الخ
(یوں تو ہے اُستاد شیطاں) ۔ الخ
(تو تو شاگردی میں بھی) ۔ الخ

غزل : یاں تک عدو زمانہ ہے مرد دلیر کا
(جس گھر میں ہو لڑائی) - الخ
(ہیں اس صنم کے ملنے کے رستے تو سیکڑوں)
(پر کوئی راست ہے کوئی رستہ ہے پھیر کا)
(دم آ چکا لبوں پہ ہے آنکھوں میں انتظار)
(کوٹھے پہ اُن کے خوب بجے آج رات کو)
(تھا ہاتھ آ گیا جو سہارا منڈیر کا)
(برقعہ کبھی نہ پائے گا) - الخ

غزل : دہانِ زخم سے خوں ہو کے حرفِ آرزو نکلا
کہ آخر کو جو دیکھا تو فقط خالی سبو نکلا
کہ تھا لبریزِ غم اُس غم کدہ سے جو سبو نکلا

مئے عشرت طلب کرتے تھے ناحق آسماں سے ہم
مے عشرت کا تھا خمخانۂ افلاک پر دھوکا

غزل : جب نیم جاں ہوں کوچۂ قاتل میں لوٹتا
(جب نیم جاں ہوں کچۂ قاتل میں لوٹتا)
(غیروں سے دیکھ دیکھ تری بے حجابیاں)
(دل کا سا ہوتا گر دُرِ غلطاں کو اضطراب)
(کعبے کا رخ ہے اور ترے درد فراق سے)

غزل : جنت ہے زندگی میں زمانہ شباب کا
جنت ہے زندگی . . . .
عالم ہے زندگی میں زمانہ شباب کا

ہو جس میں فیض کب ہو وہ مورد عتاب کا
جلوہ ہو کیوں کہ خاک پہ تاب عتاب کا

جنبش میں بال طوطی بسمل سے کم نہیں
وہ گل نہیں جو طوطی بسمل . . .
اس گل بغیر . . .

صد پارہ دل ہے گنجینہ عشق ہر ورق
صد پارہ دل ہے گنجینۂ عشق ہو گیا

رکھتا ہے سر پہ نقش یہ حکم آفتاب کا (کذا)

اور ہر ورق پہ نقش ہے حکم آفتاب کا

دریا میں تیرے عکس رخ تاب ناک سے

اے آفتاب تیرے رخ تاب ناک سے

غزل : نالہ جب دل سے چلا سینے میں پھوڑا اٹکا

تھی رکاوٹ دم کشتند بھی جو دل میں اے ذوق

لے گئے مر کے بھی اے ذوق رکاوٹ دل میں

غزل : ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا[1]

گر تماشا تجھے منظور ہو فواروں کا

گر تماشا انھیں . . .

اے کماں دار اگر تیر نہیں تشنۂ خوں

اے ستم گر جو ترے تیر نہیں . . .

منہ کھلا رہتا ہے اس واسطے سوفاروں کا (کذا)

تو کھلا رہتا ہے منہ کس لیے . . .

کیوں نہ ہر تار میں سو دل ہوں گرفتار کہ زلف

کیوں نہ ہر تار میں دل ہوویں گرفتار . . .

غزل : نالہ اس شور سے کیوں میرا دہائی دیتا ہے

پنجۂ مہر کو بھی خون شفق میں ہر روز

. . . . خون شفق میں ہر صبح

کون گھر آئینہ کے جاتا اگر وہ گھر میں

کون گھر آئینہ کے آتا اگر وہ دل میں

خوگر ناز ہوں کس کا کہ مجھے ساغر ہے

ساغر ہے بھی ترے کشتۂ انداز کو بار

گر حریفوں کو خدا ساری خدائی دیتا

گر انھیں آ کے خدا . . .

غزل : نقطہ اس بت سے کبھی لیویں گے ہم ایماں کا

۱- مسودے میں اس غزل کے ایک سے زیادہ حصے پر کاغذ چسپاں ہے -

(نقطہ اس بت سے کبھی لیویں گے) ۔ الخ
(ایسی کیا جلدی) ۔ الخ

غزل : کسی بےکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
(جگر زخمی ہے اور دل لوٹتا ہے تم نے کیا جانے)

غزل : میں وہ شہید ہوں لبِ خندانِ یار کا
ہے عین وصل میں بھی مری آنکھ سوے در
تو بر میں ہے مگر ہے مری آنکھ . . .

غزل : خطر ہے خون سے اس پائمال کے کیسا
حذر ہے خوں سے . . . .
خطر ہے خوں سے دل . . .
چلا ہے دیکھو وہ دامن سنبھال کے کیسا
بچا ہے دیکھنا دامن . . .
نہیں ہے جوگی اگر چشم شوخ ہندو زاد
کسی کے رخ پہ ہے جوگی جو چشم . . .
تو گرد ہیں اس کے مژگاں کے بال کے کیسا
تو اس کو گھیرے ہیں مژگاں کے . . .

غزل : میں کہاں سنگ در یار سے ٹل جاؤں گا
سر کے بل جاؤں گا یا پاؤں کے بل جاؤں گا
آج اگر راہ نہ پاؤں گا تو کل جاؤں گا
جاؤں گا کوچہ دلداز میں کل جاؤں گا
کوچہ یار میں میں سر ہی کے بل جاؤں گا
دل کہے ہے کہ مجھے روزن سینہ سے نکال
دل یہ کہتا ہے مجھے . . .
کیا بدل دے گا کوئی اور میں بدل جاؤں گا
کیا بدل دیویں گے یہ . . .
(دیکھ کپڑا ہوں پرانا ابھی جل جاؤں گا)
(دیکھ کر کوئے صنم کہتا ہے یہ پاس ادب)
(ہوں جو خورشید یہاں) ۔ الخ
دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ لے چل مجھ کو
دل سے کہتا ہوں کہ تو ساتھ نہ لے جا مجھ کو

ورنہ میں جا کے وہاں دیکھ مچل جاؤں گا
جا کے میں واں ترے قابو سے نکل جاؤں گا
ہوں وہ مشتاق شہادت کہ ترے ہاتھ سے میں
میں وہ مشتاق شہادت ہوں کہ سر دینے کو

غزل : پانی طبیب دے گا ہمیں کیا بجھا ہؤا
پانی طبیب دے ہے ہمیں
پانی طبیب (دیگا) ہمیں . . .
یوں جل بجھے گا جیسے کہ کوئلہ بجھا ہؤا
(یوں جل اٹھے گا) جیسے کہ . . .

غزل : جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
دکھاتے جلوہ جو مسجد میں وہ بت کافر
الٰہی جلوہ ہے کس بت کا آج مسجد میں
تو چیخ اٹھے مؤذن جدا خطیب جدا
کہ دم بخود ہے مؤذن . . .
جدا نہ درد جدائی ہو گر مرے اعضا
تمھارا درد جدائی نہ ہو جدا مجھ سے
حروف درد کی صورت ہوں اے طبیب جدا
حروف درد میں ہو حکمت طبیب . . .

غزل : شکر پردے ہی میں اس بت کو حیا نے رکھا
اس پہ تعویذ جو نقش کف پا نے رکھا
بارے تعویذ تو نقش کف پا نے . . .

غزل : نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
چڑھ گیا جب کہ زمیں توسن وحشت اپنا
توسن وحشت اگر اپنا زمیں چڑھ جائے
دیں گے افلاک پہ ہم خاک بیابان چڑھا
ابھی افلاک کو دیں خاک بیابان . . .
جب لڑی آنکھ مری کوئی مرے دل کے سوا
آنکھ تو لڑ گئی پر کوئی بھی اس دل کے سوا

میں نے کب دیکھا مہِ نو تو اس ابرو کا خیال
دلِ نے کب . . . کہ جو ابرو کافر

لے کے خنجر مری چھاتی پہ وہیں آن چڑھا
. لے کے شمشیر ہے سینے پہ مرے . . .

ناز سے تان کے ابرو سے لگا تیر نگہ . . .
بلہوس جاتے ہیں گر دام سے آہو کی طرح[1]

چور تھا پر نظر اپنی پہ نگہبان چڑھا
چور قسمت سے نظر اپنی نگہبان . . .

دھیان پر میرا نہ مضمون کسی عنوان چڑھا
دھیان پر میرا نہ مطلب کسی عنوان . . .

(سنگ سرمہ میں سیہ تاب تھی وہ تیغ نگاہ)
(کشتۂ دست حنائی ہوں میں ان ہاتھوں سے)

غزل : پہنچا آبِ تیغِ قاتل تا بسر اچھا ہُوا
ہاتھ تو ہلکا پڑا تھا یار کی شمشیر کا
ہاتھ تو اوچھا پڑا تھا . . .

ہو زیادہ آب خنجر کی الٰہی آبرو
کم نہ ہو اس آب خنجر کی . . .[2]

غزل : خلاف وعدہ سے کل تیرے میں تو جاں بہ لب آیا
مگر یہ رنج ہے کیوں رنج اُن سے بے سبب آیا
. . . . کیوں رنج اُن کو . . .

غزل : اُتارا تو نے سر تن سے گر اس شامت کے مارے کا
اُتارا تو نے تو سر تن سے . . .
اُتارا تو نے سر سے تن گر اس . . .

ارے احساں مانوں سر سے میں تنکا اُتارے کا
تو بھولوں گا نہ میں احساں ترے تنکا . . .

۱۔ مولانا آزاد بوالہوس کے بجا بلہوس کرتے ہیں ۔
۲۔ اصلاح صحت نامے سے مطابقت رکھتی ہے ۔

کہیں ہم کو ملا یہ نور صدقہ اُس ستارے کا

کہیں گے ہیں ہمارا نور . . .

ترا ہر موئے مژگاں ایک انگشت اشارت ہے

ترا ہر موئے مژگاں دل کو انگشت . . .

مری منزل میں ہے ماہ سریع السیر وہ لیکن

مرے گھر میں تو ہو ماہ سریع السیر تم لیکن

(کیا غیروں میں پیدا حکم کیوں کر) ۔ الخ

(گنہ رحمت سے اس کی بخشوائے ہم نے رو رو کر)

(چھڑک کر ہم نے بیچا نفع پر) ۔ الخ

سمجھنے والا دل سا چاہیے پر . . .

سمجھنے والا مجھ سا چاہیے پر . . .

غزل : نہ کرتا ضبط میں نالہ تو پھر ایسا دھؤاں ہوتا

ابھی کیا سرد قاتل یہ شہید تفتہ جاں ہوتا

ابھی ٹھنڈا بھلا کیوں کر شہید . . .

(تو مثل موے مژگاں اس سے پیہم) خوں رواں ہوتا

کہ خنجر تھا مری گردن پہ رک رک کر رواں ہوتا

کہ خنجر میری گردن پہ ہے رک رک کر . . .

جو روتا کھول کر جی تنگ نائے دہر میں عاشق

اگر جی کھول کر میں تنگ نائے دہر میں روتا

غزل : آنکھیں مری تلووں سے وہ مل جائے تو اچھا

ہے حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا

یہ حسرت پابوس . . .

اژدر کوئی انساں کو نگل جائے تو اچھا

سانپ اُس کو اگر کوئی نگل جائے . . .

دل اس کا یہیں گرچہ بہل جائے تو اچھا

دل میری ہی باتوں میں بہل جائے . . .

جوں شمع تو اب سر ہی کے بل جائے . . .

یاں شمع نمط سر ہی کے بل . . .

تاثیرِ محبت عجب اک حب کا عمل ہے

تاثیرِ محبت تو عجب حب کا . . .

غزل : کہے ہے خنجر قاتل سے یہ گلو میرا

بلائے سامنے کیوں کر مجھے وہ پردہ نشیں

مجھے وہ پردہ نشیں سامنے کب آنے دے

سدا ملائک تسبیح خواں کو آئے رشک

مقامِ وجد میں آئیں ابھی ملائک عرش

مثال آئینہ چشم پُر آب سے میری

برنگ آئینہ چشم پُر آب . . .[۱]

فلک کا رنگ جو اب تک سیاہ ہے اس پر

نظر جو آتا ہے اب تک فلک کا رنگ سیاہ

غزل : نہ ہؤا آب شہادت سے گلو تر نہ ہؤا

بے چراغ اس کو نہ رکھ داغ الم سے خورشید

. . . داغ الم سے اے عشق[۲]

خوں رنگ ہائے گلو (لاشہ بے سر سے مرے)

غزل : جان کے دل میں سدا جینے کا ارماں ہی رہا

پاؤں کب نکلا رکاب حلقۂ زنجیر سے

حلقۂ زنجیر میں بھی دل رہا پا در رکاب

غزل : طلسم طرفہ تر آنسو نے میرے مردماں باندھا

کیا مجنوں مجھے آشفتگی نے زلف کی کس کی (کذا)

. . . مجھے آشفتگی زلف نے کس کی[۳]

مرے مرقد پہ چلّا اس نے آ کر دوستاں باندھا

مرے مرقد پہ چلّا دشمنوں نے دوستاں . . .

ہوئی تشہیر نعش اس ناتواں کی جب کہ پاؤں میں

. . . جب تو پاؤں میں

کہاں دل بھاگ کر جائے کہ تیرے نخل قامت نے

. . . کہ تیرے نخل قامت سے[۴]

نہ جھاڑا غیر کو تو نے کہ ہو کر جھاڑ لپٹا تھا[۵]

---

۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴- اصلاح صحت نامہ سے مطابقت رکھتی ہے -

۵- اسے کاٹ کر پھر یہی لکھ دیا گیا ہے -

غزل : بھڑکنا کیا کہوں سینے میں اپنے آتش غم کا
اگر ہے عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا
کہ ہے گر عید کا اک دن . . .[۱]

غزل : گل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا
کیا جانے تیغ عشق کی لذت کو بوالہوس
لذت کو تیغ عشق کی سن سن کے بلہوس
گو جوں ملخ وہ حلق دریدوں میں مل گیا
آ کر ملخ سا حلق دریدوں میں . . .
صاف آئینہ کا دیدہ ندیدوں میں مل گیا
صاف آئینہ کا نقشہ ندیدوں میں . . .

غزل : جل اٹھا شمع نمط تارِ رگِ جاں میرا
زخم دل خون یہاں چاٹتے ہیں اور وہاں
بلتے ہیں جب کہ (مرے) لب زخم تو لعل نمکیں (کذا[۲])
لعلِ لب کہتا ہے کہ خالی ہے نمک داں میرا
ہنس کے کہتا ہے کہ خالی ہے . . .
دیکھ تر کیجو نہ خوں سے کہیں داماں میرا
دیکھ تر ہووے نہ خوں سے کہیں . . .
ہوں وہ دل سوختہ گردوں پہ ہے کرتا روشن
اے جنوں دن سے سوا رات کو روشن کر دے
دل خورشید کو داغِ دلِ سوزاں میرا
مہر گردوں ہو چراغ دلِ سوزاں . . .

۱- مسودے میں یہ دونوں صورتیں ملتی ہیں ۔
۲- یہ مصرعہ قوسین میں دیے گئے لفظ (مرے) کی وجہ سے غیر موزوں واقع ہؤا تھا ۔ شاید اسی لیے اسے کاٹ کر حاشیے میں لکھا گیا : ع
ہیں لب زخم جو بلتے تو وہ
اس کے بعد دوسری طرف حاشیے میں اس پورے شعر کو اس طرح بنایا گیا :

بلتے دیکھے جو لب زخم تو بولا قاتل
آج تیرا ہے دہن اور نمک داں میرا

ناخن دست جنوں چھوڑ دے دامن دل کا
خار وحشت سے کہو چھوڑ دے . . .
دم گیا آئنۂ رخ کے تصوّر میں نکل
دھیان میں آئینۂ رخ کے کڑی جان نکل
(رہ گیا ہائے کھلا دیدۂ حیراں میرا)
نزع میں تھا جو کسی رخ کا تصور تو رہا
نزع میں تھا جو صفائے رخِ روشن کا خیال
شکل آئینہ کھلا دیدۂ حیراں میرا
رہ گیا آئینہ ہو کر دل حیراں . . .
خاک در خاک کیا خانۂ ویراں میرا
ملک دل جیسا کیا تو نے ہے ویراں میرا
کر دیا خانۂ دل جب سے ہے ویراں . . .
شعرا باندھیں اگر حال پریشاں میرا
باندھیں گر اہلِ سخن حال پریشاں . . .
گر لکھیں اہلِ سخن حال پریشاں . . . (حاشیہ)
خندۂ جام نہیں قہقۂ مینا بھی نہیں
خندۂ جام کو مینا کے لبوں پر رکھنا
گریۂ غم سے ہم ہے لبِ خنداں میرا
ہو سکے غم سے بہم کیا لبِ خنداں . . .
ہو تبسم سے بہم کیا لب و دنداں میرا
دیکھو پھر ہنستا ہے کیا کیا لب دنداں . . .

غزل : رکھتے تھے جو کشورِ کسریٰ و قیصر زیرپا
ہم برہنہ پا جنوں اور گرم پتھر ۔ الخ
جائیں اس رستہ سے (وہ) جو ۔ الخ (کذا)
میری آنکھوں کو ملو تم رکھ کے ۔ الخ [1]
آ بچھا دے اے فلک داماں محشر زیرپا
اے قیامت لا اب بچھا داماں محشر . . .

۱۔ یہ تینوں شعر لکھ کر قلم زد کر دیے گئے تھے اور ص کا نشان بنا کر پہلو میں ''رکھتے تھے جو کشور'' ۔ الخ بڑھایا گیا ۔ پھر اسے کاٹ کر پہلے شعر پر ص بنا دیا گیا تھا ۔

پائے مجنوں نے ترے مژگاں کہاں اے خار دشت ۔ کذا
تیرے مجنوں کے ہیں مژگاں . . . دشت خار ۔ (کذا)
ہیں ترے مجنوں کے مژگاں وادی وحشت کے خار

نخل گل مہندی نہ ہو نصف سبو میں اے نگار
نخل گل مہندی نہ ہو گملے میں اے رشکِ چمن
(ہو نہ گل مہندی کے گلبن رشک گل گملوں میں تو)

تو کھڑا رہ[1] رکھ کے میرا کاسۂ سر زیرپا
فاتحہ عاشق کی دیتا ہے تو لازم ہے ادب
. . . تو واجب ہے ادب

اپنے کفش پا کو رکھ لے پاسے باہر زیرپا
کفش پا کو رکھ لے پاؤں کھینچ باہر زیرپا[2]

غزل : دشمن جان یک بیک سارا زمانہ ہوگیا[3]
دشمن جان کیوں مرا سارا زمانہ ہوگیا
دشمن جان یک بیک . . .
تو نے کیوں چاہا مجھے اے دوست یہ کیا ہوگیا[4]

ہم نے اُن سے دوستی کی وہ ہیں کرتے دشمنی
ہم نے سوچا اور تھا یہ جور کیسا ہوگیا
ہم نے کیا سوچا تھا اور واں کیا سے کیا کیا ہوگیا
دیکھو کیا سوچا تھا ہم نے اور وہاں کیا . . .[5]

۱- پہلے تو ' کھڑا رہ ' کو کاٹا گیا اور پھر وہی لکھ دیا گیا ۔
۲- یہ شکل حاشیے میں دی گئی ہے ۔
۳- بہت دور تک صفحہ خالی چھوٹا ہوا ہے ۔ بعد میں چار شعروں کو پہلے صفحے پر کئی بار درست کیا گیا ہے اور لکھے ہیں ۔
۴- اس کے ساتھ لکھے گئے دوسرے مصرع کی قرأت ممکن نہیں ۔
۵- بعد میں یہ شکل بھی بدل دے دی گئی مگر اس کی قرات ممکن نہیں ۔

جب نشہ ان کو شراب لالہ گوں کا ہو گیا
جب شراب لالہ گو نے رنگ رخ چمکا دیا[1]
(یار گلگوں نے جو رنگ رخ کو روشن کر دیا)

تجھ میں تھا یا مجھ میں تھا دل پھر کہوں کیا ہوگیا
تم میں تھا یا ہم میں تھا . . .

دل کے جانے کا تو عالم کو اچنبھا ہوگیا[2]
تم نے جو عزم سفر کا ہم کو بھیجا تھا پیام
تم نے کل عزم سفر کا . . .

کوچ دنیا سے ہی اے ظالم ہمارا ہو گیا
لو سفر یاں آج دنیا سے ہمارا ہوگیا

مرنا جینا اک جہاں کا ہے نگہ میں میری آہ
مرنا جینا ایک جہاں کا ہے نگاہیں پر تری

وہ تو خود شعلہ تھا جب میں نے کہا ہو شعلہ خو
آتا ہے کیا گرم ہو کر منہ پہ میرے طفل اشک
گرم ہو کر آتا ہے منہ پر مرے طفلِ سرشک

کر دیا تیغ نگہ نے تیری اک عالم کا خوں
. . . نگہ نے ایک عالم کا ہے خوں

آسماں سارا دھوئیں سے دل کے کالا ہوگیا
گنبد گردوں سیاہ سارے کا سارا ہوگیا

غزل : کوہ کے چشموں سے اشکوں کو نکلتے دیکھا
اے صنم پر ترا پتھر نہ پگھلتے دیکھا
ہوں میں اس باغ میں نخلِ گلِ آتش بازی
تھا میں اس باغ میں . . .
پھولتے دیکھا اسے آہ نہ پھلتے دیکھا
پھولتے دیکھا مگر آہ نہ پھلتے دیکھا

۱- یہ مصرع مطبوعہ میں موجود ہے ، مسودے میں نہیں ملتا -
۲- یہ شعر قلم زد کر دیا گیا ہے -

جو چڑھا ہے وہ گرا ہے کہ یہاں جوں سایہ

جو چڑھا اوج سما پر وہ گرا سایہ نمط

پاؤں دیوار سے سب کا ہے پھسلتے دیکھا

پاؤں اس کوٹھے سے ہے سب کا پھسلتے دیکھا

زلف کیوں کر نہ در گوش پہ لہرائے سدا

زلف کہتی ہے در گوش سے دکھلا دے کوئی

کج ادائی نہ گئی ہم سے ترے ابرو کی

کج ادائی گئی کب ہم سے . . .

شاخ آہو سے نہیں خم ہے نکلتے دیکھا

شاخ آہو سے ہے خم کس نے . . .

اشک . . . ناچار لیا دامن میں

اشک کو لیتا نہ دامن میں تو کیا کرتا میں

(خانۂ دل کے سوا آتش غم سے اے ذوق - الخ)

غزل : برنگ گل صبا سے کب کھلا دلگیر دل میرا

(نشاں تو رہنے دل کا ذرا سا خوں لگا دوں میں)

بتوں کے عشق میں ہو ہو کے رسوا سب خدائی میں

بتوں کا عشق ہے اے ذوق تو ساری خدائی میں

کرے گا شہر شہر اے ذوق کیا تشہیر دل میرا

کرے گا شہر شہر اک دن مجھے تشہیر دل میرا

سنبھالے رکھنا تو اے چرخ واژوں اپنے دامن کو

سنبھالے رکھ ذرا اے آسماں تو اپنے دامن کو

بتو کی سرد مہری سے ہے یکسر زعفراں لیکن

بتو کی سرد مہری سے کھلا تھا زعفراں . . .

تری چشم فسوں گر نے ہے سیکھا تھا یہاں جادو - (کذا)

. . . کہاں سیکھا تھا یہ جادو

بتوں کے حسن سے گر ہو گیا ہوں سنگ پارس میں

بتوں گر حسن کی دولت سے تم ہو بن گئے پارس

غزل : اُن سے کچھ وصل کا ذکر اب نہیں لانا اچھا

تم نے دشمن ہے اگر بندے کو جانا اچھا

. . . جو اپنا ہمیں جانا . . .

دوست ناداں سے تو ہے دشمن دانا اچھا

یار ناداں سے تو ہے . . .

پھول گل مہندی کے لا لا کے چڑھاتے ہو جو تم

. . . نہ ہاتھوں میں ملو

(یاں تو دم دم میں نہیں اور وہ لیے تیغ دو دم)

یاں تو دم میں نہیں دم . . .

(کہتے ہیں دیکھو نہیں ہے دم کا چرانا اچھا)

(ساقیا ابر ہے آیا تو بڑھا خم پر ہاتھ)

نہیں اس دور میں ہمت کا گھٹانا اچھا

کہ گھٹا میں نہیں ہمّت کا گھٹانا اچھا

غزل : چاہے عالم میں فروغ اپنا تو ہو گھر سے جدا

بدنما ہے رکھّیں گر مینا کو ساغر سے جدا

بدنما ہے گر رکھیں . . .

جوں شرارہ ہو چمک کر ــــــــ جدا[1]

ہو تڑپ کر جوں شرر . . . دفتر سے جدا

شیشہ گر رکھ تو بھی شیشے کو نہ اخگر سے جدا

شیشہ گر رکھتے ہیں کیوں شیشے کو اخگر سے جدا

جس طرح شیطاں نے آدم کو نکالا خلد سے

حضرت آدم کو شیطاں نے نکالا . . .

(شربت قند مکرر ہووے اور ماءالحیات)

پھیرے تو تیغ نگاہ اور پھر کہے حسرت سے یہ

پھیرے تو تیغ نگاہ اور ہووے حسرت نوحہ گر

پھیر دے تیغ نگاہ اور پھر کہے حسرت سے تو[2]

غزل[؟]: لخت دل اور اشک تر دونوں بہم دونوں جدا

نکہت گل کی طرح ہم اور وہ صلح و جنگ میں

وصل کی شب نکہت گل کی طرح ہم اور وہ

۱- خط کشیدہ حصہ تحریر میں نہیں آیا۔

۲- مطبوعہ میں شامل نہیں، مسودے میں پہلے مصرعوں کو قلم زد کیا گیا اور پھر ص بنا کر صحیح کر لیا گیا۔

رہتے ہیں کیوں ہم دگر دونوں بہم . . .

رہتے ہیں باہم دگر دونوں بہم . . .

غزل : لعل لب و دندان صنم کا دل نے جب سے خیال کیا

ہے یہ جواب نامہ مرا اپنے سے کسی نے سوال کیا

نامہ جواب نامہ ہے اپنا واں جو کسی نے . . .

شمع نمط (ہر خار جنوں کی) آنگلی پگھلی جاتی ہے

(آبلوں میں تیزاب تھا گر تو ناحق کیوں پامال کیا)

غزل : ہجر میں کیا کیا مرض ہے سنگ دل پیدا ہوا

ہجر میں کیا کیا ہے تجھ بن سنگ دل پیدا ہوا

ہجر میں کیا کیا مرض ہے سنگ دل . . .

عارض روشن پہ تھا جب تیرے تل پیدا ہوا

روئے تاباں پر تمھارے جب تھا تل پیدا ہوا

غزل : رکھ دل جلوں کی خاک کو تو با فراغ پا

تو باغ میں جو آ کے رکھے رشک باغ پا

تو باغ میں رکھے اگر اے رشکِ باغ . . .

آئے ادھر خزاں تو وہیں ہوویں داغ پا

پھر آئے واں خزاں تو وہیں ہووے داغ . . .

آئے وہ میرے گھر میں رقیبوں کو لے کر آہ

وہ میرے گھر میں اور رقیبوں کو لے کے آئے

ہو جائے چوم کر مرا دل داغ داغ پا

ہو جائے چوم چوم کے دل . . .

(ساقی کا دور چشم ہے گر بر کنار آب)

رنگ حنا سے غیرت گلزار باغ پا

رنگ حنا سے غیرت صد پائیں باغ پا

غزل : تجھ کو یوسف سے کیا حسن میں برتر پیدا

(سرِ ہر موے بدن ہوویں جدا سر پیدا)

خانۂ دل ہے تو کر لو رخ دلبر پیدا[1]

۱- یہ مصرع بعد میں باریک قلم سے بڑھایا گیا ۔ مسودۂ ذوق میں بھی یہ مصرع مولانا نے اپنے قلم سے بڑھایا ہے ۔

غزل : ترے ہاتھوں کوئی آوارہ اے گردوں نہ ٹھہرے گا[1]
سوار ناقہ گر رہ میں سر ہاموں نہ ٹھہرے گا
جو تھک کر ناقۂ لیلٰی سر ہاموں نہ ٹھہرے گا
گرا ہوں چشم ساقی سے (مری تصویر میں بھی گر)
بنائیں گے اگر جام مئے گلگوں نہ ٹھہرے گا
بنا دے گا کوئی جام مئے گلگوں . . .
کوئی دم ٹھہرنے دو اس کو بالیں پہ میرے یارو
سر بالیں اسے ہم دم کوئی دم تو ٹھہرنے دے

غزل : قتل کرتی ہے نگاہ شہرہ نگاہ یار کا
سرمہ ہے سفتّا ک شہرہ ہے نگاہ یار کا
قتل کرتی ہے نگہ شہرہ ہے چشم یار کا
کام لوں ہر تار مو سے تار موسیقار کا[2]
(دیتا ہے کعبہ کو آرائش سیہ جامہ کی تو)
(کعبہ کی دیوار و در سے نور کے جلوے اٹھیں)
(زاہد و سایہ مرے بت خانے کی دیوار کا)
(گر پڑے سایہ . . .)
(سوز میرے مرثیے کا ہے جو فریادِ سپند)
(آنسوؤں میں شمع بالیں سے برستے ہیں جو پھول)
(کوچۂ زلف بتاں میں . . . الخ)

غزل : نالۂ بلبل میں گر پیدا اثر ہو جائے گا
(دیکھنا اک دم ادھر سے یہ آدھر ہو جائے گا)
(اب ادھر سے دیکھنا دم میں آدھر ہو جائے گا)
(ہم نے جانا تھا کہ قاصد . . . الخ)
(شکل دیکھو تو مصوّر . . . الخ)

غزل :
وہ ارادہ ہے ہمارا بے ارادہ جانتا

۱- مولانا نے عبارت تعارف اس مطلع کے پہلے مصرع کی اس سے مختلف شکل بھی دی ہے -
۲- خط کشیدہ حصے کی ابتدائی صورت کی قرأت ممکن نہیں -

غزل : اے دل نہ راہ عشق کشادہ سمجھ کے جا
(اے دل نہ راہ عشق . . .) الخ
(عیاریوں سے یار کی . . .) الخ

غزل : (نشۂ پندار سے ابلیس رہ گم کردہ تھا) الخ

غزل : (ہوگیا نامۂ شوق ان کو سب از بر مرا) الخ

غزل : ہو برسوں ہجر ، وصل ہو گر ایک دم نصیب
" " " "
ہو ہجر مدّتوں جو ہو وصل ایک دم نصیب

غزل : دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب
کام چور اس کام پر ہے تجھ کو اجرت کی طلب
. . . کس منہ سے اجرت کی طلب
دل سلگ جائے نہ جب تک اور بھڑک اٹھے نہ جاں
. . . اور بھڑک جائے نہ جاں

غزل : مجنوں نے دی لگا جو سر خار زار پشت
ہو جائے جب زیادہ گراں بارِ گناہ
ہو جاتی ہے زیادہ . . .
ماہی سے تابہ ماہ ہے دست فلک سے داغ
ماہی ہو یا ہو ماہ ہیں دست . . .

غزل : اس پری کو تو نہ لے حیف اے دل بیتاب کھینچ
(عاشق رسوا کے حق میں کیا تکلّف چاہیے)

غزل : فرقت کی رات جی چکے ہم تا زمان صبح
یہ غل کیا کہ وصل کی شب چونک اٹھے وہ ذوق
اے ذوق مل نہ پایا شب وصل کا مزہ
قابل ہیں ذبح کرنے کے یہ طائران صبح
یا آج صبح میں نہیں یا طائران صبح

غزل : ٹھہری ہے ان کے آنے کی یاں کل پہ جا صلاح
اے جان بر لب آمدہ اب تیری کیا صلاح
. . . تیری ہے کیا صلاح[1]

۱- اصلاح صحت نامے کے مطابق ہے -

اس بد معاملہ سے ترا کیا معاملہ

. . . بھلا کیا معاملہ

قلّابے آسمان و زمیں کے نہ تو ملا

قلابے آسمان و زمیں کے ملا نہ تو[1]

غزل : (فرد) ماتھے پہ ترے چمکے ہے جھومر کا پڑا چاند[2]

غزل : مژدۂ قتل ہے اس عہد شکن کا کاغذ

(یوں اسیران قفس پر کوئی پہنچا . . .)

(جو ترے چشم کے بیمار کا کرتے ہیں علاج)

غزل : نگہ نہیں حرف دلنشین تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہو کر

نکل کے رستے سے چشم فتاں کے . . .

نکل کے آیا جو راہ آنکھوں کے . . .

غزل : کل گئے تھے تم جسے بیمار ہجراں چھوڑ کر

(طرز میں اپنی غزل لکھ ذوق لیکن اب نہ جا)

جانب مضمون طرز تفتہ جاناں چھوڑ کر

عالم مضموں میں طرز تفتہ جاناں چھوڑ کر

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدر سخن

گر چہ ہے ملک دکن میں ان دنوں . . .

غزل : بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر[3]

۱- آخری صورت ویران سے مطابقت رکھتی ہے -

۲- تعارفی عبارت میں یہ جملہ بھی تھا جو آخر سے حذف کر دیا گیا : ’’ ایک شخص سے ایک فرد سنی تھی اور شعر ہاتھ آیا نہیں - وہ لکھ دی -‘‘

۳- یہ تعارفی عبارت لکھ کر کاٹ دی گئی : ’’غزل مرقومۃ الذیل کا پہلے فقط مطلع ہوا تھا - ایک شخص شعر و سخن کے شائق اکثر آستاد کے پاس بھی آیا کرتے تھے - ایک دن ایک شاعر ہم عصر کی تعریف کرنے لگے - میں نے اول ان کے کلام کی تائید کی اور پھر کہا ان سے کہیے اس مطلع پر مطلع کہیں - میں نے دیکھا کہ آستاد نے تبسم کیا - ادھر عزیز با انصاف نے دو تین مرتبہ مطلع کو پڑھا اور پھر کہا آگے راستہ بند ہے - صاحب اس پر تو مطلع نہ ہوگا - کئی دن کے بعد آستاد نے غزل پوری کی -‘‘

غزل : بادام دو جو بھیجے ہیں بٹوے میں ڈال کر
بادام بھیجے دو مجھے بٹوے میں ڈال کر
بادام دو جو بھیجے ہیں بٹوے میں[1] . . .
(تیرے مریض عشق نے نقل مکاں کیے) ۔ الخ
(پوچھو چلے ہیں کون سے کعبے کو اہل درد) ۔ الخ
(تصویر ان کی حضرت دل کھینچ لائے گر)

غزل : مزہ چکھایا ہے کوہ کن کو جو عشق آیا ہے امتحاں پر
(تپ محبت میں سخت جانی کا یہ اثر ہے دل تپاں پر)
کہاں رہی مجھ میں جان باقی . . . الخ[2]

فرد : خفا، تو ہو نہ وقت ذبح میرے تلملانے پر
(کہوں کیا لوٹتا ہوں میں ترے بازو دبانے پر)

غزل : کون سا ہمدم ہے تیرے عاشق بے دم کے پاس
(کھنچ کے ہے اسفندیار آیا کہاں)

غزل : سب مذاہب میں یہی ہے نہیں اسلام میں خاص
کہ دیا اس کو لگا تو نے اسی کام میں خاص
کہ دیا تو نے لگا اس کو . . .[3]

غزل : پر کترنے کو جو صیّاد نے چاہی مقراض
ہوتا ہے حق میں مرے مطلع آبی مقراض[4]

فرد : پھر تو آئے خیر سے ہم جا کے اس مغرور تک
پر دھڑکتا ہی رہا اپنا کلیجہ دور تک
پر اچھلتا ہی رہا اپنا کلیجہ . . .

غزل : دیوانہ ہوں تیرا مجھے کیا کام کہ لوں گل
پیکاں تو ہے دل دوز سر سینہ ہے سوفار
پیکاں تو جگر دوز ہے باہر سر سوفار

۱۔ مطبوعہ اور ویران ۔
۲۔ پہلے یہ مصرع کسی اور شکل میں تھا جس کی قرأت ممکن نہیں ۔
۳۔ ویران سے مطابقت ہے ۔
۴۔ مسودے میں اس سے متعلق جو تعارفی عبارت ملتی ہے اس کے آخر میں یہ فقرہ بھی تھا : ''شاید یہی سبب تھا کہ دیوان مطبوعہ میں حافظ ویران مرحوم نے نہیں لکھا تھا ۔''

غزل : پھنسے نہ حلقۂ گیسوے تاب دار میں دل
آڑے گا مثل شرر ٹکڑے ہو کے سنگِ مزار
شرارِ سنگ کے مانند آڑے گا سنگِ مزار
آٹھا بھی لائے اگر ہم نشیں مجھے اے ذوق
آٹھا تو لائے مرے ہم نشیں . . .

غزل : شمع نازاں نہ ہو اک رات بہا آنسو گرم
برسوں یاں چشم سے نکلا ہے مری لوہو گرم
برسوں یاں آنکھ سے ٹپکا ہے مری . . .

غزل : بے یار ، روز عید ، شب غم سے کم نہیں
شورابۂ سرشک سے دھوتا ہے زخمِ دل
شورابۂ سرشک میں ڈوبا ہؤا ہے دل
تیزاب میرے حق میں یہ مرہم سے کم نہیں
تیزاب میرے زخم پہ مرہم سے کم نہیں

غزل : گئی یاروں سے وہ اگلی ملاقاتوں کی سب رسمیں
(کبھی ملنا کبھی رہنا الگ مانند مژگاں کے) ۔ الخ
(توقع کیا ہو جینے کی ترے بیمار ہجراں کو)
(دکھا دے چیرہ دستی آہ بالا دست گر اپنی)
ہوئے . . . ذوق دیوان دو عالم کے
جو مضمون ذوق دیوان دو عالم کے ہوئے موزوں
درستی حواسِ خمسہ کے بندِ مخمس میں
حواس خمسہ . . . وہ بندِ مخمس میں[1]

۱۔ ” غزل مرقومۃ الذیل کا پہلا مطلع کہا تھا ، وہ شہر میں مشہور ہؤا ۔ ان کا قاعدہ تھا کہ ایک شعر کو لفظوں میں کئی کئی طرح کہتے تھے ، پھر جو پسند آتا تھا رکھ لیتے تھے ۔ اس مطلع کو بھی دو تین دفعہ کہا تھا ۔ شاہ نصیر مرحوم نے مصرع سنا اور اس میں کچھ اصلاح کی ۔ بد فہم در انداز چرچا کرنے لگے کہ ابھی اصلاح کے محتاج ہیں ۔ انھوں نے سنا . . . کہلائے اور ۸ مطلع اور کہے ۔ غزل یہ ہے“ ۔
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

غزل : بلائیں آنکھوں سے اُن کی مدام لیتے ہیں

ہم ان کے زور کے قائل ہیں ، ہیں وہی شہ زور

. . . زور بازو میں

فقط قمر ہی نہ داغی غلام ہے ان کا

قمر کا داغ بھلا آئے کس حساب میں واں

غزل : سلام کرتے ہیں ان کو جدھر کو دیکھتے ہیں[1]

غزل : جو رات خواب میں اس فتنہ گر کو دیکھتے ہیں

ہماری وصل کی شب ہے و یا شب محشر (کذا)

نہ عیب کو نہ کسی کے ہنر کو دیکھتے ہیں

. . . جو بشر اس بشر کو دیکھتے ہیں[2]

جب اپنے گریہ و سوز جگر کو دیکھتے ہیں

جب اپنے رونے میں سوز جگر کو . . .[3]

ہم اپنے دل کو اور اپنے جگر کو دیکھتے ہیں

ہم ان کو دیکھتے ہیں اور جگر کو دیکھتے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یہ عبارت مسودے میں موجود ہے مگر مطبوعہ میں نہیں ۔ نقطے دیے جانے والے حصّے کی قرأت ممکن نہیں ۔ مطبوعہ نسخے میں جو عبارت آتی ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ ذوق مرحوم نے اس مطلع کو قلم زد کر دیا تھا مگر اہل تالیف حافظ ویران وغیرہ نے اسے اپنی بے خبری کی وجہ سے شائع کر دیا ۔ مسودے میں یہ غزل صفحے پر کاغذ چسپاں کر کے لکھی گئی ہے ۔ اس میں جگہ جگہ اصلاحیں ہوئی ہیں اور اصلاح شدہ صورت میں اسے ایک بار پھر صاف کیا گیا ہے ۔

۱- یہ شعر مطبوعہ میں شامل نہیں ہے ۔

۲- اصلاح مسودے میں موجود نہیں ۔

۳- اس شعر سے متعلق مسودے میں یہ عبارت ملتی ہے : ''اس عہد میں ایسے بہت سے مضمون قلم سے ٹپک جاتے تھے ۔ جو صورت حال تھی وہ ان کی قابلیت اور ملک الشعرائی کے مطابق نہ تھی : (۱۲) آزاد ۔'' مطبوعہ میں نہ یہ شعر ملتا ہے ، نہ عبارت ۔

(نہ طمطراق کو نے کٹرّو فر کو دیکھتے ہیں)
(جو دیکھتے ہیں صفات و سیر کو دیکھتے ہیں)
سلگتے آگ میں ہم خشک و تر کو دیکھتے ہیں
دھوئیں اڑاتا ہوا . . .
میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں جگر کے داغوں کو
رفیق جب مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں
جو میرے مردمک چشم تر کو دیکھتے ہیں
جو آنسوؤں میں مری چشم تر کو دیکھتے ہیں
تو وہ بھنور میں گلِ نیلوفر کو دیکھتے ہیں[1]
پڑا تھا اس پہ کبھو موے زلف کا سایہ
کہ پیچ و تاب میں ہم اس کمر کو دیکھتے ہیں[2]
(ہم ان کے کوٹھے پر چڑھ کر ہیں ڈھونڈتے مہ عید)

غزل : دود غم سے ہے یہ تاریکی مرے غم خانہ میں
عشق کو نشو و نما منظور کب ہے ورنہ سبز
عشق کو اے حسن گر نشو و نما منظور ہو
(سبز نخل شمع . . .) الخ
برق خرمن سوز دانائی ہے نافہمی تری
برق خرمن سوز عالم میں ہے . . .
(ایک پتھر چومنے کو شیخ جی کعبے گئے)

غزل : اس گلستان جہاں میں کیا گل عشرت نہیں
(اس گلستانِ جہاں میں . . .) الخ
(علم جس کا عشق اور جس کا عمل وحشت نہیں)
(خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہے زمیں)
خواہ گردش ہے زمیں کو خواہ پھرتا ہے فلک

۱- مطبوعہ میں یہ شعر بالکل مختلف انداز میں ملتا ہے :
ان آہوؤں سے کبھو دیکھو میری آنکھوں کو
جو آب جو میں گل نیلوفر کو دیکھتے ہیں

۲- ایضاً شعر :
پڑے گا سایۂ زلف اس کے بھی ضرور کبھی
کہ پیچ و تاب تمھاری کمر کو دیکھتے ہیں

(بسمل، تیغ محبت کے لیے . . .) الخ
(منہ میں گر پانی چوائے یار اپنے ہاتھ سے)
روز کر لیجے چھل قدمی مگر فرصت نہیں
. . . مگر رخصت نہیں[1]

غزل : وقت پیری شباب کی باتیں
جاؤ ہوتا ہے اور بھی خفقاں
جائیے ہوتا ہے مجھے خفقاں[2]

غزل : ہے جی میں اپنے غرۂ جوہر کو توڑ دوں
(دشت جنوں میں میں جو آٹھاؤں ذرا قدم)

غزل : گزرتی عمر ہے یوں دور آسمانی میں
کرے سفر کوئی جوں کشتی ُدخانی میں
کہ جیسے جائے کوئی کشتی ُدخانی میں[3]
یہ لوگ وہ ہیں لگاتے ہیں آگ پانی میں
یہی ہیں وہ جو لگاتے ہیں آگ . . .
بقا کا کام ہی کیا اس جہان فانی میں
بقا کا ذکر ہی کیا . . .[4]

غزل : مے ملا کر ساقیان سامری فن آب میں[5]
صحبت صافی دلاں سے ہوں مکدّر تیرہ دل
صحبت اہل صفا سے تیرہ دل کب صاف ہوں

۱- اصلاح ویران سے مطابقت رکھتی ہے -
۲ ، ۳ ، ۴ - اصلاح ویران سے مطابقت رکھتی ہے -
۵- ''کسی دوست نے آستاد مرحوم سے فرمائش کی کہ زمین مرقومۃ الذیل آج کل طرح ہوئی ہے ، آپ بھی غزل لکھیے - آغاز شباب تھا - (اور طبیعت میں ذوق و شوق) انھوں نے غزل کہہ کر سنائی - اوروں نے سات سات شعر کی غزل کہی تھی - ان کی غزل میں علاوہ برجستگی اور متانت کے شعر بھی زیادہ تھے - ان کا جا بجا چرچا ہوا - اکبر بادشاہ جنت آرام گاہ ان دنوں بادشاہ تھے - ان کا کلام سنتے تھے اور خوش ہوتے تھے - جب سامنے غزل پڑھ کر سنائی - جب سامنے غزل سنائی ہوئی - اس کے ساتھ قصیدہ ان کی تعریف میں کہہ کر شامل کیا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سایۂ سرو چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے
سایۂ سرو چمن نے کیا ڈرایا ہے مجھے
تیرا نیسان سخاوت جب گہر باری کرے
تیرا نیسان عطا جس دم گہر باری کرے

غزل : غم نامہ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہیں
ہیں آمد بہار سے بھر لائے منہ میں خوں
جوش شگفتگی سے محبت کا غم نہیں
یہ زخم دل تبسّم غنچہ سے کم نہیں
یہ خوں خراش دل میں تبسم سے کم نہیں
مجھ رو سیہ کے سجدے سے مسجد ہے شرمسار
. . . مسجد ہے سرخرو[1]
اے صبر تو زمیں پہ رہا ہے کہ اٹھ گیا
اے عہد یاو تو ہے زمیں پر کہ اٹھ گیا
یا رب ملے کہاں سے دلِ گم شدہ کا کھوج
ہاتھ آئے کس طرح سے دل گم شدہ . . .

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور دربار میں جا کر سنایا ۔ پھر جا بجا چرچا ہوا اور ہر گھر میں پڑھا گیا ۔ ان دنوں ہندوستان میں چھاپے کا رواج نہ تھا ۔ کہیں کلکتہ میں دو ایک مطبع ہوں گے ۔ چند روز کے بعد قصیدہ گم ہو گیا ۔ ناتمام غزل خاص خاص اشخاص کے پاس رہ گئی ، وہی اشعار دیوان مروجہ میں چھپے ۔ بندۂ آزاد کے پاس اصل مسودہ تھا ، اسے نقل کرتا . . . اس پر نظر ثانی نہیں ہوئی ۔ یہ عذر بھی قابل پذیرائی ہے ۔ سلسلۂ غزلیات میں قصیدے کا لکھنا خلاف آئین ہے ۔ مگر چوں کہ غزل میں مسلسل ہے اس لیے گوشت کو ہڈی سے جدا نہ کر سکا ۔ اس لیے جدا نہ کر سکا ۔'' ابتداً اس غزل کے ساتھ عبارت تعارف یہ تھی جو بعد میں قلم زد ہو گئی ۔ خط کشیدہ حصے مولانا نے کاٹ دیے ۔ قوسین میں دی گئی عبارت بڑھائی گئی ۔

۱۔ یہ اصلاح مسودے میں موجود نہیں ۔

وہ لے گیا کہ جس پہ کسی کا بھرم نہیں
ہے چور وہ کہ جس پہ . . .

غزل : ہم سے ظاہر و پنہاں جو اس غارت گر کے جھگڑے ہیں
آپ ہیں بیٹھے اور مرے سر پر یہ سفر کے جھگڑے ھیں
پاؤں پسارے بیٹھے ہیں اور سر پہ . . .

غزل : آفت جاں دل کو ہیں تن کے قفس کی تیلیاں[۱]

غزل : آج ان سے مدّعی کچھ مدّعا کہنے کو ہیں
(اب تو رات آخر ہوئی میری طرف دیکھو ذرا)
(ہم کو تیرے سنگ در سے دل تلک پہنچا دیا)
دیکھ تو لے پہنچے کس عالم سے کس عالم میں ہم
یوں ہی تیرے عاشقوں کے دست و پا کہنے کو ہیں[۲]
اب تو تیرے عاشقوں کے دست و پا کہنے کو ہیں

غزل : گر ترا نور نہیں چشم میں کیا ہے اس میں
دل کو کیا چیر کے تو دیکھے گا کیا ہے اس میں
دل کو کیا دیکھے گا تو چیر کے . . .
نہیں معلوم وہ خوش اس میں ہے یا ہے اس میں[۳]

غزل : عنقا کی طرح خلق سے عزلت بری ہوں میں
دیتا ہے پیچ کیوں مجھے اس درجہ اے فلک
سرگشتگیِ بخت تو دے مجھ کو اتنے پیچ
نے چین زلف ، نے شکن آستیں ہوں میں
کچھ چین زلف کچھ شکن آستیں . . .
تارا سا ہوں میں تہ پہ کنویں کی برنگ آب
تارا سا تہ پہ ہوں میں کنویں کی . . .
تارا کنویں کی تہ کا ہوں یا آسماں کا ہوں
یا رب کنویں کا تارا ہوں یا آسماں کا ہوں

۱- تعارفی عبارت میں بہت کچھ قطع و برید ملتی ہے -
۲ ، ۳- ابتدائی صورت کچھ اور تھی جس کی قرأت اب ممکن نہیں -

غزل : میں وہ شگفتہ دل ہوں نہ دوزخ میں تنگ ہوں
آہن کی طرح آگ میں بھی لالہ رنگ ہوں
آہن تو آگ میں ہوں مگر لالہ رنگ ہوں
جو ہے سو پہلے میرے اٹھانے کی فکر میں
ہیں سب سے پہلے میرے اٹھانے کی . . .
منظور مجھ کو ضبط ہے اور دل کو اضطراب
دل بیٹھا محو ضبط ہے اور مجھ کو اضطراب

غزل : جنوں نے کچھ نہ چھوڑا آخر اپنے جیب و داماں میں
نہ چھوڑا تار وحشت نے ہمارے جیب و داماں میں
جنوں نے کچھ نہ چھوڑا آخر اپنے . . .
مگر تار نفس سینے میں سمجھو یا گریباں میں
نفس کا تار ہے سینے میں سمجھو . . .
کوئی ڈھونڈھے کہاں دل کو ہجومِ داغ سوزاں میں
کہاں ڈھونڈھے کوئی دل کو . . .
کیے ہی جائیو اے دل شکایت تُشنہ کامی کی
نہ بھولے گی کبھی ہم کو شکایت تشنہ کامی کی
ہدف ہے تیر کا اس کے گل ہر داغ دل میرا
تمھارے تیر ہیں شاداب کرتے دل کے زخموں کو

غزل : نے رنگ کفک ہوں نہ ترا فندق پا ہوں
مجنوں مجھے سمجھے ہے چراغ رہِ مقصود
مجنوں نے مجھے سمجھا . . .

غزل : سینہ و دل پہ مرے زخم جگر ہنستے ہیں
ہوتے پابند علائق نہیں وارستے ہیں
کبھی پابند نہیں ہوتے جو وارستے ہیں

فرد : کرتے اپنے سر کو جو نوکِ سناں پر تاج ہیں[1]

۱- ''شعر مرقومۃ الذیل ایک مسدس کا ترجیع بند ہے - جناب سیدالشہدا کے مرثیے میں لکھا گیا - کئی بند اس کے بندۂ آزاد کو یاد ہیں ، وہ بھی درج ہوں گے -'' اس شعر سے متعلق ترجیع بند خود مولانا کے اپنے کلام میں شامل ہے -

غزل : دانا خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہم کو
تن سے کیا جان کے جاں اپنی اٹھانے والے
دم میں اب دم اس رہا اپنی جو [illegible]
ہو بشرطے ترے آنے کا بھروسہ ہم کو
ہاں مگر ہو ترے آنے کا . . .

غزل : رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
(الفت کا گر ہے نخل تو سرسبز ہووے گا)
چھٹتا ہے کوئی مر کے گرفتار دام زلف
مر جانے کا جو تیرا گرفتار . . .

غزل : موت ہی سے کچھ علاجِ درد فرقت ہو تو ہو
اگلے مکتوبوں میں کچھ رسم کتابت . . .
اگلے مکتوبوں میں کچھ اس سے کتابت . . . (کذا)

غزل : جس ہاتھ میں خاتم لعل کی ہے گر اس میں زلف سرکش ہو
(پھر زلف بنے وہ دست موسٰی (. . .) ۔ الخ
. . . مجھ سے رخصت مہوش ہو
. . . رخصت مجھ سے وہ مہوش ہو
. . . حلقۂ جیب سے میری دیکھ تنور آتش ہو
. . . جیب کا میری مثلِ تنور آتش ہو
دل کھینچنے کو ہاں کوئی ہو پر ایک نوائے دل کش ہو
دل کھینچنے کو اے ہم نفسو کوئی تو نوائے . . .
گر کلک آہ کو پھیروں میں تو سرمہ دود دل سے مرے
گر کلک آہ کو گردش دوں تو دودہ شمع دل سے مرے [illegible]
سب صفحہ ماہ منتور کا جوں [illegible] باز . . .
طاؤسِ فلک کا [illegible]

۱- مسودے میں تعارف عبارت کا آغاز اس جملے سے ہوتا [illegible]
مرحوم کا آخری عہد تھا، ایک جگہ [illegible]
میں اسے قلم زد کر دیا گیا ۔

بس غش نہ کرو معلوم ہوا کچھ مرنے پر تم حد غش ہو
. . . ہم جان گئے تم مرنے پر از حد . . .
(کیا خون کا دریا جذب کیا ہے خاکِ کوئے قاتل نے)
(بس چھوڑ دو دامن قاتل کا لو ہاتھ بہائے خوں سے آٹھا)

غزل : دن کٹا جائیے اب رات کدہر کاٹنے کو
اس کے آنسو ہی یہ کافی ہیں جگر کاٹنے کو
اس کے آنسو ہی کفایت ہیں . . .[1]
سر و گردن جگر و دل ہیں یہ چاروں حاضر
. . . جگر و دل ابھی چاروں حاضر[2]
دل ترا چاہے ہے چو رنگ اگر کاٹنے کو
چاہے دل یار کا چو رنگ اگر کاٹنے کو

غزل : چرخ ضدی ہے کوئی ضد نہ دلاوے اس کو
(وہ عبادت کو مری آئے پر آئے کیوں کر)
(مشت خاک اپنی کل اس کوچے میں ہم چھوڑ آئے)
. . . کل اس کوچے میں ہم پھنک آئے

غزل : سگ دنیا پس از مردن بھی دامن گیر دنیا ہو
جدا یاروں سے ہم یوں رہ گئے ہیں ناتوانی میں
اکیلا رہ گیا یاروں سے ہوں یوں ناتوانی میں
کہ جوں شاخ خزاں دیدہ پہ . . .
کہیں شاخ خزاں دیدہ پہ . . .

غزل : سرد مہری سے تری گر خونِ دل یخ بستہ ہو
منہ سے جو نکلے وہ کچھ ہو پر ہو دل کش ایک بات
منہ سے جو نکلے مزہ جب ہو کہ ہووے دل‌نشیں

غزل : پتھرا دیا جلوے نے ترے چشم صنم کو

۱- اصلاح ویران کے مطابق ہے -
۲- مطبوعہ میں شکل اول ہی کو ترجیح دی گئی ہے -

بد ہو کوئی یا نیک ، رقم کام ہے اس کا[1]

غزل : منزل گم گشتگاں بالکل الگ دنیا سے ہو
گر ہماری تشنہ کامی دے چکھا شوراب اشک
تشنہ کامی گر مری دیوے چکھا . . .

غزل : صفا میں تیرے رخ سے آئنہ کیا خاک ہمسر ہو
(مری تاثیر وحشت وہ ہے مضطر جس سے پتھر ہو)
جلا دے زیر پا جو خار مژگاں سمندر ہو
. . . گر خار مژگاں سمندر ہو[2]
(جو کھوئے آپ کو وہ منزل مقصود کو پہنچے)

غزل : عبث تم اپنا رکاوٹ سے منہ بناتے ہو
گلوری چھپ کے یہ کس کے لیے بناتے ہو
چھپا کے پان یہ کس کے لیے . . .

غزل : بجا کہے ہے جسے عالم اسے بجا سمجھے
(ہنسے وہ رونے پہ میرے تو پھر صف مژگاں)

فرد : آئینہ دیکھ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں[3]

غزل : مرتے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ
ہستی تنک مایہ نے کچھ پھونکا ہے ایسا
. . . جو پھونکے گی اس طرح
ابھرے ہے حباب لب یم اور زیادہ
ابھرے گا حباب لب یم . . .
ہے زور محبت سے مری خاک میں گرمی
کرتی ہے مری خاک جلا کر مجھے[پا]مال

۱- یہ مصرع بغیر کسی تبدیلی کے لکھ کر قلم زد کر دیا گیا ۔

۲- اصلاح ویران سے مطابقت رکھتی ہے ۔

۳- اس مصرع سے متعلق مسودے میں یہ عبارت بھی ملتی ہے جو بعد میں قلم زد کر دی گئی : ''پھر اس پر ایک اور اُستاد کا مطلع پڑھا تھا اور کہا تھا خوب ہے ۔ مگر اس کو نہیں پہنچتا اور افسوس ہے کہ پھر ان سے کئی بار پوچھا ، یاد نہ آیا ۔''

ہے روغن نفطاب مرے گریے میں اے چشم
آخر مے عشق آنکھوں سے ٹپکائی کسی نے

اے خنجر خوں خوار نہ بسّرش میں کمی کر
اے ابروے خم دار . . .

چالیس قدم ساتھ وہ تابوت کے آئے
جاتا ہے شہیدانِ محبّت کا جنازہ

کیا ہو جو بڑھیں چند قدم اور زیادہ
دو تم بھی اٹھا چند قدم . . .

سرعت ہے مری نبض میں جوں موج رمِ برق
بارے یہ مری نبض ہے یا موجِ رمِ برق

لے عشق کا بھر اس کے تو دم اور زیادہ
لو عشق کا بھر لو کوئی دم . . .

غزل : اے ذوق وقت نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ
پر اس نے رکھ دیا دہن نامہ بر پہ ہاتھ
رکھّا مگر کسی نے دل نامہ بر پہ . . .

(اے شمع دیکھ بزم فنا میں سنبھل کے بیٹھ)
مارے ہے کوئی دم میں ترے تاج زر پہ ہاتھ
مارے ہے صبح دم میں ترے تاج زر پہ ہاتھ

قاتل کبھی نہ تو نے اٹھائے ہزار حیف
قاتل ہے کیا ستم کہ اٹھاتا نہیں کوئی

اے ذوق میں تو بیٹھ گیا دل پہ رکھ کے ہاتھ
اے ذوق میں تو بیٹھ گیا دل کو تھام کر[1]

غزل : ہوش و خرد گئے نگہ سحر فن کے ساتھ
(دست جنوں نہ دے مجھے ناخن خدا کہ تو)
ٹکڑے اڑا دے جسم کے تو پیرہن کے ساتھ
ٹکڑے اڑا دے تن کے مرے . . .

۱- یہ اصلاح ویران سے مطابقت رکھتی ہے -

پایا درِ اثر نہ کہیں رات بھر پھری
. . . شب کو آہ نے
سر مارتی یہ آہ سپہرِ کہن کے ساتھ
سر مارتی پھری ہے سپہر کہن . . .
(ان ناتوانیوں میں بھی یاں تک ہے شوق دل)
اُڑتی پھرے ہے بوئے عبیر کفن کے ساتھ
گویا چمن میں اُڑ کے نسیم چمن کے ساتھ
تیرے بلا کش اژدر دوزخ کو کھینچ لیں
دل وہ بلا ہے اژدر دوزخ کو کھینچ لے
اک آتشیں کمند دل شعلہ زن کے ساتھ
مارے اگر کمند دل شعلہ زن . . .
دیکھا نہ گل سے نکہت گل کر گئی سفر
آخر چمن سے نکہتِ گل کر گئی . . .
(ہوں زلف عنبری کا میں کشتہ تو کیا ہوا)
لکھیں گے تو سیاہی مشک ختن کے ساتھ
لکھ دو کفن سیاہی مشک ختن کے ساتھ
ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا
مشکل ہے ذوق دام علائق سے . . .
جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ
جب تک کہ روح کو ہے علاقہ . . .

غزل : جنوں کے جیب دری پہ ہیں خوب چلتے ہاتھ
ملا جو غیر کو عطر اس نے واں تو رشک سے یاں
. . . تو یاں میرے

غزل : کھائے داغ اس آتشیں رخسار سے
صاف اک ابر شفق آلود ہے
ابر ہے لیکن شفق آلود ہے

غزل : ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دارالشفا سمجھے
رواں ہوتا ہے اس بستاں سرا سے کاروان گل
کہو بلبل سے چلتا کاروانِ گل ہے نکہت کا

چٹکنے کو صبا غنچے کے آواز درا سمجھے
چمن باد صبا سمجھے کہ آواز درا سمجھے

نہ دی رخصت نظر کو میری جانب کیوں تغافل سے
نگاہ لطف ان کی جب نہ باز آئی تغافل سے

اسے بھی آپ کیا میرا ہی بخت نا رسا سمجھے
ہم اس کی نا رسائی اپنا بخت نا رسا . . .

فلک کو بھی یوں ہی اک آبلہ سا زیر پا سمجھے
تو سینے کو فلک کے آبلہ سا . . .

محبّت سے ذرا گر موم ہو اس دلکشن کا دل
ہوا جب گرمی الفت سے موم . . .

دل بشکستہ میرا اپنے حق میں مومیا سمجھے
تو اس کا دل شکستہ اپنے حق میں . . .

غزل : کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے
بجھے گا سوزِ دل اے گریہ پل میں آب تو دے
بجھاتا گریہ ہے گر سوز دل کو . . .

تمھارے مطلع ابرو پہ یہ کھیے ہے خال
تمھارے مطلع ابرو پہ خال کہتا ہے

شہید کرنا ہے قاتل ابھی تو کیا جلدی
شہید کرتا ہے قاتل تو پھر ہے جلدی کیا

ٹھہرنے مجھ کو نہ تیغ اضطراب تو دے
ذرا ٹھہرنے تہ تیغ . . .

رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہلِ ہمت کا
ہماری آنکھ سے ہم چشم ہوگا کیا دریا

نہیں یہ اتنا کہ بھر کاسۂ حباب تو دے
کسی کو بھر کے ذرا . . .
(کرے گا قتل وہ اے ذوق تجھ کو سرے سے) - الخ

غزل : کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے
عنقا نے گم کیا ہے نشاں نام کے لیے
عنقا نشاں چھپا کے ہے بیٹھا برائے نام

غزل : زخم دل پر کیوں مرے مرہم کا استعمال ہے
(شوخی قاتل کرے آلودہ منہ کیوں پان سے)

غزل : موے سر مارانِ سیہ کا ایک سراسر لشکر ہے
جوش اشک کی دولت سے جو موج سمندر لشکر ہے
جوش اشک کی موجیں ہیں اور بہتا سمندر لشکر ہے

غزل : میری خاکستر اڑی تھی جس سے گردوں سب بنے
تیرہ بختان محبت سوختہ کوکب بنے
تیرہ روز آ کر اُفق پر سوختہ کوکب بنے
عشق تعلیم نیاز و ناز یک جا کیوں کہ ہو
کیوں کہ تعلیم نیاز و ناز ہو یک جا بہم
جو نہ ہوں غنچے کبھی جوں غنچۂ تصویر وا
غنچۂ تصویر بھی کھل کر جوں عقدے وا نہ ہوں
سرمۂ چشم کواکب کب بنے ہے دود آہ
. . . کیوں بنے ہے دود آہ[۱]
(صحبت عیسیٰ بنائے کیا گدھے کو آدمی) ۔ الخ

غزل : لیتے ہی دل جو عاشقِ دل سوز کا چلے
(لیتے ہی دل جو عاشق دل سوز کا چلے) ۔ الخ
(تم چشم سرمگیں کو جو اپنی دکھا چلے) ۔ الخ
(ہے گل کا دل تو سنبل پیچاں کے دام میں) ۔
(ہو کر سوار توسن عمر رواں پہ آہ) ۔ الخ
(اس روے آتشیں کے تصور میں یاد زلف) ۔ الخ
(ہے کیا غضب کہ آگ لگے اور ہوا چلے)
یعنی غضب ہے آگ لگے . . .

غزل : پاک رکھ اپنا دہاں ذکرِ خداے پاک سے
مجھ کو دوزخ رشک جنت ہو اگر دیکھا کروں
بیٹھا دوزخ میں بہاریں خلد کی دیکھا کروں
جب کہ وہ پردہ نشیں پردہ کرے ادراک سے
کرتا ہے پردہ نشیں تو . . .

۱- اصلاح صحت نامۂ ویران سے مطابقت رکھتی ہے ۔

غزل : الگ ہو تا نہ کھنچ کھنچ کر مرا ہر تار دامن سے
اُلجھ سکتا ہے کوئی برق کے بھی خار دامن سے
کہیں اُلجھا ہے اب تک برق کے بھی . . .

ترے جو سجدۂ در سے جبیں ہو خاک آلودہ
تمھارے جلوۂ رخ کے جو بسمل خاک پر لوٹیں

نہ پوچھیں حورِ عین کے اے پری رخسار دامن سے
تو پریاں آ کے پوچھیں اے پری . . .

. . . دامن کہسار دامن سے
ذرا آ کر نسیم دامن گلزار دامن سے

اگر بندھ جائے میرے دامن کہسار دامن سے
ذرا تم باندھ دیکھو دامن کہسار . . .

ہلا پنکھا جو وقت گرمی رفتار دامن سے
دکھائیں گے ادا جب گرمی رفتار . . . (کذا)

مربی بھی نہیں دیتے خلش گھر کو ہیں آرائش
مربی بھی خلش گر کو نہیں دیتے ہیں آرائش

کہ صحرا پونچھتا ہے کب سنانِ خار دامن سے
گلستاں پونچھتا ہے . . .

سرایت کچھ جو خونِ کوہ کن کر جائے پتھر میں
سرایت کوہ کن کا خون گر کر جائے . . .

لیا کرتے تھے کار توسن رہوار دامن سے
تھے ہم تیار کرتے توسن رہوار . . .

غزل : ہوں یہ لاغر جھک کے قامت ایک خس کے بوجھ سے
جوں کبادہ لچکے ہے پائے مغز کے بوجھ سے
ہے کبادہ جو لچک جائے مگس کے . . .

شاخِ گل کیا ہے گراں باری اسیروں کی ترے
شاخِ گل کیا مال ہے گر ہم گراں جانی پہ آئیں

سر جھکانے میں ہیں وہ آزاد اپنا مثل سرو
سر جھکاتے ہیں وہ آزاد اپنا کب مانند سرو

بوجھ اس کا کم ہے اے لیلٰی جرس کے بوجھ سے
لیلٰی اس کا بوجھ ہلکا ہے جرس کے . . .

رہ گیا یہ تو گدھا دلدل میں پھنس کے بوجھ سے
یہ گدھا تو رہ گیا . . .

غزل : سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے
ہو اگر طاقت کہے ہے ضعف سے سینے میں دم
دم کی ہے سینے میں آکر ضعف سے یہ گفتگو

غزل : زخمی ہوں میں اس ناوک دزدیدہ نظر سے
اشکوں میں (جو ہیں بہہ کے چلے ہم بسوے دوست)
(مستی ہے ٹپکتی) مری تربت کے شجر سے
اے ذوق (رہی عشق میں ہے خضر و مسیحی)
(ہمدم جو نکل آئے کوئی گرد سفر سے)

غزل : آیا نہ وہ مہ طلعت کیا دیر لگائی ہے
(آیا نہ وہ مہ طلعت) . . .
کس فکر میں ہے ساقی (دے بادہ جو ہے باقی)
(کرتے ہو اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے)

غزل : خوب روکا شکایتوں سے مجھے
کہتے کیا کیا ہیں دیکھ تو اغیار
کیا کہوں کہہ رہے ہیں کیا اغیار
یہ بھی تقدیر کا لکھا کہ لکھیں
بات قسمت کی ہے کہ لکھتے ہیں
کر نہ گریے میں تو کمی اے چشم
کہہ دو اشکوں سے کیوں ہو کرتے کمی

غزل : الٰہی کس بے گنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے
لگا نہ اس بت کدہ میں تو دل (ہے یہ طلسم شکست غافل)

غزل : آنکھ اُس پر جفا سے لڑتی ہے
شعلہ بھڑکے نہ کیوں کہ محفل میں
شعلہ بھڑکے گا کیا بھلا سرِ بزم

نہیں مژگاں کی دو صفیں گویا

صف مژگاں تری خدا کی پناہ

(آج کہتے ہو کیا طبیعت کو)

سچ ہے الحرب خدعۃ اے ذوق

ذوق دنیا ہے مکر کا میدان

غزل : دل کی معاش غم ، اسے غم کی تلاش ہے

تو آپ ہی بت پرست و بت و بت تراش ہے

تو بت پرست بت بھی ہے اور بت تراش بھی

(ہوتی وبال دوش نہیں عاشقوں کی لاش)

(اڑ جاتی ٹھوکروں میں تری ان کی لاش ہے)

لبریز صد نشاط برنگ ہلال عید

لبریز صد نشاط ہے مثل ہلال عید

گویا (وہ) دست چشم فسوں گر میں ماش ہے

(دنیا سے بھی اٹھے) تو نہ بستر سے وہ اٹھے

غزل : ہے کان اس کے زلف معنبر لگی ہوئی

(بیٹھے بھرے ہوئے ہیں خم مے کی طرح ہم[1]

نکلے ہے کب کسی سے بھلا اس مژے کی نوک ۔ الخ[2]

میرا دل گرفتہ شگفتہ ہو کس طرح

میرا گل امید شگفتہ ہو . . .

غزل : تجھ کو کچھ یاد بھی ہیں پہلے وہ الفت کے مزے

پھول کیوں کر نہ ہنسیں کر کے زر اپنا برباد

پھول گلشن میں ہنسے کرکے زر اپنا برباد

(ابر و باراں کے مزے کیوں کہ نہ لوٹیں مے خوار)

کچھ جتاؤں جو محبّت تو کہے ہے کہ تجھے

. . . تو ہے کہتا کہ تجھے

(پر نہیں بھولتے وہ پہلی) عنایت کے مزے

۱- ویران میں اسی طرح ہے ۔

۲- یہ شعر کاٹ دیا گیا ، ویران میں شامل ہے ۔

غزل : اول ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے
ہو جوہر کمال پہ ننگا (جو خاکسار)
(اک تیغ ہے کہ) ننگ ہے اس کو غلاف سے
گزری ہے مشق سینہ شگافی میں عمر چرخ
. . . سینہ شگافی میں اے قلم
(اس کلک تیر نالہ) گردوں شگاف سے
عاشق کی عمر نالہ گردوں . . .
مجنوں سیاہ خیمۂ لیلیٰ کے گرد پھر
طوف سیاہ خیمہ لیلیٰ ہؤا نصیب
حق میں ترے ہے کعبہ کے بہتر طواف سے
مجنوں سمجھیو کعبے کے بہتر طواف سے
(جوں تیغِ خوش غلاف نگاہ تیری اے پری)
باہر ہوئی نکل کے ہے اپنے غلاف سے
ہے دم بہ دم نکل کے چمکتی غلاف سے

غزل : کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے
نہ ستم کی (ہے شکایت) نہ کرم کی خواہش
نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش[1]
جانتے اپنی حقارت کو ہیں شہرت والے
خود نمائی کو ہیں چمکا رہے شہرت والے
میری شرح طپش دل کی کتابت والے
لکھ کے میری طپش دل کو . . .
اس نے دیکھتے ہی نہیں ناز و نزاکت والے
اس نے دیکھے ہی کہاں . . .

غزل : کیا غمزہ ترا بر سر بیداد غضب ہے
جو ہے . . .[2] بیداد غضب ہے
ہر ناز میں کرتا ستم ایجاد غضب ہے

۱- ویران میں اسی طرح ہے -
۲- نقطے دیا ہؤا حصہ کتابت سے رہ گیا ہے -

(کر بات بھی آہستہ کہ صیاد غضب ہے)
(گلشن میں نہ تو ہنس کے پریشان ہو اے گل)
(اس باغ میں آنا) بدلِ شاد غضب ہے
ہم چاہتے ہی اس کو گرے سب کی نظر سے
دل حسن کے یوسف سے جو ہونے لگا روشن[1]
(اے دل تری اس) چاہ کی اُفتاد غضب ہے
ہم سمجھے کہ اس چاہ کی . . .
اخوان شیاطیں ہیں یہ مستِ مۓ پندار
شیطاں بھی اماں مانگتا ہے ان کے عمل سے
(پریوں پہ تری طرح سے مرتے نہیں ہمدم)
انجم سے رخ چرخ پہ بوندیں ہیں عرق کی
تارے یہ فلک پر ہیں کہ اُٹھتے ہیں شرارے
طرہ بھی سرِ طرۂ شمشاد غضب ہے
پر طرہ سرِ طرۂ شمشاد . . .

غزل : ہوئے کب وہ قائلِ قیامتؔ جو تیرا قامت نہ دیکھ لیں گے
کیا کہتے ہو آنے کو سر خاک شہیداں
کیا کہیے گا اب اور سر خاک . . .
ان دانتوں کو کیا موتیوں سے کہتے ہو ہم تاب
اس گوہر دنداں پہ اگر سوجھے کوئی بات
شانے کا دل چاک پسند آپ کو آیا
جس راہ سے شانہ ہے گیا زلف رسا میں

غزل : یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
(ناز و انداز تمھیں کر چکے سب مشق ستم)
دم بہ دم زخم پہ اک زخم ہے دم لینے کی
کیا کرے حسرتِ دیدار کہ دم لینے کی
(شمع گھبرا نہ تپ غم سے کہ اک دم میں ابھی)

۱- مسودے میں دونوں مصرعے قلم زد کر دیے گئے - مصرع اولیٰ ویران میں موجود ہے -

تجھ کو کافور سفیدی سحر دیتی ہے
آ کے کافور . . .

غزل : مزے جو مرنے کے عاشق بیاں کبھو کرتے
کچھ ہم بھی دیکھتے گلزار آرزو کی طرح
چمن میں دیکھتے . . .

سراغ عمر گزشتہ کا ڈھونڈھیے گر ذوق
سراغ عمر گزشتہ کا لیجیے گر ذوق

غزل : ناساز ہے جو ہم سے اسی سے یہ ساز ہے
وہ ہی دوا خراب ہے جو خانہ ساز ہے
ہے وہ دوا خراب کہ جو خانہ ساز ہے

ڈرتا ہوں خنجر اُس کا نہ بہہ جائے ہو کے آب
خنجر کبھی نہ یار کا بہہ جائے ہو کے آب

پہنچا ہے شب کمند لگا کر وہاں رقیب
دیکھو گیا کمند لگا کر[1] . . .

سچ ہے حرام زادے کی رسی دراز ہے
دیکھو حرام زادے کی رسیّ دراز ہے

شبنم کی جائے گل سے ٹپکتا ہے خون ناب
ہر برگ گل سے دیکھو ٹپکتا ہے خون ناب

غزل : ساقیا عید ہے لا بادے سے مینا بھر کے
زنگ سے دیکھ نہ بھر اس میں تو کینہ بھر کے
زنگ سے بھرتا ہےکیوں اس میں تو کینہ بھر کے
زنگ سے بھرنا اسے دیکھ تو کینہ بھر کے[2]

غزل : نہیں مژگاں پر خوں خار غم تھے دل نشیں نکلے
" " " " " "
جو تھےمژگاں پر خوں سب وہ خار دل نشیں . . .

۱- لفظ ''گیا'' کتابت سے رہ گیا تھا ۔
۲- ن حاشیہ ۔ مطبوعہ میں شامل نہیں ہے ۔

جنوں یہ نیشتر کیسے، کہیں ڈوبے کہیں نکلے
جنوں یہ کیسے نشتر تھے . . .

(رلائے گر تصوّر اس لب شیریں کا آنکھوں کو)

ترے جانے سے پہلے کاش یہ جانِ حزیں نکلے
الٰہی جانے سے پہلے مری جانِ حزیں . . .

تو پھر دریا سے باہر کاہے کو دُرِ ثمیں نکلے
تو کیوں دریا سے یکتا ہو کے پھر . . .

چھپا رکھے تھے اب ہیں جوہرِ شمشیر کیں نکلے
چمکنے سے تمھارے جوہر شمشیر کیں نکلے

اگر ہو روسیاہی کیسی ہی ان نام داروں کو
سراپا رو سیاہی گر ملے ان نام داروں کو

تعجب کیا ہے . . . .
دل زخمی کی حالت پر دہان زخم سب بولیں

زباں تیغ سے بھی آفریں صدعا آفریں نکلے
زباں تیغ سے نکلے تو شاید آفریں نکلے

غزل : ہم تم سا عدو اپنا کسی کو نہیں پاتے
تم پاتے ہو ہم کو تو چھری کو نہیں پاتے
تم ہم کو جو پاؤ تو چھری کو نہیں پاتے

ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے
ہنستے تو ہیں پر تیری ہنسی کو . . .

کیوں ہم نے دیا دل تجھے او سنگ دل اپنا
کیا وقت تھا وہ تجھ کو دیا دل جو تھا ہم نے

وہ کون سا غم ہے جسے پاتے نہیں دل میں
ہے کون سی شے ہم جسے پاتے نہیں . . .

لیتے ہیں شب وصل میں ہم ان کے یہ بوسے
اس لب کے یہ بوسے لیے ہیں ہم نے شب وصل[1]

۱- مطبوعہ میں شکل اول کو ترجیح دی گئی ہے -

وہ لب پہ سحر رنگ مسی کو نہیں پاتے
ہم لب پہ سحر . . .

میں ایسا کہیں گم ہوں کہ یاران عدم بھی
میں ایسا ہوا گم ہوں کہ یاران عدم بھی
لیکن (مری آتش نفسی کو نہیں پاتے)
یاں نام کو بھی اب تو نمی کو نہیں پاتے
اب نام کو بھی ان میں نمی کو نہیں پاتے

غزل : نبض نملی ہے کہاں میری فلاطوں چلتی
(کھول دو آنکھوں سے پٹی نہیں دیکھوں گا تمہیں)
(دور کر بالوں کو سر سے ہے یہ کہتی لیلیٰ)
کہ نہیں تیری وہاں گردش گردوں چلتی
کہ نہیں تیری جہاں گردش گردوں . . .
(سمجھے ہے راکب کشتی کہ ہے) ساحل چلتا

غزل : نہیں ثبات بلندی عز و شاں کے لیے
" " " " "
ثبات کب ہے بلندی . . .
مزے یہ دل کے لیے تھے نہ تھے زباں کے لیے
مزے تو دل کو ملے تھے ہوئے زباں کے لیے
یہ ہم نے دل میں مزے . . .
یہ ہم نے . . .
یہی چراغ ہے اس تیرہ خاک داں کے لیے
کہ یہ چراغ ہے . . .
صبا جو آئے خس و خار آشیاں کے لیے
صبا ہے آئی خس و خار . . .
قفس میں کیوں کہ نہ پھڑکے دل آشیاں کے لیے
قفس میں لوٹ رہا ہے . . .
حجر کے چومنے ہی پر ہے حج کعبہ اگر
جو سنگ کعبہ کے بوسے میں حج کعبہ ہے شیخ

نہ چھوڑ تو کسی عالم میں راستی کہ یہ شے
نہ دینا ہاتھ سے تم راستی کہ عالم میں

جو پاس مہر و محبت کہیں یہاں بکتا
دکان حسن میں رکھتے نہیں متاعِ وفا

تو مول لیتے ہم ایک اپنے مہرباں کے لیے
وگرنہ لیتے ہم اک . . .

طپش سے عشق کی یہ حال میرا ہے گویا
الٰہی سوزِ محبت اُڑتا ہے تن زار

بجائے مغز ہے سیماب استخواں کے لیے
کہ لایا عشق ہے سیماب . . .

نہیں ہے خانہ بدوشوں کو حاجت ساماں
قدِ خمیدہ پر اپنے ہیں بال زیب وبال - (کذا)

نہ لوح گور پہ مستوں کی ہو نہ ہو تعویذ
مری تو گور پہ جام و سبو کی ہو تصویر

اگر اُمید نہ ہمسایہ ہو تو خانۂ یاس
اُمید ہو گئی ہمسایہ ورنہ خانۂ یاس . . .

وہ مول لیتے ہیں جس دم کوئی نئی تلوار
نگاہ ناز نے دیکھے ہیں جوہر آج اپنے

صریح چشم سخن گو تری کہے نہ کہے
تمھاری نرگس بیمار نے جو کی تھی نگاہ

رہے ہے ہول کہ برہم نہ ہو مزاج کہیں
مزاج ان کا نہ بجلی ہے اور نہ ہے سیماب

مثال نے ہے مرا جب تلک کہ دم میں دم
نہیں ہوں نے مگر اتنا مجھے بھی ہے معلوم

بلند ہووے اگر کوئی میرا شعلہ آہ
اُڑا کے آہ کا شعلہ کبھی بنائیں گے ہم

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف
بنایا ذوق جو انساں کو اس نے جزو ضعیف

غزل : جو دل قمار خانے میں بت سے لگا چکے
کیا خط میں مدّعا لکھوں اپنا کہ مدّعی
کیا خط لکھوں انھیں کہ جو لکھنے کی بات تھی
مرتے ہیں انتظار میں اک روز آ چکے
ہم ہیں تو مر چکے اسے آنا ہو آ چکے
زہراب بھی ہے بادہ تو کر لیں گے نوشِ جان
ہو زہر یا شراب یہاں سب ہے نوشِ جاں
اچھا کیا وفا کے عوض تو نے کی جفا
... تم نے کی جفا
بس اب ستم نہ کر کہ کیا اپنا پا چکے
جانے دو تم بھی اب کہ کیا اپنا پا چکے
یاد آیا یاں کے آنے کا وعدہ انھیں تو کب
یاد آیا یاں کے آنے کا وعدہ بھی خوب انھیں
جب تک کہ سر ہے ساتھ ہے یہ سر کے ہو سو ہو
یہ دل زمیں کا بوجھ ہے یا آسماں کا ہے
مدت سے موت و زیست پڑے ہیں گلے کا ہار
اب خاک کے ہیں ڈھیر تو کیا اس خرابے میں
اب ڈھیر گر خرابۂ دنیا میں ہیں تو کیا
کیا مجھ سے قیمتِ دل و جاں پوچھتا ہے تو
سب ہم سے قیمتِ دل و جاں پوچھتے ہیں آج
دونوں ہیں اک نگاہ پہ اے دلربا چکے
ناز ان کے اک نگاہ میں ہیں سب چکا چکے
تم بھول کر بھی یاد نہیں کرتے ہو ستم
... نہیں کرتے ہو کبھی

غزل : جو خانۂ ہستی میں ہے انساں کے لیے ہے
(جو کچھ کہ ہے دنیا میں وہ انسان کے لیے ہے)
جو خانۂ ہستی میں ہے ...[1]

۱- اصلاح حاشیے میں لکھی ہے ، نسخۂ ویران میں بھی اسی طرح ہے -

(بیٹھا ہے ستم گر جو گرفتارِ تفکر) - الخ
ہے بادہ کشوں کے لیے اک غیب سے تائید
مستوں کے لیے رحمت باری کے ہیں آثار

کچھ بخت سے میرے جو سوا اور سیاہی
کچھ میرے نصیبوں سے زمانہ جو سیاہی (کذا)

(عاشق کا جنوں طرفہ تماشا ہے کہ ہر بات)
(دل بھی ہے مرا جان تری مشق ستم کی) - (کذا)
(دل قید تعلق سے نکل سکتا نہیں ذوق) - الخ

غزل : چنی تو نے افشاں جو اے مہ جبیں ہے
نہیں یہ بھی معلوم ہے یا نہیں ہے
خبر ہی نہیں یاں کہ ہے یا نہیں ہے

(صنم میرے دل کو خدائی کا تیری)
وہی پاس ہے اور مری بدگمانی
وہ پہلو میں بیٹھے ہیں اور بدگمانی

(جو تم عرش سے دور بیٹھے تو بیٹھو)
نگین دل اس خاک راہ نجف کا - الخ[1]

غزل : چھلا نہیں تو چھاتے کا گل اے نگار دے
(میں ہوں وہ گل کہ پہنچوں نہ گلشن سے خاک تک)
بے فیض اگو ہے چشمۂ آب بقا تو کیا
(ہو گرمی وفا سے شگفتہ نہ گل کا دل)
اس جبر پر تو ذوق (بشر کا یہ حال ہے)
بے فیض چشمہ آب مصفّیٰ کا ہے تو کیا

جاں باز عشق جان پر بھی اپنی کھیل جائے
جاں باز عشق جاں تلک . . .

دے گر کفن تو دامن شب ہائے تار دے
گر دے کفن . . .

۱- یہ شعر کاٹ دیا گیا ، مطبوعہ میں شامل نہیں -

غزل : فلک تو ٹیڑھ ہی کی صبح سے تا شام چلتا ہے
(جنوں کی شاہراہوں میں سدا) شہ گام چلتا ہے
خرد نے راز عالم ذوق گر پایا تو یہ پایا
خرد نے کچھ نہ پایا ذوق گر پایا . . .

غزل : مہ میں کہاں جو تاب رخ سیم تن میں ہے
(دم کو نہیں ہے سینے میں آرام ایک دم)
(رنگیں ہے آج کل کے گل نوبہار سے)
(ہیں روزنِ دہن میں جو کژدم لیے ہوئے)
(یاں کام ان کا) نیش زنی ہر سخن میں ہے
ہوش و خرد کو دیکھ (لیا درد سر ہے) ذوق

غزل : کوئی کمر کو تری ہو اگر کمر ، تو کہے
(بہ آہ و نالہ نہ کھوے) بہ چشم تر تو کہے
ہیں آب اشک میں تر کاغذ غزل سارے
سرشک چشم مرے ہیں کہ ہو گئے موزوں

غزل : (اب تو گھبرا کے یہ کہتے کہ مر جائیں گے)[1]

غزل : دل بچے کیوں کر بتان چشم شوخ و شنگ سے
دل بچے کیوں کر بتاں کی چشم شوخ و شنگ سے
. . . بتوں کی
(ذوق زیبا ہے) جو ہو ریش سفید شیخ پر[2]

غزل : کوئی ان تنگ دہانوں سے محبت نہ کرے
(مکتب صبح ازل کا ہے خلیفہ انسان)

غزل : ہر دم دل خوں گشتہ میں اک جوش فزوں ہے
(ہوں درد و غم عشق سے بیٹھا ہؤا لبریز)
(میں درد سے ہوں عشق کے بیٹھا ہوا . . .)

۱- تمام غزل کاغذ چسپاں کر کے لکھی گئی ہے -
۲- نسخۂ ویران میں بھی اسی طرح ہے -

جس دن سے ہؤا عشق مرے در پۓ تعلیم) - الخ
بیتابی دل کا (کوئی مضمون جو ہؤا نظم)
(ہر حرف پہ میرے) حرکت جائے سکوں ہے
ہے وصل میں غم ہجر کا (اور ہجر بلا ہے)
(آرام محبت میں ہمیں) یوں ہے نہ ووں ہے
(آلودہ اظہار نہ ہو رازِ محبّت)
اے ذوق ترے حق میں تو یہ سخت زبوں ہے
اے ذوق ترے واسطے یہ سخت زبوں . . .

غزل : کرے ہے کام تیغ یار کس کس آب داری سے
جو پوچھے زاہد خشک اپنی دارو میں کہوں مے پی
. . . کہہ دو مے پی لے
کبھی جو سر اُٹھایا بھی توعجوں اشکِ سر مژگاں
کبھی گر سر اُٹھایا اپنا تو . . .

غزل : باغ عالم میں جہاں نخلِ حنا لگتا ہے
دل لگانے کا مزہ ہے کہ گزک میں اس کی
دل لگی کا ہے مزہ یہ کہ گزک میں اے دل
پانی شاید کہ سرِ ملکِ فنا لگتا ہے
ملک سرحد ہے وفا پانی ذرا لگتا ہے
قدِ مجنوں کوئی پتلی سی چھڑی بید کی ہے
قدِ مجنوں تری پھولوں کی چھڑی ہے لیلیٰ
زر و زاہد ہے تو کیا زہد میں ہے نقص ابھی
. . . کھوٹ ابھی ہے دل میں

غزل : اُڑائی طرز نالے کی جو اک دم تیرے محزوں سے
ہوا ہوتا ہے دم اپنا پر اس چشمِ ُپر افسوں سے
ہے اپنا دم ہوا ہوتا تری . . .
شہید چشم مے گوں ہوں مری تربت پہ ساغر کش
. . . کہو تربت پہ سب مے کش

(چراغاں ہو تو (ساق[1]) ساغر صہبائے گلگوں سے)
کریں آ کر چراغاں ساغر صہبائے گلگوں سے
کرے ہے پیرہن دو ایک برگِ بید مجنوں سے
بناتا پیرہن ہے ایک برگِ بیدِ مجنوں سے
(نہ شب آنکھوں میں خواب آیا خیال خال شب گوں سے)[2]

غزل : نگہ کا وار تھا دل پر ، پھڑکنے جان لگی
تو وہ ہے ماہ جبیں مثلِ دیدۂ انجم
تو وہ ہلال جبیں ہے کہ تارے بن بن کر
اڑائی حرص نے نوع بشر میں سب کی خاک
. . . آ کر جہاں میں سب کی خاک
تمھارے ہاتھوں سے سینے میں دل سے تا بہ جگر
تمھارے ہاتھوں ہمارے دل فگار میں آہ
بلا سے ٹوٹ کے اب تو کنارے آن لگی
سو ٹوٹ پھوٹ کے اب تو کنارے آن لگی
خدنگ یار کو سینے سے کس طرح کھینچوں
خدنگ یار کو کس طرح کھینچ لوں دل سے

غزل : وہ ہوں میں پُر معاصی سوختہ سوز ندامت سے
پۓ شوکت اٹھا مت عارِ دیں دنیا میں اے زاہد
برائے شوکت دنیا نہ لیجو عارِ دیں زاہد
اگر ہو فاتحہ خواں عشق مرقد پر شہیدوں کے
پڑھو گر (فاتحہ[3]) تم آ کے مرقد پر شہیدوں کے
تو کیا ہے کم نگاہ یاس انگشت شہادت سے
تو یاس ان کو اشارہ کر دے . . .

۱- 'ساق' کا لفاظ مسودے میں کتابت سے رہ گیا ۔
۲- ویران میں بھی اسی طرح ہے ۔
۳- مسودے میں 'فاتحہ' کا لفظ کتابت سے رہ گیا ۔

بہت (اچھا کیا مجھ کو کیا) گر قتل قاتل نے
عدد میں ہے مگر رحمت بڑی . . . زحمت سے
عدد میں ہے مگر رحمت زیادہ ہوتی زحمت سے

غزل : کہتے ہیں لوگ موت کو سب جانے جانے ہے
ہوں ہم وہ ایک جا سو کہاں ہائے جانے ہے
ملنا ہمارا ان کا تو کب جانے جائے ہے

غزل : عشق نے کشتہ کیا صورت سیماب مجھے
گردش چرخ ہے اے ذوق مہندس کے لیے[1]

غزل : تیر آس نگہ کا گر دلِ مضطر میں گھر کرے
پتلی سیاہ دیکھیو اس چشم مست کی
چشم سیہ تمھاری نظر بھر کے دیکھے جب
بھنورا عجب ہے یوں گلِ عبہر میں گھر کرے
لالہ میں داغ دے گل عبہر میں . . .
(گل گشت چیں نہیں کہ گئے صبح شام آئے) ۔ کذا
اس رخ پہ . . .[2] جو زلف معنبر میں گھر کرے ۔ (کذا)
دل ہو کہ اس کے زلف معنبر میں گھر کرے
آنکھ اپنی اس کے لب پہ ہے یوں گھر پکڑ گئی
یوں رنگ رخ پہ اس کے جا ہے مرا خیال
جوں عنکبوت برگ گل تر میں گھر کرے
جس طرح رنگ برنگ گل تر میں . . .
قاتل مرے لہو کو شتابی سے دھو کہیں
خون شہید ناز کو دھووے تھا کیا بھلا
جوں مورچہ نہ یہ ترے خنجر میں گھر کرے
یہ زنگ وہ نہیں ہے کہ خنجر میں گھر کرے

غزل : لائی حیات آئے ، قضا لے چلی ، چلے
کم ہوں گے اس بساط پہ ہم سے بھی بدقمار
. . . ہم جیسے بدقمار

۱۔ مصرع کی اصل صورت کی قرأت اب ممکن نہیں ۔
۲۔ نقطے دیے ہوئے حصے کی قرأت ممکن نہیں ۔

ہو عمر خضر بھی تو کہیں وہ بوقت مرگ
ہو عمر خضر بھی تو کہیں گے بوقت مرگ[1]

غزل : لیا ایمان و دل تو نے اگرچہ اک زمانے سے
نہ میں فتّوارہ ہوں ، نے شمع لیکن سامنے اس کے
ڈھلیں گے شمع کے سانچے میں گزرے سر پہ جو گزرے
بہانے اپنے آنسو مجھ کو جا کر ہر بہانے سے
بہیں گے ان کے آگے آنسوؤں میں اس بہانے سے
سیہ بختی کا میری تجھ پہ سب کھل جائے گا عقدہ
تمھارے زلف کے کوچے میں پھرتا ہے وہ دیوانہ
یہ حال اے شانہ ہیں تو دیکھ ان زلفوں کے شانے سے
پتہ لینا ہے گر دل کا تو لینا اپنے شانے سے

غزل : جاں غش لبِ جاں بخش پر دل غش خطِ مشکیں پہ ہے
(دل غش لبِ جاں بخش پر ، جاں طرۂ مشکیں پہ ہے)
دے مثل حرف سیں دکھا تو ہنس کے . . .
دے سین کی صورت دکھا تو ہنس کے دانت اپنے ذرا
صیقل نہ ہو گر تیغ پر (جوہر پہ ہو) کس کو نظر

غزل : اگر ہوتے ہو تم برہم ابھی سے
(لگے کیوں تم پہ مرنے ہم ابھی سے)
(دلا ربط اس سے[2] رکھنا کم ابھی سے)
(صفِ عشاق ہے) برہم ابھی سے
صفیں یاروں کی ہیں . . .
بھگو رہوے گا گریہ جیب و دامن
ابھی ہونٹوں پہ ہے افسانۂ غم
نہیں پر اپنے دم میں دم ابھی سے
نہیں اپنے بھی دم میں دم ابھی سے

۱- ویران میں بھی اسی طرح ہے -
۲- مسودے میں ''اس سے'' کو ''اسّے'' لکھا گیا ہے -

گرا آنسو تو دامن تر کہیں گے[۱]
رہے ہے آستیں پر نم ابھی سے
ہوئی ہے آستیں پر نم ابھی سے
کہا جانے کو کس نے مینہ کھلے پر
وہ شاید مینہ کھلے پر جائیں گے آج

غزل : (قفل صد خانہ دل آیا جو تو ٹوٹ گئے)[۲]

غزل : کس کے مو شانہ میں اے دست ہوس ٹوٹ گئے
(رات جو شیشۂ مے) تجھ سے عسس ٹوٹ گئے
(رونگٹے یار کے پشت لب شیریں پہ نہیں) ۔ الخ
(ذوق ہم ہو گئے گم، ایسی ہوئی گم آواز) ۔ الخ

غزل : ہم اول ہی سے خود کو نابود سمجھے
خدا بھی اگر آئے بندہ تو کیا ہے
خدا کی خدائی اگر آئے آئے
نہ فرعون و شدّاد و نمرود سمجھے
نہ فرعون سمجھے نہ نمرود سمجھے
دلِ آہنی جب ہؤا موم اس کا
ہمارا جو دل ہو گیا موم ان پر
(کیا دل کا بازارِ الفت میں سودا)

غزل : خط بڑھا ، زلفیں بڑھیں ، کاکل بڑھے ، گیسو بڑھے
(واہ ساقی کیا ہی دی ہے) داروے وحشت فزا
(حسن کیفیت سے ہے معمور اگر دنیاے دل)
چرخ پر نور قمر (راتوں بڑھے راتوں گھٹے)
حسن تیرا (روز بر روز) اے ہلال ابرو بڑھے (کذا)

غزل : بنگام بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوئے
(دکھلانے ہم نے لے کے جو دامن پہ دُرّ اشک)
جو انتخاب (نسخۂ افسوں گری ہوئے)[۳]

۱- مصرع کی یہ تیسری شکل حاشیے میں پنسل سے لکھی گئی ہے ۔
۲- تمام غزل کاغذ چسپاں کر کے لکھی گئی ہے ۔
۳- ویران میں بھی اسی طرح ہے ۔

غزل : اک صدمہ درد دل سے مری جان پر تو ہے
آنا ہے (گرچہ ان کا قیامت پہ منحصر)
(ہم خوش ہیں یہ کہ آنے کی) ان کے خبر تو ہے
(مانند شمع گریے میں جلتا ہے دل تو کیا)
اے شمع دل ہے رونے میں جلتا تو کیا ہوا
(پیچھے جو کچھ کہا سو کہا شکریہ کرو) (کذا)
اس بت نے غائبانہ کہا یا نہیں کہا
خاموش ہو گیا وہ مجھے دیکھ کر تو ہے
چپ ہو گیا وہ بارے مجھے دیکھ کر تو ہے
(تربت پہ دل جلوں کی نہیں گر چراغ و گل) ۔ الخ
(کشتی بحر غم ہے مرے حق میں تیغِ یار) ۔ الخ

غزل : خدا نے میرے دیا سینہ لالہ زار مجھے
. . . سینہ داغ دار مجھے
. . . سینہ لالہ زار مجھے
چمن سے کہہ دو دکھائے نہ لالہ زار مجھے
بتو دکھاؤ نہ تم حسن کی بہار مجھے
بتو . . .[1] نظر آتی ہے بہار مجھے
بتوں کے سجدے نے اک آن کی نہ دی فرصت
جمال یار نے مر کر بھی دیکھنے نہ دیا
نظر جو لطف کی موقوف رکھیں گے کل پر
نظر جو لطف کی ہے روزِ وصل پر موقوف
کیا ہے تم نے نظر بند انتظار مجھے
تو کرنا کیا تھا نظر بند انتظار مجھے
دکھائی کیوں چمنِ حسن کی بہار مجھے
دکھا رہے ہیں چمن کی یہ کیا بہار مجھے

غزل : مرض عشق جسے ہو اسے کیا یاد رہے
" " " "
تو جسے یاد ہو، کیا اس کو دوا یاد رہے
نہ دوا یاد رہے اور نہ دعا یاد رہے

۱- نقطے دیے ہوئے حصے کی قرأت ممکن نہیں ۔

دل تو پہلو میں . . . جس کو کہ پتہ یاد رہے
چیر دو سینے میں دل کو کہ پتا یاد رہے

جب نہ (معلوم ہو گھر اور نہ) پتا یاد رہے
چارہ گر لیجو نہ ہاتھوں سے اٹھا یاد رہے
. . . نہ چٹکی سے اٹھا . . .

ڈھونڈھ تو اپنی حقیقت کو ہو گم آپ اے ذوق
گر حقیقت میں ہے رہنا تو نہ رکھ خود بینی
عالم حسن خدائی ہے بتوں کی اے ذوق

غزل : چشمِ قاتل ہمیں کیوں کر نہ بھلا یاد رہے
قتل عاشق پہ کمر باندھی ہے کل سے اس نے
. . . اے دل اس نے

سو کرو ہم پہ جفائیں تو رکھو ایک نہ یاد
ہم پہ سو بار جفا ہو . . .

بھولے چوکے بھی جو ہووے تو وفا یاد رہے
بھول کر بھی کبھی ہووے تو وفا . . .

غزل : تدبیر نہ کر فائدہ تدبیر میں کیا ہے
(پارے کی جگہ کشتہ اگر ہو دل بیتاب)
نخچیر اگر یہ ہے تو نخچیر میں کیا ہے
اب پانی بھلا اس ترے نخچیر میں کیا ہے

(بیٹھا ہے درِ کعبہ پہ حیراں ترا شیدا)[1]
ذوق اس بت شیریں کا کیا کرتا ہے جو ذکر
ذوق اس لبِ شیریں کی جو توصیف ہے کرتا

غزل : پری رو کیا ستم گر بیش‌تر ایسے نہ ہوتے تھے
(وہ جب واں بے تکلف رات بھر ایسے نہ ہوتے تھے)
(صبا کے جھونکے یاں وقت) سحر ایسے نہ ہوتے تھے

۱- یہاں ابھی برباد کا لفظ ملتا ہے جو کاٹ دیا گیا ہے۔

ستم دنیا کے جو جو تھے ستم گر ہو گئے دل پر

. . . جو جو دل پہ گزرے ہیں[1]

زمانے میں بہت سے (شور آٹھے) اور سیکڑوں محشر[2]

پر ان آنکھوں سے جو ہیں شور شر ایسے نہ ہوتے تھے

پر اس قامت سے جو ہیں . . .

غزل : نہ کھینچو عاشق تشنہ جگر کے تیر پہلو سے

اسیر زلف دیوانے ہیں دیکھ اے پاسباں شب کو[3]

دبا کر شب کو ان کے پاؤں کی زنجیر پہلو سے

دبا کر ان کے ان کے . . . (کذا)

نہ کھنا استخوان لاغری ہمدم یہ بخیہ ہیں

نہ کھنا استخواں ان کو یہ عالم لاغری کا ہے

دکھاتا ہے مرا زخم دل دل‌گیر پہلو سے

کہ ہے دکھلا رہا میرا دل دل‌گیر پہلو سے

غزل : برق میرا آشیاں کب کا جلا کر لے گئی

اے جنوں دل کی کشش تھی ناقۂ لیلیٰ کو جو

دیکھ کچھ دل کی کشش لیلیٰ کہ ناقہ کو ترے

اس کے قدموں تک نہ بے باکی بڑھا کر لے گئی

ناتوانی ہم کو ہاتھوں میں آٹھا کر لے گئی

غزل : حسّد رقم سے وصف جبیں ہے صنم پرے

کیا موج ریگ باد پر دو گم میں چلوں

یہ موج ریگ بادیہ کیا ایک کام ہے (کذا)

غیروں نے ان کے گھر میں جو شب ہم کو آ لیا

شب ان کے گھر پہ غیر نے تو آ لیا ہمیں

دیکھو نہ جاؤ حضرت دل کوے یار میں

دیکھو . . . زلف یار میں

۱- دوسری صورت کی قرأت مشکل ہے ۔

۲- دوسری صورت کی قرأت مشکل ہے ۔

۳- دوسری صورت کی قرأت مشکل ہے ۔

غزل : خمِ ابرو ترا اے یار نظر آتا ہے
کم نمائی سے ہے وہ ماہ لقا عید کا چاند
. . . اے ماہ لقا عید کا چاند

غزل : دکھلا نہ خال نافِ تو اے گلبدن مجھے
شکلِ امامِ دانۂ تسبیح ہم نشیں
تسبیح دور بزم میں دیکھو امام کو[۱]
ہوں تن میں ریشہ ہائے نۓ خشک استخواں
ہے تن میں . . .
ہے شمع یا کہ شعلہ، نہیں کچھ خبر مجھے
ہوں شمع یا کہ شعلہ خبر کچھ نہیں مگر
(خسرو سے تیشہ بولا جو چاٹوں نہ تیرا خوں)
اس دل کی آگ کر دے زمیں آسماں کو خاک
یہ دل وہ ہے کہ کر دے زمیں آسماں کو خاک
اے دل یہ تو ہے یا کہ ہے سینے میں جام جم
یا رب یہ دل ہے یا کہ ہے . . .

غزل : مار کر تیر جو وہ دلبر جانی مانگے
(مار پیچاں تو بلا ہے گا مگر تو اے زلف)
(دل مرا بوسہ بہ پیغام نہیں ہے ہم دم)

غزل : (نہ دیں گواہی جو داغ کہن نہیں دیتے)[۲]
بیان شیخ جو ہے وصف حور و حلّۂ نور
بیان شیخ جو ہے وصف حور و شعلۂ طور
زباں حلاوت الفت کا لے مزہ کہ نہ لے[۳]

غزل : اے صنم ہجر میں ہم جیتے بھلا پتھر تھے
(تھے دلِ سنگ میں جب تک تو رہے قطرۂ خوں)

۱- یہاں ''اے برگ یاسمن'' حاشیے میں لکھ کر کاٹ دیا گیا۔
۲- پوری غزل کاغذ چسپاں کر کے لکھی گئی ہے۔
۳- ابتدائی صورت کی قرأت ممکن نہیں۔

(کعبۂ عشق کا اے ذوق کیا ہم نے طواف)
... تم نے طواف

غزل : خیال دل میں برے نہ لاؤ ہمارے دل میں تمھارا گھر ہے
تم اپنی مختار ہو کے ہٹ کے جواب دیں گے نہ ہم الٹ کے
یہ دل ہے آئینہ تم ہو صورت
نہیں یہاں نام کو کدورت
نہ قصر دل کو ہمارے ڈھاؤ ہمارے دل میں - الخ
مکان دل کو نہ تم گراؤ ہمارے دل میں ...
غلط ہے تہمت ہے افترا ہے کہ ... دل میں نے[1] اسے دیا ہے
... کہ ہم نے دل کو اور دیا ہے

غزل : سب کو دنیا کی ہوس خار لیے پھرتی ہے
در بدر پھرتا نہ سرگشتہ جہاں میں خورشید[2]

غزل : (پیشوائی کو بڑھے گر کشش دل آگے)[3]

غزل : جو دل نہ کشمکش طرّۂ دوتا میں پڑے[4]
ہوائے طوبیٰ جنت نہیں ہے مستوں کو
ہوائے سایہ طوبی نہیں ہے ...
رہیں گے تاک کے سائے تلے ہوا میں پڑے
رہیں گے تاک کے نیچے سدا ...

غزل : کون نیزے واسطی ڈھونڈھے قلم کے واسطے[5]

غزل : (اسیری عشق کو منظور ہے میری لڑکپن سے[6])

غزل : (ہم ہیں غلام ان کے جو ہیں وفا کے بندے)[7]

۱- مسودے میں "میں نے" کی ہجا "مینے" ہے - نقطے دیے ہوئے حصے کی قرأت ناممکن ہے -

۲- مطبوعہ میں یہ مصرع حاشیے میں موجود ہے مگر مسودے میں نہیں ملتا -

۳، ۴، ۵، ۶، ۷ - یہ اشعار کاغذ چسپاں کر کے لکھے گئے ہیں -

غزل : کام لیجے گا کہیں اور ہی دانائی سے
کیوں کہ عینک کو (نہ آنکھوں سے لگاؤں اے یار)
چار آنکھیں ہوئیں (اک قوت بینائی سے)

غزل : (کون سے دن نگہ تیز نہ خوں ریز رہی[۱]
عشق کی تیغ میں تھی آنچ تو دوزخ جاوید(کذا)
آتش عشق تو ہے گلشن جنّت کی ہوا
(ہاں مگر آتش دوزخ سے) بھی کچھ تیز رہی

فرد : قطرہ قطرہ آنسو جس کی طوفاں شدت ہے
پارہ پارہ دل ہے جس کی تودہ تودہ حسرت ہے[۲]
ٹکڑے ٹکڑے دل جو پڑا ہے . . .

فرد : (راز درون خم سے کسے اس پردہ میں آگاہی ہے)

قطعہ : دیکھتے تھے جلوہ گلہائے رنگا رنگ ہم - الخ
پھر کہاں یہ گلشن و گل اور یہ سبزہ یہ ہوا[۳]
(کیا جانیں گے اے ذوق بجز خاص عوام) - الخ[۴]
(اے ذوق کبھی تو نہ خوش اوقات ہوا) [۵]

رباعی : جن دانتوں سے ہنستے تھے ہمیشہ کھل کھل
اب ہیں وہی دن رات ہوتے ہل ہل (کذا)
اب درد سے ہیں وہی رلاتے ہل ہل
(ان آنکھوں سے روئے لالہ گل بھی دیکھا)[۶]
(دل جن کا ہے آہن کی طرح سخت و سیاہ)[۷]

۱- یہ اشعار کاغذ چسپاں کر کے لکھے گئے ہیں -

۲- ویران میں بھی اسی طرح ہے -

۳- ابتدائی صورت کی قرأت ممکن نہیں -

۴ ، ۵ ، ۶ - نسخۂ ویران میں بھی اسی طرح ہے -

۷- پوری رباعی کاغذ چسپاں کر کے لکھی گئی ہے -

اے زاہدو تم سے کیا جگڑ کر لوں میں
ہوں میں ہوں میں جو کچھ کہ ہوں میں ہوں میں
تم ہو تم ہو جو کچھ کہ ہوں میں ہوں میں

سہرا : (خوش ہو اے بخت) کہ ہے آج ترے سر سہرا
(جس کو دعوٰی ہو سخن کا یہ سنا دو اس کو)
(دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں) سخن ور سہرا

قصیدہ : سحر جو گھر میں بہ شکل آئینہ تھا میں بیٹھا نزار و حیران
(کمر نزاکت سے لہکی جائے ۔ الخ)
(اور اس پہ سو نور لہر کھائے ۔ الخ)

قصیدہ : صبح سعادت نورِ ارادت تن بہ ریاضت دل بہ تمنا
(عارض گلگوں چشم پر افسوں سبزۂ خط سے طرز نظر سے)
(تو سر دنیا ظلّ الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی)
(تیغ سے تیری پیکر دشمن حلقہ بہ حلقہ جب ہو بہ جوشن)
(نفس خلافت از رہ رتبت تخت خلافت عرش بہ عظمت)
(روح مجسّم عقلِ مکرم نفسِ مقدّس جسم مطہر)
. . . نکہت گل یا دم بہ مسیحا
. . . رنگ بہ گل دامان مسیحا

قصیدہ : خضر نصیب کی گر دنیا میں رہبری ہو
(نظروں میں پیش رس میں . . . الخ)
(منظور ہو نظر میں . . .)
(دیتا جو زور قسمت دل کو تناوری ہو)
اس کی نظر چڑھیں (گر یہ تاب دار گوہر)
غصے میں تیری دیکھی چین جبیں ہے شاید
دیکھا ہے چین ابرو آئینۂ جبیں میں
کیا تاب ہے فلک کی . . . الخ[1]
لائیں (پۓ سواری) توسن کو تیرے جس دم

۱- ابتدائی صورت کی قرأت ممکن نہیں ۔

(ہو سیر بخت تیری گر اوج بخت . . . الخ)
(تارے کی طرح چمکے . . . الخ)

قصیدہ : تا زباں زد دہر میں ہو فلسفی کا یہ کلام[۱]
(محو ہو جب تک کہ جوگی شغل استدراج میں)
نیرّ اجلال کی سب پر نظر ہے خاص و عام
• نیرّ اجلال کی تیرے نظر عالم پہ عام
دشمن بد بخت تیرا لائے آب خضر اگر
دشمن بد بیں کو آبِ خضر بھی زہراب ہے
حلق میں اس کے اثر . . . ہوگا زہر آب . . .[۲]
اور دم عیسیٰ گلے میں برّشِ آبِ حسام
پر ہوا خواہوں کو فیض و مرحمت سے خوسروا
. . . تیری مرحمت سے خسروا
فیض عنقا سے الٰہی ہیں نفوس انتشام[۳]
(لیں مریضوں کو دم عیسیٰ تو یوں نکلیں وہاں)
(اور لبوں سے جام کے) چھلکے رحیق لالہ فام
تا معرب قفس و یلمق ہوں باقسام لغت (کذا)
تا معجم . . .[۴]
(معجزہ طیراً ابابیل آیا . . . الخ)

قصیدہ : صبح دم فکر جو تھا سیرِ فلک کا مشتاق
(شعلۂ رنگ حنا (کر کے) اڑا دیوے ابھی
(تھے سعادت سے جو سب برج فلک) . . . الخ
(جو چلا پارۂ تن اس کا سوئے عالمِ خاک) . . . الخ
(بزم خسرو میں چل اے باربد بزم سخن) الخ
(تیرا قانون ترے پاس خط مسطر ہے) الخ

۱- اس کے ساتھ جو تعارفی عبارت ہے وہ مسودے کے ساتھ لکھی گئی ہے -
۲- نقطے دیے ہوئے حصوں کی قرأت ممکن نہیں -
۳- ابتدائی نسخے کی قرأت ممکن نہیں -
۴- یہ مصرع مسودے میں بس اتنا ہی لکھا ہے -

(نیر جاہ سے خورشید ہلال آسا ہے)
(کاہش رشک سے رکھتا) ہوس استدقاق
زم ہریر از پے آرام جہاں ہو پیلاق

... از پے آرام جہاں ہو پیلاق
(گر نہ دے حکم تو پھر ابر کے سینے میں کہیں)
(چرخ پر دائرے کھینچا کرے) مانند نطاق

قصیدہ : گردش میں چشم مست کی دل ہو مرا گرہ
(ہیبت سے تیرے نطق کی) تب خالہ بن کے ہے
(دعوے کے لب پہ آہ سخن مدعا گرہ)
گر دل خنک کی جان (فروبستہ کھنچ کے ہو)
(پر تیرے مدعی کی نوا ہروے جوں حباب)

قصیدہ : قلم جو صفحۂ کاغذ پہ ہووے نکتہ نگار [1]
سخن زباں پہ ہے اور ہے نگاہ دل دل پر [2]
تو آڑ کے صورت شاہیں (کرے گی اس کو شکار)
شراب درد سے دن ایسا ہوگیا مخمور

... دل ہوگیا ہے مست ایسا
کہ اہل دل کوئی ہوگا تو دیکھ لے گا بہار
کہ اہل دل کے لیے ہوگا مطلع انوار [3]
ہو روز عید سامنے اگر آئے شب تار (کذا)

ہو روز عید اگر آئے سامنے شب تار
(قلم میں سال عروسی کا پھول دیوے بہار)
(یہ خموشی فکرت سوا لب گفتار) کذا
کہو سر (لب بستہ سے شادی فرزند)

۱- شعر نمبر ۳۴ کے بعد جو عبارت آئی ہے مولانا نے اس سے متعلق کاتب کو یہ ہدایت دی ہے : ''اس عبارت کو بیچ میں مہین قلم سے لکھو۔''

۲- شعر کی ابتدائی صورت کی قرأت ممکن نہیں ۔

۳- مطبوعہ ۔

(مبارک آپ کو ہو) . . . الخ

(جو ہوویں اس کے ہوا خواہ وہ رہیں سر سبز)

قصیدہ : افق دل پہ مرے عیش و طرب دونوں بہم

دونوں پیچیدہ بہم ایسے سیہ مست تھے وہ

. . . بہم ایسے سیہ مستی میں

ہو (سلامت روی اس کی بہ سلامت) منظم

(پھر اٹھا عیش کا طوفاں بہ لب ساحل یم)

(زرد جوڑے پہ بسنت اپنا دکھائے عالم)

(سارے گل بھرنے لگیں بلبل بیتاب کا دم)

ورنہ مٹھی کا ابھی غنچے کی کھل جائے بھرم

. . . کھل جاتا بھرم

نسل آدم نہیں لیکن ہے وہ یار ہمدم

یار ہمدم نہیں ہے گرچہ وہ نسل آدم

خوئے آدم ہے و لیکن نہیں نسل آدم[1]

ہے وہ اس نسل سے جس نسل سے رخش رستم

ہے وہ اس اصل سے . . .

(ہوں شبستاں میں ترے عیش و طرب دست و بغل)

قصیدہ : جن کے اس دہر میں ہے گر سن ناز بتاں

(دل اڑا جاتا۔ ہے جل جل کے جو بن آگ مرا)

(ہنستے مہوش ہیں تو کرتے ہیں ستارے افشاں)

ماہ گردوں پہ ہے (اور آ کے زمیں پر مہتاب)

کثرت عیش سے دریا میں ہے شب کو رقصاں

کثرت عیش سے ہے شب کو زمیں پر[2]

آگے دریا ترے پھیلائے ہے دامان سوال

آگے دریا ترے جو کھولے ہے لب ہائے سوال

۱- مطبوعہ میں صورت اولی ہی کو ترجیح دی گئی ہے -

۲- مطبوعہ -

پہنے جوشن ہے نیستاں میں ہر اک شیرِ ژیاں

پہنے چلتا ہے نیستاں میں . . .[۱]

رخ پر نور پہ روشن ہیں جو آثار غضب[۲]

ہوس ناسیہ فرسائی میں خورشید کو روز

ہوس ناسیہ فرسائی تری خورشید کو روز

قطعہ : خسروا جلوہ ترا وہ طرب افضائے جہاں[۳]

قصیدہ : پائے فروغ صبح نہ بے نور آفتاب[۴]

قصیدہ : ہے ابر درفشاں وہ چمن میں کہاں کے[۵]
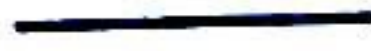
۱- مطبوعہ میں صورت آولٰی ہی کو ترجیح دی گئی ہے -

۲- یہ مصرع اور اس کے ساتھ بعض دوسرے مصرعے بدلی ہوئی روشنائی سے اور اپنے قلم سے مولانا نے پورے کیے ہیں - یہ مصرعے غالباً کاتب سے پڑھے نہیں گئے -

۳- نسخۂ ویران میں یہ قصیدہ ۲۸ اشعار پر مشتمل ہے ، جب کہ مسودے میں اس کے صرف ۲۲ شعر ہیں اور بغیر کسی اصلاح کے درج ہیں -

۴- اس قصیدے کے ساتھ مولانا نے یہ عبارت بھی لکھی تھی : ''استاد مرحوم نے جشن مبارک باد کے لیے'' اس کے ساتھ سنہ ۱۸۴۹ع لکھا تھا جس سے اس قصیدے کے پیش ہونے کی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے -

۵- ذوق کے مسودے اور مولانا کے مسودے میں بہت کچھ اختلاف ہے -

مصادر

ذیل میں اُن کتب و رسائل کی فہرست پیش کی جاتی ہے جن سے مقالے کی ترتیب کے دوران میں تحقیق مسائل اور تلاش مواد کے سلسلے میں مدد لی گئی ہے -

مسودات ذوق : بقلم ذوق ، مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد ، لاہور -

مسودۂ دیوان ذوق : مرتّبہ آزاد ، آزاد ، مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد ، لاہور -

مسودۂ آب حیات : آزاد ، مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد ، لاہور -

بیاض : جس میں بہت سی غزلوں کے مسودے بھی شامل ہیں - مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد ، لاہور -

خطوط : حافظ ویران ، میجر سید حسن بلگرامی ، دھرم نرائن ، (مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد ، لاہور ؛

قلمی تذکرے :

مجمع الانتخاب ، تذکرۂ شاہ کمال : مخزونہ انجمن ترقی اُردو ہند علی گڈھ -

عیارالشعرا : خوب چند ذکا ، مخزونہ انجمن ترقی اُردو ہند علی گڈھ -

گلشن بیخار : مخزونہ پنجاب سنٹرل پبلک لائبریری لاہور -

خوش معرکہ زیبا : ناصر ، مخزونہ شعبہ مخطوطات آزاد لائبریری علی گڈھ -

بہار بے خزاں : احمد حسین سحر لکھنوی ، مخزونہ شعبہ مخطوطات آزاد لائبریری علی گڈھ -

دواوین قلمی :

دیوان مصحفی : (چہار دیوان) غلام ہمدانی مصحفی ، مخزونہ عربک سیکشن پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور -

دیوان احسان : حافظ عبدالرحمٰن خاں احسان ، مملوکہ آغا حیدر حسن ، حیدر آباد -

دیوان احسان : حافظ عبدالرحمٰن خان احسان ، مخزونہ رضا لائبریری رام پور۔
دیوان شاہ نصیر : شاہ نصیر ، مخزونہ سنٹرل پبلک لائبریری پٹیالہ ۔
دیوان شاہ نصیر : " " بدست میر حسین تسکین ، مخزونہ رضا لائبریری رام پور ۔
دیوان ممنون : بدست میر نظام الدین ممنون ، مخزونہ آصفیہ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد ۔
دیوان ممنون : نظام الدین ممنون ، مخزونہ سنٹرل لائبریری بھوپال ۔
دیوان شیفتہ : (ترقیمہ ۱۲۸۷ ہجری) مصطفٰی خاں شیفتہ ، رضا لائبریری رام پور ۔
دیوان معروف : (ترقیمہ ۱۲۸۵ ہجری) نواب الٰہی بخش خاں معروف ، مخزونہ رضا لائبریری رام پور ۔
دیوان چندو لال : مہاراجہ چندو لال ، مخزونہ شعبۂ مخطوطات عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد ۔
بیاض : نسخۂ ہاجر ، منشی رگھو ناتھ سنگ ، ہاجر دہلوی ، مخزونہ ہارڈنگ لائبریری دہلی ۔
بیاض : (بہ عہد شاہ ظفر) بدست ہادی حسن فخر ، مخزونہ رضا لائبریری رام پور ۔
بیاض : (ترقیمہ ۱۲۶۷ ہجری) بدست میر عیوض علی ، مخزونہ رضا لائبریری رام پور ۔
سفینۂ جواہر : (ترقیمہ ۱۲۶۵ ہجری) بدست غلام حسین رام پوری ، مخزونہ رضا لائبریری رام پور ۔
معدن الاشعار : بدست سورج رام راز داں ، مخزونہ عربک سیکشن پنجاب یونیورسٹی لاہور ۔
بیاض : بخط نواب کلب علی خاں ، مخزونہ رضا لائبریری رام پور ۔
کشکول : (ترقیمہ ۱۲۹۱ ، ۱۲۹۶ ہجری) بدست شاہ بہاء الدین ، مخزونہ انجمن ترقی اردو ہند علی گڈھ ۔
بیاض اُردو : (نمبر ۶/۶۷) مخزونۂ شعبۂ مخطوطات آزاد لائبریری علی گڈھ ۔
بہ ضمن متفرقات : (نمبر ٦) مخزونہ شعبۂ مخطوطات آزاد لائبریری علی گڈھ ۔
بیاض : (نمبر ۲۲۹) مخزونہ عربک سیکشن پنجاب یونیورسٹی لاہور ۔

عمدۂ منتخبہ : (فوٹو اسٹیٹ) اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور ، مملوکہ ڈاکٹر مختار الدین احمد ، علی گڈھ -

عیارالشعرا : (فوٹو اسٹیٹ) خوب چند ذکا ، مملوکہ ڈاکٹر مختار الدین احمد ، علی گڈھ -

تذکرۂ بے جگر : (فوٹو اسٹیٹ) خیراتی لال بے جگر ، مملوکہ ڈاکٹر مختار الدین احمد ، علی گڈھ -

تذکرۂ صدر الدین : (فوٹو اسٹیٹ) صدر الدین آزردہ ، مملوکہ ڈاکٹر مختار الدین احمد ، علی گڈھ -

تذکرے (مطبوعہ) :

نکات الشعرا : میر تقی میر ، مرتّبہ عبدالحق ، انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد ۱۹۳۵ع -

مخزن نکات : قائم چاند پوری ، مرتّبہ عبدالحق ،، ،، ،، ۱۹۲۹ع -

تذکرۂ ریختہ گویاں : گردیزی ، مرتّبہ عبدالحق ، انجمن ترقی آردو اورنگ آباد ۱۹۳۴ع -

تذکرۂ شعرائے اُردو : میر حسن ، بہ تصحیح و تنقید حبیب الرحمن خاں شروانی ، انجمن ترقی آردو ، دہلی ۱۹۴۰ع -

گلزرا ابراہیم مع تذکرہ گلشن ہند۔ } مرتّبہ ڈاکٹر زور ، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سنہ ۱۹۳۳ع -

ریاض الفصحا : (مصحفی) عبدالحق ، انجمن ترقی آردو اورنگ آباد سنہ ۱۹۳۳ع

تذکرۂ ہندی : (مصحفی) مرتّبہ عبدالحق ، انجمن ترقی آردو اورنگ آباد ۱۹۳۳ع -

دستورالفصحا : احد علی یکتا ۔ مرتّبہ عرشی ، ہندوستانی پریس رام پور - ۱۹۴۰ع -

مجموعۂ نغز : قدرت اللہ قاسم ، مرتّبہ شیرانی ، پنجاب یونیورسٹی لاہور ، ۱۹۳۳ع -

گلشن بیخار (طبع دوم) : نواب مصطفٰی خاں شیفتہ ، مطبوعہ مطبع دہلی - آردو اخبار ۱۲۵۹ھ - (پنجاب یونیورسٹی لاہور)

عمدۂ منتخبہ : سرور ، مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی ، شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی ۱۹۶۰ع -

طبقات شعرائے ہند : کریم الدین و فیلن - رفاہ عام پریس دہلی ۱۲۶۳ھ - (پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)

گلدستۂ نازنیناں : کریم الدین ، رفاہ عام پریس دہلی ۱۲۶۱ھ - (پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)

گلستان بے خزاں : قطب الدین باطن (۱۲۶۱ھ) مطبوعہ نولکشور پریس ۱۲۹۱ھ (پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)

گلستان سخن : مرزا قادر بخش صابر ، مطبوعہ مطبع رضوی دہلی (۱۲۷۱ھ) مملوکہ مولانا امداد صابری دہلی -

قطعۂ منتخب : عبدالغفور نساخ ، مطبوعہ نولکشور (۱۲۹۱ھ) -

سخن شعرا : عبدالغفور نساخ ، مطبوعہ نولکشور (۱۲۹۱ھ) -

سراپا سخن : محسن علی ، مطبوعہ نولکشور -

طور کلیم : نواب صدیق حسن خاں ، مطبوعہ مفید عام پریس ، آگرہ (۱۲۹۸ھ) -

جلوۂ خضر : صفیر بلگرامی ، مطبوعہ نورالانوار آرہ ، مخزونہ انجمن ترقی اردو ہند علی گڈھ -

تذکرۂ شعرا : ابن امین اللہ طوفان ، مرتبہ قاضی عبدالودود ، آزاد پریس پٹنہ -

آب حیات : محمد حسین آزاد ، مطبوعہ وکٹوریہ پریس (سنہ ۱۸۸۲ع)

کاشف الحقائق : امداد امام اثر ، مطبوعہ اسٹار آف انڈیا پریس ، قصبہ آرہ ، (۱۸۹۷ع) -

خم خانۂ جاوید : لالہ سری رام ، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس (۱۹۱۷ع) -

دو تذکرے : (ہر دو حصہ) شورش و عشقی ، مرتبہ کلیم الدین احمد ، مطبوعہ لیتھو پریس پٹنہ ۶۳-۱۹۵۹ع -

دیوان جہاں : بینی نرائن جہاں ، مرتبہ کلیم الدین احمد ، مطبوعہ لیبل لیتھو پریس پٹنہ (۱۹۵۹ع) -

---

آثارالصنادید : (طبع اول) - سید احمد خاں ، مطبوعہ سید الاخبار پریس - (۱۲۶۳ھ) - مخزونہ شعبۂ مخطوطات دہلی یونیورسٹی -

سیرالمحتشم : نواب محتشم الدولہ آف جاورہ ، مطبوعہ مطبع سرکار گلشن آباد جاورہ (۱۲۶۶ھ) ۔

سودا : شیخ چاند ، مطبوعہ انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد ،

دواوین :

کلیاتِ ولی : مرتّبہ احسن مارہروی ، مطبوعہ انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (۱۹۲۷ع) ۔

کلیات ولی : مرتّبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ، مطبوعہ انجمن ترقی اُردو ہند دہلی (۱۹۴۵ع) ۔

کلیات میر : (طبع دوم) ، مطبوعہ نولکشور (۱۸۷۴ع) ۔

کلیات سودا : مطبوعہ مطبع مصطفائی دہلی (۱۲۷۰ھ) مخزونہ دہلی یونیورسٹی لائبریری ۔

کلیات ناسخ : مطبوعہ مطبع سلطانی (۱۲۵۴ھ) مملوکہ راقم الحروف ۔

کلیات آتش : مطبوعہ نولکشور (۱۹۰۴ع) ۔

کلیات ظفر : (بہ تصحیح ذوق) مطبوعہ دہلی اُردو اخبار پریس (۱۲۶۸ھ) ، مخزونہ اسٹیٹ آصفیہ لائبریری حیدر آباد ۔

دیوان ظفر : (طبع ثانی) مطبوعہ مطبع سلطانی (۱۲۶۲ھ) ، مخزونہ کتب خانہ سر سالار جنگ میوزیم حیدر آباد ۔

دیوان ظفر : (طبع ثالث) مطبع سلطانی (۱۲۶۸ھ) ۔ مخزونہ کتب خانہ سر سالار جنگ میوزیم حیدر آباد ۔

دیوان ہاجر : منشی رگھو ناتھ سنگھ ہاجر دہلوی ، مطبوعہ ۔

شان محفل : مجموعۂ غزلیات ہاجر ، مطبوعہ ۔

دواوین ذوق :

دیوان ذوق : مرتّبہ ویران ، مطبوعہ مطبع احمدی شاہدرہ دلہائی ، مملوکہ راقم الحروف ۔

دیوان ذوق : مطبوعہ مطبع مجدی دہلی (۱۸۵۹ع) ۔ مخزونہ ادارۂ ادبیات اُردو حیدر آباد ۔

دیوان ذوق : مطبوعہ مطبع مخزن العلوم غازی آباد (۱۲۸۳ھ) مملوکہ پروفیسر مسعود حسن رضوی -

دیوان ذوق : مطبوعہ نول کشور کان پور (۱۸۷۱ع) مملوکہ راقم الحروف -

دیوان ذوق : مرتبہ آزاد (طبع اول) اسلامیہ پریس لاہور (سنہ ندارد) - مملوکہ راقم‌الحروف -

دیوان ذوق : مطبوعہ میور پریس دہلی (۱۸۷۷ع) مملوکہ راقم‌الحروف -

دیوان ذوق : مطبوعہ نول کشور (۱۸۷۴ع) مملوکہ راقم‌الحروف -

نگارستان چمن : مرتبہ ظہیر دہلوی ، مطبوعہ مطبع احمدی شاہدرہ دلہائی ، مملوکہ راقم‌الحروف -

چمن بے نظیر : ابراہیم بن شہاب‌الدین موسیٰ - مطبع حیدری بمبئی ۱۲۸۹ھ - مملوکہ راقم‌الحروف -

دیوان غالب : مرتبہ عرشی ، انجمن ترقی آردو علی گڈھ -

حیات ذوق : احمد حسین لاہوری ، مطبوعہ مطبع خادم التعلیم لاہور (۱۸۹۵ع) -

اخبارات :

دھلی اُردو اخبار : فائل سنہ ۱۸۵۰-۵۱ع - مخزونہ نیشنل آرکایز دہلی -

دھلی اُردو اخبار : فائل سنہ ۱۸۵۲-۵۴ع - مخزونہ ادارۂ ادبیات آردو حیدر آباد -

دھلی اُردو اخبار : اوراق مشمولہ بیاض قلمی ، مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد لاہور -

تتمۂ دھلی اُردو اخبار : بابت ۱۸ ماہ نومبر سنہ ۱۸۵۴ع مطابق ۲۷ صفرالمظفر ۱۲۷۱ھ ، مخزونہ ادارۂ ادبیات آردو ، حیدر آباد -

جامع‌الاخبار : فائل ۱۸۵۲،۵۳،۵۴ع - مخزونہ ادارۂ ادبیات آردو حیدر آباد -

قران‌السعدین : فائل سنہ ۵۴ ، ۵۳ ، ۱۸۴۹ع - مملوکہ قاسم علی سجن لال حیدر آباد -

قران‌السعدین : فائل ۱۸۴۷-۵۲ع - ادارۂ ادبیات آردو حیدر آباد -

فوائدالناظرین : فائل ۱۸۴۶-۴۷ع - ادارۂ ادبیات آردو حیدر آباد -

فوائدالناظرین : فائل ۵۱ ، ۵۰ ، ۴۸ ، ۱۸۴۷ع - آصفیہ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد -

عمدۃالاخبار : فائل ۵۶ ، ۵۵ ، ۱۸۵۴ع ، مملوکہ قاسم علی سجن لالہ حیدر آباد -

احسن‌الاخبار : فائل ۵۸ ، ۵۴ ، ۵۳ ، ۱۸۴۷ع ، مملوکہ قاسم علی سجن لال حیدر آباد -

اعظم‌الاخبار : فائل ۵۴ ، ۵۳ ، ۵۰ ، ۱۸۴۹ع ، مملوکہ قاسم علی سجن لال حیدر آباد -

جام جہاں نما کلکتہ : فائل ۵۴ ، ۱۶۵۳ع اسٹیٹ آرکایز پٹیالہ -

رسالہ محب ہند : (خیر خواہ ہند) فائل ۴۹ ، ۱۸۴۷ع ، آصفیہ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد -

اسلامی کلچر : سنہ ۱۹۵۰ع - جلد ۲۴ ، نمبر ۱ (دہلی اُردو اخبار ۳۸ ، ۱۸۳۷ع کے مندرجات پر بحث) -

اسلامی کلچر : ۱۸۵۱ع ، (غدر سے پیشتر دہلی کا ایک سال) -

رسالہ ہندوستانی : بابت ماہ جنوری ۱۹۴۹ع -

رسالہ ہندوستانی : بابت ماہ جنوری اور اپریل ۱۹۴۷ع -

نوائے ادب : بابت ماہ اکتوبر ۱۸۶۷ع (آزاد بہ حیثیت محقق) از قاضی عبدالودود -

نوائے ادب : بابت ماہ اپریل ۱۸۵۶ع - (دیوان ذوق میں آزاد کے اضافے) ، قاضی عبدالودود -

نگار : بابت ماہ جنوری ۱۸۵۰ع - (داغ کا ایک خط) -

نگار : بابت ماہ جنوری ۱۹۳۰ع (ظفر نمبر) -

نگار : بابت ماہ جنوری و مارچ ۱۹۵۶ع (اصناف سخن نمبر) -

اُردوئے معلّی : بابت ماہ جولائی ۱۹۱۰ع ، علی گڈھ -

ہماری زبان : بابت ۲۲ ماہ مئی - ۱۴ جون ۱۹۵۶ع ، علی گڈھ -

مکتوبات آزاد : مرتّبہ آغا محمد طاہر نبیرۂ آزاد ، مطبوعہ آزاد بک ڈپو -

اشاریہ

فہرست عنوانات

عنوان		صفحہ

اسما و علائم

مقامات

کتب

طبقات ملل

علوم و فنون

ادبیات

اسلامیات

تصوّف

رمل

ریاضی

علمِ طب

فلسفه

علم قیافہ

فقہ

فلکیات

تعبیرات

ماہ شمسی

منطق

ساز

ہندسہ

لفظیات (الف)

لفظیات (ب)

(کچھ ہندی الفاظ)

اصطلاحات پیشہ وراں

آتش بازی

تلمیحات (الف)

تلمیحات (ب)

عربی فقرات

فارسی

صحت نامہ

(جلد دوم)

صفحہ	شعر	غلط	صحیح
۶	۵	سنگِ پا	سنگ پا (بہ فک اضافت)
۸	۷	کون سے خدمت گذاروں میں	کون سا خدمت گذاری میں.
۲۵	۳	دم بہ ذم	دم بہ دم
۳۰	۹	ساعدِ سیمیں	ساعد سلمیٰ
۳۰	۱۲	عدل سے تیری	عدل سے تیرے
۳۳	۳	حزن کی شاخ (کذا)	بہ حذف کذا
,,	۱۱	فکر و فن کی شاخ	مکر و فن کی شاخ
۳۴	۱۰	آرہ کٹی	ارّہ کٹی
۴۲	۸	تب خانہ	تبخالہ
۴۴	۱۰	موجِ تکلم	موج تبسم
۴۶	۲	آفتابِ ساغر گیر	آفتاب ساغر گیر
۴۸	۴	صاحبِ تکبیر	صاحبِ تکسیر
۴۸	۱۰	شہنشاہِ دو جہاں	شہنشاہ ! دو جہاں
۵۱	۶	رقم میں گر . . . الخ	یہ شعر اس صفحہ پر قلمزد سمجھا جائے
۵۳	۷	کلفت سے ہو	کلفت سے ہے
۷۹	۱	جوں جلی	جوں جلیں
۸۰	۱	دوے میں	دو نے میں
۱۱۳	۳	چھیڑنا	چھوڑنا
,,	۵	جل جاؤں گا	چل جاؤں گا
۱۲۹	۸	میری آنکھوں کو	تیری آنکھوں کو
۱۳۶	۶	کہنے کو میں	کہنے کو ہیں

صفحہ	شعر	غلط	صحیح
۱۴۷	۲	دل نے مجھے	دل نے مجھے
۱۴۹	۱۱	دلِ سیپادہ	دلِ سیپارہ
۱۶۸	۴	بشکل و مہ منوز	بشکلِ مہ منور
۱۹۲	۴	سر محفلِ اہلِ تقوی (کذا)	بہ حذف کذا
۱۹۸	۲	ہرگز نہ ملیں	ہرگز نہ ہلیں
۲۲۰	سطر ۱۷	محمد شاہ شہارنپوری	محمد شاہ سہارنپوری
۲۲۸	۱۰	برہم منہ	مرہم منہ
۲۲۸	۱۲	من وحشی اسیر (کذا)	بہ حذف کذا

حواشی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۳	۱۰	چمن میں موجِ تکلمِ اخبار	چمن میں موجِ تبسم — ویران
۲۴۳	۱۷	تو ہے صفائی کی جانب — الخ	صفا کی جانب تیرے صفا — نگارستان
۲۴۳	۲۵	آج جو پاس ہے میرے	آج ہے پاس جو مرے
۲۴۵	۷	رہزن نطفہ بدخواہ	نطفۂ بدخواہ ہر اول ہی قفا — ویران

قصیدہ نمبر ۲۰ اور نمبر ۲۱ کے نمبر، حواشی میں متن سے مختلف ہو گئے ہیں - نمبر ۲۰ کے حواشی دراصل نمبر ۲۱ سے اور نمبر ۲۱ کے نمبر ۲۰ سے متعلق ہیں -

صحت نامہ ویران

صفحہ		غلط	صحیح
۲۴۹	(۲۷-۱۷)	سرو قامت نے	قامت نے
۲۴۹	(۲۷-۱۷)	سرو قامت سے	قامت سے
	(۴۲-۱۴)	اب تیری کیا صلاح	اب تیری کیا
۲۵۰	(۶۳-۸)	قابل ہیں (ہیں) وہی	بہ حذف قوسین

(یہاں عبارت : ''کاتب دوبارہ یہیں لکھنا بھول گیا'' قلم زد سمجھی جائے) ۔

		غلط	صحیح
۲۵۰	(۵-۱۲۲)	روز اس گلشن	اور اس گلشن
۲۵۱	(۱۴-۱۲۸)	کہیں سے کہیں	کہیں سے کہیں ہے
۲۵۱	(۱۵-۱۴۳)	نہ شب آنکھوں خواب	نہ شب آنکھوں میں خواب آیا
۲۵۱	(۴-۱۵۰)	مرے بن خانے کی	مرے بت خانے کی
۲۵۲	(۶-۱۲)	کہے یہ رند	کہے یہ رند کہ
۲۵۳	(۱۳-۴۷)	دن تو کوتاہ ہوئے	دن تو کوتاہ ہوے اور

مسودۂ دیوان ذوق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶۷	۳ حاشیہ	اور لکھتے ہیں	اسے قلمزد سمجھا جائے
۲۶۸	۱۲	نگاہیں پر تری	نگاہوں پر تری
۲۶۹	۲۷	بتوں گر حسن	بتو گر حسن
۲۷۰	۲۳	تیغِ نگاہ	تیغ نگہ
۲۷۱	۱۳	خاک کو تو	خاک پہ تو
۲۷۲	۹	شہرہ نگاہ یار کا	شہرہ ہے چشم یار کا
۲۷۳	۵	از بر مرا	از بر میرا
۲۸۱	۱۷	عزلت بری	عزلت گزیں
۲۸۶	۱۸	مارے ہے صبح دم میں	مارے ہے صبح دم یہ
''	حاشیہ	یہ اصلاح ویران سے	اصلاح ویران سے
۲۹۱	حاشیہ	خضر و مسیحی	خضر و مسیحا
۲۹۲	حاشیہ	ویران میں اسی طرح	ویران میں بھی اسی طرح
۲۹۴	۵	ہونے لگا روشن	ہونے لگا روکش
۲۹۸	۵	لیتے ہم ایک	لیتے ہم اک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۸	۸	سوز محبت	سوز محبت سے
۳۱۱	۱۱	خار لیے پھرتی ہے	خوار لیے پھرتی ہے
۳۱۵	۱۵	دن ایسا ہو گیا۔	دل ایسا ہو گیا
۳۱۶	۱۸	گر سن ناز بتاں	گرسنہ ناز بتاں
۳۲۲	۸	نگارستان چمن	نگارستان سخن
۳۲۳	۱۱	۱۸۵۰ - ۳۱	۱۸۴۰ - ۳۱